خلیفۂ اعلیٰ حضرت، برہان ملت حضرت علامہ مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق صدیقی
قادری رضوی جبلپوری علیہ الرحمہ کے حالات اور اجداد پر ایک تحقیقی شاہکار پیام

مفتی عابد حسین قادری نوری

صدر شعبۂ افتا و شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم

خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملت حضرت علامہ مفتی عبد الباقی محمد برہان الحق صدیقی
قادری رضوی جبلپوری علیہ الرحمہ کے حالات اور اجداد پر ایک تحقیقی شاہکار

مفتی عابد حسین قادری نوری
صدر شعبہ افتاء و شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب: جہانِ ریحانِ ملت

مصنف: شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی عابد حسین قادری رضوی نوری

صفحات: 494

سن اشاعت (بار اول): ۱۴۴۳ھ/2022ء

(بار دوم): ۱۴۴۵ھ/2023ء

ناشر: دار النقی تاج الشریعہ فاؤنڈیشن کراچی

www.muftiakhtarrazakhan.com

نمبر شمار | **فہرست مضامین** | صفحہ نمبر

انتساب

(۱) خلیفۂ اول حضرت ابوبکر عبداللہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

متوفی ۲۲ / جمادی الآخرہ ۱۳ سنہ ھ

(۲) سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) عطائے رسول سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ

(٦) مفتی اعظم سیدنا مصطفیٰ رضا قدس سرہ

(۷) شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ عبدالکریم صدیقی نقشبندی قدس سرہ

(۸) عیدالاسلام حضرت الحاج الشاہ مفتی محمد عبدالسلام صدیقی قادری رضوی قدس سرہ

(۹) شہزادۂ حضور برہان ملت انیس المسلمین تقی الدین مفتی محمد محمود احمد قادری رضوی سلامی قدس سرہ

اسیر مفتی اعظم شیخ محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

بن

الحاج مولانا محمد یونس صدیقی قادری علیہ الرحمہ

تاثر گرامی

حضرت امینِ ملت کا پیغام اہلسنت کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں جن عبقری شخصیات کا نام اُن کی مخلصانہ خدمات کی وجہ سے استناد اور اعتماد کے ساتھ لیا جاتا ہے ان میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور برہانِ ملت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری قدس سرہ ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ احباب واعتماد میں وہی لوگ صفِ اول میں تھے جن کی زندگی اور بندگی کلی طور سے مذہب ومسلکِ حق کی ترویج واشاعت کے لیے وقف تھی اور تصلب فی الدین جن کا نصب العین تھا۔

حضرت برہان ملت علامہ مفتی محمد برہان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوبہ مدھیہ پردیش کے پہلے مفتیِ اعظم تھے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے محبوب خلیفہ اور تلمیذ رشید تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ آپ کو آپ کی دینی خدمات کے سبب نہ صرف محبوب رکھتے تھے بلکہ مثلِ فرزندِ روحانی تصور فرماتے تھے۔ میرے بڑے ابّا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ سے ان کے بڑے عمیق مراسم تھے۔ آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما کی تمام تحریکات اور معاملات میں حضور برہان ملت، حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے حامی اور معاون رہتے اور حضور سید العلما علیہ الرحمہ بھی تمام ملی ومسلکی مسائل میں حضرت برہان ملت کے موقف اور ان کے مشوروں کو کلیدی تصور فرماتے تھے۔ آپ نے تمام ملی اور سیاسی سرگرمیوں میں کبھی مذہب اور مسلک سے

سمجھوتہ نہیں کیا اور تصلب فی الدین ہی کو فوقیت دیتے ہوئے اپنی زندگی کو دین کی اشاعت اور ترویج میں وقف فرمایا۔

صوبہ مدھیہ پردیش میں سنیت کی جو بہاریں ہمیں آج دیکھنے کو ملتی ہیں، اس میں حضرت برہان ملت قدس سرہ کی دعوت وتبلیغ کا کلیدی کردار ہے۔

عزیزم مولانا مفتی محمد عابد حسین قادری صاحب زید مجدہ نے زیر نظر کتاب "جہانِ برہانِ ملت" کی تدوین کر کے "برہانیات" میں ایک خوشگوار اضافہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی مذہبی لٹریچر لکھنے والوں کو ایک اچھی، صاف ستھری اور رواں دواں نثر لکھنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ فقیر قادری امید کرتا ہے کہ "جہانِ برہانِ ملت" کے ذریعہ عوام الناس تک حضور برہان ملت کے علم وفضل، خلوص وللّٰہیت، مذہبی، مسلکی اور ملی خدمات کا ایک اجمالی خاکہ ایک نئے انداز سے فراہم ہو سکے گا۔

عزیزم مولانا محمد عابد حسین قادری صاحب کے ساتھ ساتھ الحاج محمد ابراہیم قادری برہانی صاحب کو بھی دلی مبارک باد جنھوں نے اس نیک کام پر تشجیع فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی ہی نیک توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اکابر علما و مشائخ کے علمی ورثے کو ثابت قدمی کے ساتھ سنبھالے رہیں اور نئی نسل کو ان سے آشنا کراتے رہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا حوصلہ و ہمت عطا فرمائے اور دین متین کی خوب خوب خدمات انجام دینے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سید محمد امین قادری

سجادہ نشین

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ضلع۔ ایٹہ (یوپی)

تقریظِ جلیل

جانشین حضور برہانِ ملت وخلیفۂ حضور مفتیِ اعظمِ ہند حضرت الحاج ڈاکٹر حامد احمد صدیقی قادری رضوی سلامی دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد۔

مدینہ منورہ، نجف اشرف، کربلائے معلّٰی، بغداد شریف، اجمیر شریف، کالپی شریف، اور مارہرہ شریف کی سرکاروں سے انوار وتجلیات اور فیوض وبرکات لے کر ہند و بیرونِ ہند علم وعمل اور فضل وکمال کی خیرات وسوغات بانٹنے والی شخصیتوں میں ایک پیاری ومقبول بارگاہِ الٰہی و رسالت پناہی شخصیت کا نام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی ہے، وہ انوار وتجلیات کے آفتاب تھے تو آپ کے حلقۂ احباب میں رہنے والے درخشندہ ستارے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والے، آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے، اور اجازت و خلافت سے نوازے جانے والے جس علاقے میں پہنچے قلوب واذہان کو چمکاتے گئے۔ علم وعمل اور عظمت و بزرگی کے انہیں چمک والے ستاروں میں میرے اب کریم مفتی اعظم مدھیہ پردیش، برہانِ ملت علامہ مفتی محمد برہان الحق قادری سلامی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ وہ گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے، جامع فضائل ومحاسن تھے، عالم گیر شہرت کے حامل تھے، انہوں نے اپنے والدِ گرامی عبد الاسلام حضرت مولانا مفتی عبد السلام صدیقی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان اور مجدد اعظم محدّث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے کافی نعمتیں پائی تھیں، وہ اپنے ان

بزرگوں کے طفیل وقت کے عظیم مفسر تھے، مایہ ناز محدّث تھے، نکتہ سنج فقیہ ومفتی تھے، صاحبِ طرز ادیب اور کتب کثیر کے مصنف تھے، مشہورِ زمانہ نعت گو شاعر تھے، اور حق یہ ہے کہ وہ مذہبِ اسلام کے بے باک مبلغ تھے، مذہبِ اہل سنت مسلکِ اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان تھے۔ انہوں نے اپنی تحریر وتقریر، تصنیف و تالیف اور ارشاد وتبلیغ کے ذریعہ غیر منقسم ہندوستان میں عموماً اور مدھیہ پردیش میں خصوصاً اسلام وسنیت کی خوب اشاعت فرمائی اور دلکش پیرائے میں اسے فروغ و استحکام بخشا۔ کتب ورسائل کی شکل میں آپ کی درجنوں تصنیفات ہیں، جن میں کئی ایک مطبوع ہوکر داد وتحسین حاصل کرچکی ہیں۔ آپ کے کئی ہزار فتاویٰ ہیں، جو کافی مدلل ومفصل ہیں اور تشنگانِ علوم وفنون کی سیرابی کا سامان ہیں۔ آپ کی تصنیفات اور فتاویٰ میں مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت کا رنگ ہے، اسلوب تحریر اور طریقۂ استدلال نرالہ ہے، آپ کی تحریرات حقائق و دقائق اور نکتہ آفرینیوں پر مشتمل ہونے کے سبب جاذبِ نظر ہیں۔ حضور پُرنور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتوں، حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبتوں اور بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں عقیدت ومحبت کی سوغات پر مشتمل آپ کا ایک دیوان بھی ہے، جو طبع ہوکر شہرت ومقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ خدمتِ دین کے ساتھ ایک زمانے تک حضرت خدمتِ خلق سے بھی جڑے رہے، کبھی اپنے مطب میں بیٹھ کر تو کبھی صالح قیادت وسیاست افق پر چمک کر، مگر کبھی بھی اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا، مذہب وملت کا سودا نہیں کیا، ہر لمحہ، ہر مقام پر اپنے دین ومسلک کے پرچارک رہے۔ میری دلی خواہش تھی کہ جد اکرم عیدالاسلام حضرت الشاہ مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اور اب محترم حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر سلیس زبان میں، آسان لب ولہجہ کے ساتھ

ایک تحقیقی ومعیاری کتاب منصہ شہود پر آئے، فَلِلّٰہِ الْحَمْد اس قرعہ فال میں میرے مرشد خلافت سرکا مفتی اعظم ہند کے مرید صادق خلیفہ حضور تاج الشریعہ و امین شریعت محدّث کبیر مولانا مفتی عابد حسین قادری نوری مصباحی صدر شعبہ افتا و شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم جمشید پور کا نام نکلا۔ موصوف عزیزم حاجی محمد ابراہیم برہانی صاحب کے ساتھ (۲۰۱۶ء) کے عرس سلامی برہانی کے موقع سے خانقاہ برہانیہ سلامیہ جبل پور میں تشریف لائے اور حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان پر ایک وقیع کتاب لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو بڑے بھائی جان خلیفہ سرکار مفتی اعظم ہند، جانشین حضور برہانِ ملت حضرت محمود ملت علیہ الرحمہ اور میں نے موصوف کے جذبہ واخلاص کو سراہا اور کشادہ دلی کے ساتھ حوصلہ افزائی کے طور پر اجازت دی، اور خلیفہ حضور تاج الشریعہ و جانشین مفت اعظم مدھیہ پردیش عزیزم مولانا مشاہد رضا برہانی نے مواد کی فراہمی کے حوالے سے رہنمائی بھی کی، مگر موصوف علیل ہو گئے اور عرصہ تک کچھ کام نہ ہوسکا۔ یہاں تک کہ فرصت نکال کر وہ کمر بستہ ہو گئے اور چند ماہ میں یہ شاہکار تیار کر دیا۔ یہ اپنے مقصد مین کہاں تک کامیاب ہیں وہ تو قارئین بتائیں گے، مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ حضرت عید الاسلام اور حضرت برہان ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے کہ اس قدر مختصر سی مدت میں یہ وقیع اور جامع کتاب منصہ شہود پر آگئی اور عرس سلامی برہانی محمودی کے متبرک موقع سے رسم اجراء کے مرحلے سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کتاب تحقیقی ومعیاری ہے، تقریباً ہر مدعی پر حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں، اندازِ تحریر نہایت سہل، دل نشیں اور پُر کشش ہے۔ صاحبِ سوانح کی شخصیت جس قدر پر وقار، بلند وبالا اور جس قدر آپ کی خدمات وکارناموں کا

دائرہ وسیع ہے، انہیں قید تحریر میں لانے کے لئے دفتر بیکراں چاہئیے۔ مگر اب تک جس قدر معرض وجود میں آچکے پہلے انہیں کو ہمارے عوام وخواص نظر نواز کر لیں اس کے بعد ہی "ھل من مزید" کا نعرہ لگائیں۔ ویسے اس کتاب میں حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے جو پیغامات پیش کئے گئے اور ان کی سوانحِ حیات کے حوالے سے جو درج کئے گئے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر احباب اہل سنت اپنی زلف برہم کو نہایت سلیقے سے سنوار سکتے ہیں۔ میں نے از خود مفتی صاحب موصوف کو ہدایت کر دی تھی کہ کتاب آج کل کے نمبروں کی طرح اتنی ضخیم نہ ہو کہ لوگ اس سے استفادہ ہی نہ کر سکیں۔ دس بارہ سو صفحوں کی کتابیں اکثر لوگ زیادہ نہیں پڑھتے بلکہ دیکھ کر ہی گھبرا جاتے ہیں اور طاق نسیاں پر رکھ دیتے ہیں۔ اس لئے "خیر الامور اوسطھا" پر عمل ہونا چاہئیے چنانچہ موصوف نے اس کا خاص خیال رکھا ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صاحب لولاک ﷺ کے طفیل ہمارے سرکاروں کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ ان کے فیوض وبرکات کو عام سے عام تر فرمائے ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ان کے طفیل اس کتاب کو مقبول خاص وعام فرمائے، تمام مسلمانوں سے عموماً اور اصحاب سلسلہ سے خصوصاً عرض ہے کہ اس کتاب کو اپنے پاس ضرور رکھیں، اس سے استفادہ کریں اور حصولِ برکت کے لئے دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

فقیر محمد حامد احمد صدیقی

خانقاہِ سلامیہ برہانیہ، اوپرین گنج جبل پور (ایم۔ پی)

۷/ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ۔ ۳/نومبر ۲۰۲۲ء

تأثر گرامی

برہان ملت افکار رضا کے ترجمان

از قلم: قاضی القضاۃ حضرت مفتی عسجد رضا خاں قادری

امام احمد رضا کی ذات ستودہ صفات اگر آفتاب علم و فضل ہے تو ان کے خلفا و تلامذہ اس آفتاب کے ارد گرد اپنی چمک بکھیرنے والے ستاروں کی مانند ہیں، آپ کے خلفا و تلامذہ میں ایک سے بڑھ کر ایک صاحبانِ فضل و کمال گزرے ہیں جنھوں نے امام احمد رضا کے افکار و نظریات کی ترجمانی کا فریضہ بخوبی انجام دیا ہے۔

امام احمد رضا کے انھیں وفا شعار خلفا و تلامذہ میں سے ایک نامور خلیفہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش، برہان ملت حضرت علامہ مفتی عبد الباقی محمد برہان الحق صدیقی قادری رضوی جبل پوری علیہ الرحمہ ہیں، جن کے پیہم مساعیِ جمیلہ نے مدھیہ پردیش اور قرب و جوار کی سنیت کو فروغ و استحکام بخشا، بالخصوص مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور اس کی تبلیغ و تفہیم میں آپ نے بنیادی کردار نبھایا ہے۔

آپ کی متنوع شخصیت اس بلند و بالا مقام و مرتبہ پر فائز ہے جس کا ادراک و عرفان ہم سنیوں کے لئے مشعل راہ کی مانند ہے، ہم ان کے نقش قدم کو اپنا کر دنیا و آخرت کی سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں، کامیابیوں اور کامرانیوں کے مدارج طے کر سکتے ہیں، حضور برہانِ ملت کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالنے والے کتب و رسائل میں ”جہانِ برہانِ ملت“ کا ایک خوبصورت اضافہ ہوا ہے، جس کے مؤلف حضرت مفتی عابد حسین قادری رضوی ہیں۔

تأثرات کے سلسلے میں اس کتاب کی ایک کمپوز شدہ کاپی مولانا امام الدین برہانی کے ذریعہ فقیر تک پہنچی، جسے کہیں کہیں سے دیکھا، ماشاءاللہ بہت خوب لکھا ہے، مفتی صاحب اپنی جماعت کے معتبر علما و مفتیان عظام میں سے ہیں اور جو بھی لکھتے ہیں اچھا لکھتے ہیں۔

فقیر بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہے کہ اس کتاب کو عوام وخواص کے لئے نفع بخش اور مؤلف کے لئے نجات اخروی اور سعادت دارین کا ذریعہ بنائے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ

(سجادہ نشیں خانقاہ تاج الشریعہ، سوداگران، بریلی شریف)

۲۰/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹/اگست ۲۰۲۲ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　　اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

اظہار تشکر

از قلم: مولانا محمد مشاہد احمد صدیقی قادری رضوی برہانی دامت برکاتہم العالیہ

میرے جد کریم، تلمیذ وخلیفہ وفرزند روحانی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضور برہان الملت والدین قدس سرہٗ العزیز کی ذات اقدس محتاج تعارف نہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی نظروں میں حضور الشاہ مفتی عبد السلام جبل پوری اور ان کے لختِ جگر سرکار عبد الباقی محمد برہان الحق علیہما الرحمۃ کی شخصیات کس مقام پر تھیں یہ کلام اعلیٰ حضرت کے ان اشعار سے بخوبی جانا جاسکتا ہے۔

"عبد السلام سلامت جن سے　　　سخت آفات میں آتے یہ ہیں"

حضور برہانِ ملت کو جس طرح غوث الوقت سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفٰے رضا خاں علیہ الرحمۃ کے بغل میں مسند پر جگہ عطا فرمائی اور شعر میں بھی ایک ہی مصرع میں جمع فرمایا کہ۔ "آل الرحمٰن، برہان الحق　　　شرق پہ برق گراتے یہ ہیں"

اور کرم یہ بھی فرمایا کہ خلافت طریقت حضرت عیدالاسلام جبل پوری علیہ الرحمۃ سے شروع فرمائی اور ختم حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ پر فرمائی گویا والد سے شروع کی اور فرزند پر اختتام فرمایا۔ والد کو عیدالاسلام اور جبل العلم جیسے متبرک القاب سے خطاب فرمایا تو فرزند کو برہان الملت۔ برہان السنۃ۔ برہان الدین۔ برہان الحق۔ برہان الحکمۃ اور روحانی فرزند فرمایا اور مجمع عام میں اعلان بھی فرمایا۔ پھر دعا بھی فرمائی۔

الٰہی نگہ دار برہان حق　　　بود دائما از وے اعلان حق

میں دل کی گہرائیوں سے بارگاہِ الٰہ العالمین میں شکر گزار ہوں کہ حضور

برہان ملت وحضور عید الاسلام میرے جد امجد علیہما الرحمۃ کے علم وفضل اوران کی شخصیات کے کچھ نمایا گوشوں پر ایک کتاب کو حضرت مفتی عابد حسین قادری نوری مصباحی صاحب (صدر شعبۂ افتاء وشیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم جمشید پور) نے قلم بند فرمایا، جوان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ عوام الناس اور خصوصاً علمائے اہلسنت کی منظورنظر ہوگی۔ مین جناب حاجی ابراہیم میمن (شہر بسنا ،ضلع: رائے پور) اور حضرت علامہ مولانا امام الدین رضوی خلیفۂ حضور مجاہد ملت وگلزارِملت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان حضرات نے اپنی خواہش دلی کو عملی جامہ پہنایا۔

جبل پور کے مفتی سید عبد الرحمٰن مصباحی صاحب اور مولانا اکرم مرکزیؔ صاحب (کٹنگی) اورنبیرۂ برہان ملت صوفی محمد ضیاء الحق صدیقی برکاتی سلمہم المولیٰ تعالیٰ کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ ان حضرات نے پروف ریڈنگ میں بہت محنت کی اور جہاں کمی پائی اسے دور کرنے میں عمل پیرا ہوئے۔۔ دعا کرتا ہوں کہ حضور برہان ملت ومحمود ملت کے فتاویٰ پر جو کام چل رہا ہے وہ بھی جلد پورا ہو اور منظر عام پر آئے تاکہ ان حضرات کی وہ دینی وملی خدمات جواب تک عوام سے پوشیدہ ہیں نوجوانانِ ملت کی موجودہ حالات مین صحیح رہنمائی کریں اور یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام معاونین کو جو روز اول سے تا روز آخر اس کام میں دامے درمے سخنے شامل رہے نعمت دارین اور برکات سے نوازے۔ امید کرتا ہوں کہ عوام ادارۂ ضیاء البرہان کے ذریعہ ہونے والے تمام کاموں میں حصہ لے کر سعادت دارین کے مستحق ہونگے۔

بتاریخ:۔ ۳۰رنومبر ۲۰۲۲ء مطابق۔۶ر ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ

طالب دعا: محمد مشاہد صدیقی قادری رضوی برہانی ،جبلپوری۔9302256729

تقریظِ جلیل

از قلم: مناظرِ اہل سنت مولانا عبدالستار ہمدانی برکاتی نوری، پور بندر (گجرات)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　　　نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　　　مسلکِ اعلیٰ حضرت زندہ باد

کتاب کے مؤلف حضرت علامہ مفتی عابد حسین نوری صاحب، شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم، جمشید پور نے کتاب کی تالیف وتدوین میں جو مشقت ومحنت اور عرق ریزی فرمائی ہے۔اس کے لئے تحسین وتعریف کے الفاظ نہیں ملتے۔

ماشاء اللہ! تقریباً ساڑھے چارسو (450) صفحات میں ہزاروں صفحات جتنی تفصیل بیان فرمادی ہے۔حضور سیدی آقائے نعمت برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ کے تمام گوشوں کو، نیز آپ کے آباء واجداد کی درخشاں تاریخ کو براھین وشواہد کی روشنی میں اُجاگر فرماکر اپنی تحقیقی صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔اللہ کرے زور بیان اور مزید نکھرے۔

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، امام احمد رضاؔ مجتہد بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہیتے مرید وخلیفہ، حضرت علامہ مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق جبلپوری قادری حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ اور آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مفتی عبدالسلام صاحب جبلپوری علیہ الرحمۃ والرضوان دونوں کو سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔بلکہ مولانا عبدالسلام جبلپوری تو اعلیٰ حضرت کے محبوب خلیفہ تھے۔

ندوہ کے ردوابطال میں مولانا عبدالسلام نے وہ کردار ادا فرمایا کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے فرحت وانبساط کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ " ماشاء اللہ! آپ نے اس فقیر کی بہترین نیابت ووکالت فرمائی۔ بارک اللہ "

اعلیٰ حضرت جیسی نادرِ زمن شخصیت اور مجدد و مجتہد ملت ذات گرامی کی ایک ساتھ دو (۲) خلافتیں ایک ہی گھر میں یعنی باپ اور بیٹے دونوں کو دی گئی ہوں، یہ ایک عجیب اتفاق اور فقید المثال معاملہ ہے، دونوں باپ بیٹے پر اعلیٰ حضرت کی ایسی نظر کرم وشفقت، عنایت ومحبت والتفات ولطف وتوجہ ایسی بے غایت تھی کہ شاید ہی یہ نوازش کسی اور پر ہو، بلکہ ردِ ندوہ میں پٹنہ، کلکتہ اور دیگر مقامات کے جید علماء جب اعلیحضرت کی طرف رجوع کرتے، تو انہیں اعلیحضرت مولانا عبدالسلام جبلپوری سے رابطہ قائم کرنے کا حکم فرماتے، حضرت مولانا عبدالسلام ایک معتمد اور معتبر نائب کی حیثیت سے اعلیحضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسی کامل نیابت فرماتے کہ اعلیحضرت فرطِ مسرت سے مسرور وشادماں ہوجاتے، مولانا عبدالسلام جبلپوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدماتِ جلیلہ کی بناء پر اعلیحضرت نے انہیں "عبدالاسلام" کے معزز خطاب ولقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت علامہ برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی تو علمی وروحانی پرورش وتربیت ہی اعلیٰ حضرت کے قدموں میں ہی رہ کر ہوئی ہے، ۱۳۳۲ھ میں آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے حصول کے لئے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں آئے اور دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہوئے، علاوہ ازیں ایک موقع پر اعلیٰ حضرت نے آپ کو اپنا روحانی فرزند فرماتے ہوئے پینتالیس (45) علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت عنایت فرمائی اور آپ کے نام " برہان الحق "

سے مناسبت رکھنے والے تین القاب، ۱/ برہان الدین۔ ۲/ برہان الملۃ اور ۳/ برہان السنہ، آپ پر چسپاں فرماتے ہوئے دعا فرمائی اور اپنی خلافت سے نوازا۔

حضرت برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح حیات بنام ”جہانِ برہانِ ملت“ تالیف وتصنیف فرما کر حضرت مولانا مفتی محمد عابد حسین صاحب شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم۔ جمشید پور نے تمام افرادِ اہلسنت پر عموماً اور رضوی حضرات پر خصوصاً ایک عظیم احسان فرمایا ہے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؔ مجتہد بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فرزند اور خلیفہ، حضور آقائے نعمت، برہانِ دین وملت، مفتی عبد الباقی برہان الحق، جبل پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ کی معلومات کے خزانے کے بکھرے ہوئے اور نایاب جواہرات کو ایک لڑی میں پرو کر ایک کتابی شکل میں پیش کیا اور ادارہ ”المجمع القادری، جمشید پور“ نے بذریعہ اشاعت ہمارے ہاتھوں کے زیور کی شکل وصورت میں تشہیر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے اور طفیل کتاب کے فاضل مؤلف اور مخلص ناشر کو اجر عظیم اور دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

خیر اندیش:۔ برادرِ طریقت، خانقاہِ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ

اور خانقاہِ رضویہ نوریہ، بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی

عبد الستار ہمدانی ”مصروف“ (برکاتی، نوری)

مورخہ:۔ ۳/ ربیع الغوث ۱۴۴۴ھ مطابق:۔ ۲۹/ اکتوبر ۲۰۲۲ء

بروز:۔ شنبہ

بمقام:۔ پوربندر

۹۲/۸۶ء

از قلم: حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب

تبصرہ

برہانِ رضا

آل الرحمٰن، برہان الحق شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

خلفائے اعلیٰ حضرت میں حضرت علامہ شاہ مفتی عبد الباقی برہان الحق صدیقی جبل پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بڑی شان تھی، خاندانی وجاہت، علمی جلالت مجدد وقت سے نسبت خلافت واجازت یہ ایسی شانیں ہیں، جنھوں نے حضور برہان ملت علیہ الرحمہ کے مقام ووقار کو بلند سے بلند تر کر دیا تھا، مزید یہ کہ سرکار امام احمد رضا عاشق مصطفیٰ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا، فقہ وفتویٰ میں پورے صوبہ مدھیہ پردیش (ایم۔پی) کے مرجع ومرکز اور پورے ہندوستان کے علما کے معتمد ومستند تھے، فتوے میں رنگِ رضا صاف جھلکتا تھا، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے "ولدی الاعز" کے خطاب سے نوازا، آپ کے خاندانی مطب کو استفادے کا شرف بھی بخشا، عرصے عرصے تک آپ کے مکان ذی شان کو شرف سکونت سے نوازا، ایک شعر نہیں ایک مصرعے میں شہزادۂ نوری وقار کو اور حضور برہانِ ملت کو یکجا کیا اور چھوٹی سی بحر میں دونوں کو اچھی طرح جگہ دی اور خوب سے خوب تر انداز میں پرویا، کہ نہ فن شاعری کا وقار مجروح ہوا نہ دونوں پیاروں کے ناموں کو توڑنا ہی پڑا پھر دوسرے مصرع میں دونوں کی شان ووقار کو مذکور فرمایا۔ فالحمد للہ ولہ المنۃ۔

افسوس صد افسوس کہ ہم ناکاروں نے ابھی تک ان کی حیات اور کارناموں کو سمیٹنے سجانے کی کوشش نہ کی۔ خیر! "دیر آید درست آید" کا مقولہ صادق آیا ہمارے محب مخلص احب خلّص، شاندار مفتی وشیخ الحدیث ہمدرد قوم وملت، مصلح امت، سراپا

خیر و برکت حضرت علامہ مفتی عابد حسین مصباحی رضوی نے قلم اٹھایا، معلومات کو یکجا کیا، سمیٹا سنوارا اور سوانح نگاری کا گویا حق ہی ادا کر دیا، آپ نے مرشدی سرکار مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا نوری، بریلوی قدس سرہٗ کی شان میں "مفتی اعظم استقامت وکرامت" لکھی، پھر حضرت حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کے احوال وکوائف جمع کیے، تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا ازہری علیہ الرحمہ کی سوانح حیات بھی صفحاتِ قرطاس کی نذر کرڈالی، پھر شبیہ مفتی اعظم، شہزادۂ استاذ زمن علامہ حسنین رضا خاں بن علامہ شاہ سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ پر بھی قلم اٹھایا، ان کے شب و روز، حیات و خدمات اور زہد وتقویٰ کو بھی حوالہ قلم کیا، اور اب یہ ذخیرۂ معلومات، حضور برہانِ ملت علامہ شاہ مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے آپ کے ہم دست ہے۔

اس میں حضرت کے والد گرامی حضرت عید الاسلام مولانا عبد السلام صدیقی جبل پوری کی حیات کا بھی گوشہ ہے اور جد امجد حضرت علامہ شاہ عبد الکریم علیہ الرحمہ کے حوالے سے بھی ضروری باتیں ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

حضراتِ خاندانی صدیقی جبل پوری کے ساتھ اس میں جگہ جگہ امام اہلسنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ کے احوال وتعلقات کی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی اور تاجدارِ اہلسنت حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی یادیں بھی ملیں گی ان کے سفر جبلپور کی روداد بھی سامنے ائے گی۔ گویا بریلی شریف اور جبل پور کی یادگار باتوں کا بھی یہ ایک حسین گلدستہ ہے۔

میں یہاں حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کا ایک گم شدہ باب قارئین کی نذر کرنا چاہوں گا وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت حضور سیدی مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ

کی وفات کے بعد جب عرس چہلم کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا تو اس میں حضور برہان ملت علیہ الرحمہ بھی تشریف لائے موقع غنیمت جانتے ہوئے میں نے اور حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی اور حضرت مولانا افتخار احمد قادری نے حضرت کی زیارت کی اور گفتگو کا پروگرام بنایا، حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے مکان میں حضرت برہان ملت کا قیام تھا ہم لوگ وہیں پہنچے اور زیارت سے شادکام ہوئے۔ دورانِ گفتگو حضرت نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: میں تقسیم ہند کے وقت مسٹر جناح کے موقف کا حمایتی تھا اور پر جوش حمایتی، اسی دوران ایک مٹنگ ہوئی جس میں فلاں فلاں لیڈران تھے، اور مسٹر جناح بھی، بات یہ چل پڑی کہ اگر علیٰحدہ ملک کی بات طے پا گئی اور مسلم لیگ اپنے مطالبے میں کامیاب ہوگئی تو اس علیٰحدہ ملک کا نام کیا رکھا جائے گا؟ حاضرین نے اپنی اپنی آرا پیش کیں، کسی نے کہا اس کا اسلامستان ہوگا، کسی نے کہا اس کا مسلمستان ہوگا، لوگ اپنی اپنی رائے پیش کرتے رہے تو میں نے بھی رائے پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس ملک کا نام" پاکستان" ہونا چاہیے، میرا یہ کہنا تھا کہ مجلس میں سناٹا چھا گیا، مسٹر جناح نے اس وقت میرے نام کی تائید کرتے ہوئے اپنی بند مٹھی زور سے میز پر ماری اور کہا، ویری گڈ نیم (Verry good name) یعنی یہ بہت اچھا نام ہے پھر سب نے اس نام کی تائید کی اور حسنِ اتفاق سے اس ملک کا یہی نام پڑ گیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو ہم لوگوں نے خود ہی حضرت برہانِ ملت کی زبانی سنا نوٹ بھی کیا، جسے آج کھلے لفظوں میں بیان کیا جا رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ پاکستان کے حامیوں میں تھے اور ضرور تھے، لیکن پاکستان بننے کے بعد وہاں جانے اور اپنے ملک ہندوستان کو خیر باد کہنے کے حق میں نہ تھے، کیوں کہ اس کے برے

نتائج آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے، چنانچہ جو لوگ اپنی زمین جائداد چھوڑ کر چلے گئے وہ بڑے خسارے اور نقصان میں پڑے، ان جانے والوں کی جائیدادیں بھی گئیں، مال بھی لوٹے گئے اور وہاں جا کر بھی انھیں وہ عزت نہ ملی جس کے وہ مستحق تھے۔ اس وقت سرکار مفتی اعظم حضرت شاہ مصطفیٰ رضا نوری (شہزادۂ اعلیٰ حضرت) قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان جائیں گے تو فرمایا۔ "میں اپنی جائیدادیں ،گھر، اور اعلیٰ حضرت کا در چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا"۔ اب ذرا سوچیے، کہیں مفتی اعظم اس وقت یہاں سے چلے گئے ہوتے تو مرکز اہل سنت بریلی شریف کا کیا حال ہوتا وہاں کے مدرسہ و مسجد اور خانقاہ کی کیسی بربادی سامنے آتی، یہ تھی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی دور اندیشی اور مستقبل بینی، جس کی وجہ سے آج خاندان اعلیٰحضرت عزت وسر بلندی کی زندگی گزار رہا ہے اور خوش حالی ان کا مقدر بنی ہوئی ہے، اور پوری دنیا سے عشاق وہاں پروانہ وار کھینچتے چلے آتے ہیں، قدیم علمی مراکز ترقی کر رہے ہیں تو کئی نئے تعلیمی مراکز قائم ہو گئے ہیں، جن میں جامعہ رضویہ منظرِ اسلام، دار العلوم مظہرِ اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ، اور جامعۃ الرضا سرفہرست ہیں۔

آخر میں مصنف کتاب "جہانِ برہانِ ملت" محب عزیز مولانا مفتی عابد حسین قادری مصباحی، زیدت معالیہ کو میں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کر رہا ہوں اور ان کا شکر گزار ہوں، پوری جماعت اہل سنت اور وابستگانِ برہان ملت کو بھی چاہیے کہ مصنف علام کو خراج تحسین پیش کریں اور قدر دانی سے نوازیں۔

یکے از منتسبین حضور برہانِ ملت

محمد عبد المبین نعمانی قادری، المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ،

۹؍ ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ؍ ۶؍ نومبر ۲۰۲۲ء

۷۸۶/۹۲

تأثر گرامی

از قلم: مفتی مجیب الرحمٰن صدیقی مصباحی، رائے پور

تصنیف و تالیف کا سلسلہ تو بہت پرانا ہے مگر زمانۂ قریب میں ہمارے لوگوں نے اس کی طرف کچھ زیادہ توجہ دیا ہے ورنہ پہلے تو زیادہ تر لوگوں کا حال یہ تھا کہ اپنے بزرگوں کے نام اپنے گھروں میں فاتحہ دلا دی یا عرس میں حاضری دے کر مزار مقدس پر چادر پیش کر دی یا لنگر شریف میں حصہ لے لیا تو یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے دین وسنیت اور بزرگوں سے حق محبت ادا کر دیا لیکن اب لوگوں کا مزاج اس سے اوپر اٹھا ہے اور سمجھا ہے کہ اس سے آگے جہاں اور بھی ہے۔ اب جہاں لوگ مذکورہ معمولات و مراسم ادا کرتے ہیں وہیں یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ اولیائے کاملین، بزرگانِ دین کا انتخاب انسانوں کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے، ان کے معمولاتِ زندگی انسانوں کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی حیات و خدمات، اوصاف و کمالات، کشف و کرامات، شخصیات با کرامات کو لوگوں کے سامنے کتابی شکل میں لائے جائیں تاکہ بندگانِ خدا ان سے ہدایت و رہنمائی حاصل کریں۔ ان ہی شخصیات با کرامات میں حضور برہان ملت قدس سرہٗ کی شخصیت ہے، ان کی سوانح حیات لکھنے کے لئے میں نے چاہا کہ مصنف بھی قابل، با صلاحیت، باوقار، تقویٰ شعار، خشیتِ الٰہی کا علمبردار، منظورِ نظر احمد مختار،، خیر یافتہ بارگاہِ پروردگار ہو اور قلم بھی مقبولِ عوام و خواص ہو، لہٰذا نقیب الاولیاء، عمدۃ العلماء والصلحاء، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ اور امینِ شریعت و محدّثِ کبیر، حضرت علامہ

مولانا مفتی محمد عابد حسین نوری صاحب قبلہ، دامت برکاتھم القدسیہ وفیوضھم العالیہ علینا وعلی سائر اھل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث جامعہ فیض العلوم، دھتکیڈیہ، جمشید پور، وقاضی جھارکھنڈ سے رابطہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں آپ کے ہاتھ میں ”جہانِ برہانِ ملت“ ہے۔ رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضورِ والا کی دیگر تصنیفات خصوصاً ”علامہ ازہری اور حیات وشخصیت“ و”حیاتِ علامہ سبطین رضا“ و”مفتیِ اعظم کی استقامت و کرامت“ و”مقامِ غوثِ اعظم اور امام احمد رضا“ و”ملک العلماء حیات وخدمات“ اور ثنائے خواجہ بزبانِ امام احمد رضا“ مقبولِ عوام وخواص ہوئیں، اسی طرح ”جہانِ برہانِ ملت“ کو بھی قبولیت عامہ سے مالا مال فرمائے اور حضور موصوف کے علم وعمل اور عمر ورزق میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور حاسدین ومعاندین سے بچائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر محمد مجیب الرحمٰن قادری غفرلہ

بانی مدرسہ فیضانِ غوث الوریٰ بیل گاؤں اڑیسہ

ومدرسہ اہلسنت فیضانِ اسلام گڈا جھارکھنڈ

۳۰/ربیع الاول شریف ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۲۰۲۲ء

تاثر گرامی

ازقلم :۔ مولانا محمد اسرار احمد قادری، جھریا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضور برہانِ ملت اور آپ کا آخری سفر

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

اعلیٰحضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات اور مشن کا سچا اور بے باک نقیب و ترجمان، آخری خلیفہ و تلمیذ و روحانی فرزند سرچشمۂ علم وحکمت پیر طریقت حضور مفتی عبد الباقی جبل پوری المعروف حضور برھانِ ملت علیہ الرحمہ جن کی حیاتِ مبارکہ کا آخری طویل سفر جھریا کو لفلڈ ہوا۔

۱۹۸۴ء میں سرکارِ مدینہ وغوث الوریٰ کانفرنس باہتمام ادارہ کاروانِ غازی میں شرکت و شمولیت ضلع دھنباد بلکہ جھارکھنڈ و بہار کے خوش عقیدہ ایمان والون کے لئے سعادت مندی تھی، اس جلسہ کے روح رواں حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی تشریف آوری کیلئے سعی بلیغ فرمانے والے، عاشقِ اعلیٰ حضرت مرید مفتیِ اعظم الحاج عبد الحفیظ قریشی رضوی نور اللہ مرقدہٗ نے پیش پیش رہ کر کلیدی کردار انجام دیا تھا۔

اس وقت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفاء میں آپ کی ذات تنہا با حیات تھی۔

قائد اہل سنت، مناظرِ اہل سنت حضور علامہ ارشد القادری علیہ رحمۃ الباری

نے اس اسٹیج پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"ایمان والو! پوری دنیا میں آج کی تاریخ میں صرف حضور برہانِ ملت کی ذات اعلیٰ حضرت کے آخری خلیفہ اور فرزند روحانی کی حیثیت سے جلوہ بار ہے، اس مبارک ساعت کی قدر کرو، اور اکتساب فیض کرلو"

اس موقع پہ تقریباً ۲۶ ہزار خوش بخت حضرات نے حضور سے شرف بیعت حاصل کیا، اور آج ۳۸ سال کے بعد بھی ان کے فیض و کرم سے خانوادہ سرکار برہانِ ملت سے لوگ شاد کام ہو رہے ہیں۔

شہزادۂ برہانِ ملت، خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضور الحاج ڈاکٹر مفتی محمد محمود احمد قادری، بعدہٗ شہزادۂ حضور برہانِ ملت حضور مفتی محمد حامد احمد قادری صدیقی پھر خلیفۂ حضور محمود ملت، زائر بغداد معلّٰی حضرت مولانا صوفی ضیاء الحق صدیقی البرہانی جبلپوری تشریف لاکر چمنِ قادری کے خوشہ چینوں کو سیراب فرماتے رہے۔

اکثر حضور محمود ملت فرماتے "جھریا دھنباد ہمارے بزرگوں کا لگایا ہوا چمن ہے جسے خانوادہ برہانِ ملت تا قیام قیامت اسے سینچتے رہیں گے۔ ان شاء اللّٰہ"

یہ سچ ہے گذری سنت کے مطابق زندگی تیری
بھلی سب کو لگی برہانِ ملت زندگی تیری

محمد اسرار احمد قادری

وائس پرنسپل دار العلوم اہل سنت اشاعت الاسلام جامع مسجد، جھریا،

ضلع: دھنباد (جھارکھنڈ)

تقریظِ جمیل

ازقلم: مولانا مفتی عبدالکریم نوری برہانی صاحب، گوونڈی بمبئی

مذہب اہل سنت زندہ باد　　　مسلک اعلیٰ حضرت پائندہ باد

تاریخ صداقت کا ایک صاف و شفاف آئینہ ہے، جس میں کسی بھی شخصیت کا سراپا، ان کی کارکردگی اوران کے ہشت بہشت جلوؤں کی ضیا پاشیاں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں، اور گردش ایام کے گرد وغبار اس چمکتے شیشے کو ہرگز ہرگز متأثر نہیں کر سکتے، جماعت اہلسنت کے لئے یہ بہت بڑا المیہ ہے، کہ ایک سے بڑھ ایک ہمالیائی شخصیت ہم سے رخصت ہوگئیں مگران کے اخلاص فی الدین، ان کی دینی خدمات، ان کے علمی جاہ وجلال، ان کی فکری شوکت وسطوت، ان کی تدریسی و تصنیفی صلاحیتوں اور قائدانہ رفعتوں سے نئی نسل ناآشنا اور غافل ہے، انہیں میں ایک ممتاز، مفتخر، محترم، باوقار اور جامع الفضائل ذات بابرکات اعلم العلماء، افقہ الفقہاء، عمدۃ المحدثین، صدیقِ مفتیِ اعظم ہند، نور دیدۂ اعلیٰ حضرت برہان الملت والدین حضرت مولانا الشاہ مفتی برہان الحق رضوی علیہ الرحمہ جبل پور شریف کی ہے۔

ارض ہند جس طرح فاطمی گلشن کے پھولوں سے معطر ہے، وہیں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے قدموں کی برکتوں سے یہ سرزمین باغ و بہار بنی ہوئی ہے، اسی گلستان صدق وصفا کے مہکتے ہوئے ایک پھول کا نام حضور برہان ملت ہے، آپ کے جد کریم برکۃ العصر امام العلماء

حضرت علامہ مفتی عبدالکریم علیہ الرحمہ اورآپ کے والدگرامی عیدلاسلام فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کی وہ ذاتِ مبارکہ تھی، جن کے علمی مراتب، تفقہ فی الدین، حسن تدبر، زور خطابت، فہم و ادراک، بالغ نظری اور قائدانہ بصیرتوں پر خود اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمدرضا قادری قدس سرہ کو پورا پورا اعتماد تھا، ایسے گہوارۂ برکت میں حضور برہان ملت نے آنکھیں کھولیں تو ان ساری عظمتوں کا اس ایک ذات میں سمٹ آنا کوئی بعید نہیں، آپ جماعت اہلسنت کے فاضل اجل، پر درد مبلغ، مخلص داعی، مسلک رضا کے ترجمان اورسیدی اعلیٰ حضرت کے تلامذہ اور خلفا میں بڑی شان وشوکت کے مالک تھے۔

آپ کی ذات میں حد درجہ تنوع تھا، پوری زندگی شرافت طبعی، سادگی، انکساری اور بے نفسی سے عبارت تھی، آپ کے حریمِ ذات میں سمعہ، ریا، نمائش اور نام ونمود کا کوئی گزر نہیں، آپ دینی، علمی، مذہبی، سیاسی اور تمام باوقار حلقوں میں اپنے کام اور نام سے پہچانے جاتے رہے، قدرت کے خزانۂ عامرہ سے درس و تدریس، تصنیف وتالیف، فقہ وافتا، اورشعروشاعری کا بھی وافر حصہ پایا، آپ کی تحریر میں سلاست وروانی، انداز بیان میں لطافت، فکر کی بلندی، جامعیت اور سہل پسندی کے عناصر پورے طور پر نمایاں ہیں، فقہ کی دولتِ گراں مایہ حضور اعلیٰ حضرت کے در سے حاصل کی اس لئے فتاویٰ میں گیرائی، تعمق نظری، اور زور استدلال پوری طرح تموج پر ہے، آپ کا خطاب بھی نہایت نکات آفریں اور معنویت سے بھرپور ہوا کرتا تھا، ہر جملے سے اصلاح کا نور برستا، دلوں کی تاریکیاں دور ہوتیں، عقیدۂ وعقیدت کی زمین لالہ زار ہوجاتی، اور اندازِ گفتگو اس قدر حسین و دلنشیں ہوتا کہ دلوں کو چھو جاتا اور روح کی خلوتوں تک اتر جاتا۔

آپ کے بڑے صاحبزادے محمود ملت حکیم اہلسنت مفتیِ اعظم مدھیہ پردیش حضرت علامہ مفتی الشاہ محمود احمد صاحب علیہ الرحمہ علم وفضل، حزم واتقا، مجدو شرف اور حلم وبردباری میں مکمل آپ کے عکس جمیل تھے، جو ابھی کچھ سالوں قبل ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے اور عالم سنیت ایک عظیم رہنما اور پرسوز قائد سے محروم ہوگیا، آپ کے چھوٹے صاحبزادے فخر العلماء، افتخارِ سنیت، نازش افتاء، وقار حکمت حضرت علامہ مفتی الشاہ حامد میاں صاحب قبلہ دام ظلہ جو ابھی تک اپنی خدمات کی چورانوے بہار دیکھ چکے ہیں، مگر الحمد للہ آپ پر ضعف کا کوئی اثر نہیں، نہایت صحت مند، ہر آنے والے کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ فرماتے اور شفقتوں سے پیش آتے ہیں۔

علمی بلندیوں، فقہی رفعتوں اور روحانی اقدار میں اس وقت اپنے والد گرامی سرکار برہان ملت کے سچے جانشیں ہیں، پورے مدھیہ پردیش میں آپ کے فتاوے علماء وفقہاء کے نزدیک قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، عمر کے اس منزل میں قدم رکھنے کے بعد بھی پورے طور پر مدھیہ پردیش بھارت کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور آج بھی مطب میں بیٹھ کر قوم کو امراض جسمانی و روحانی سے نجات دلانے کے لئے نسخۂ شفا تقسیم کررہے ہیں۔

آپ کے نبیرہ والا تبار خانقاہ سلامیہ وبرہانیہ کی آبرو حضرت مولانا مشاہد میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نہایت پاک طینت، پاک طبیعت، نیک سیرت اور حسن کردار کے مجسمہ ہیں، اخلاقی پہلو اس قدر بلند ہے کہ جو ایک بار ملتا ہے نقدِ دل ہار بیٹھتا ہے۔ جو مکمل طور پر خانقاہی عظمتوں کے وارث وامین ہیں، اور آپ کے لخت جگر، نور نظر حضرت مولانا ضیاء الحق ضیا میاں صاحب قبلہ نئی نسل کے نوجوان

عالم دین ہیں، اس عمر میں دل کی پاکیزگی، نگاہوں کی طہارت، کردار کی رعنائی، اور سیرت کا جمال دیدنی ہے، اس نوجوانی میں کسی خانقاہ کے صاحبِ سجادہ کا ظاہری اور باطنی تقدس کی دولت فراواں سے مالا مال ہونا قابل فخر ہے۔

اس وقت میری نگاہوں کے دسترخوان پر محب محترم حضرت مولانا مفتی عابد حسین رضوی مصباحی شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کی تازہ ترین ترتیب "جہانِ برہانِ ملت" سجی ہوئی ہے۔ پوری کتاب تو نہیں پڑھ سکا مگر جہاں جہاں سے پڑھا کتاب اچھی لگی، یہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خوش قسمتی ہے کہ حضور برہانِ ملت کی حیات و خدمات پر ایک اہم کتاب ترتیب دے کر دونوں جہان کی سعادتیں اپنے مقدر میں سمیٹ لیں، اہل اللہ کا تذکرہ مغفرت کی بشارت اور جنت کی ضمانت ہے۔

بلاشبہ حضور برہانِ ملت کا شماران عارفانِ حق میں ہوتا ہے جن کی ہر سانس سے "حق ہو" کی نکہتیں پھوٹتی تھیں، ہر ادا سے محبت رسول کا جام چھلکتا تھا، نگاہوں سے شریعت کا خمار ٹپکتا تھا، اور دل ہمیشہ خوفِ الٰہی کے جلوؤں سے آباد تھا، جن کے علم وفن، زہد وتقویٰ اور فکری بصیرتوں پر پوری جماعت کو ناز تھا، جو بیک وقت عالم، مفتی، محقق، محدث، مفسر، مدبر، حکیم، مصنف، مرد قلندر، عارف حق آگاہ اور مسند ارشاد وہدایت کے روشن ضمیر پیر تھے، ایسی شرف وکرامت سے آراستہ شخصیت پر حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ایک دستاویزی کتاب رقم کر پوری جماعت کے سر سے ایک بڑا قرض اتارنے کی بہت بڑی کوشش کی ہے، جس کے لئے ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، اس سے پہلے بھی مفتی صاحب کی مختلف النوع عنوانات پر کئی اہم کتابیں شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں،

حضرت مفتی صاحب قبلہ بزرگوں کی یادگار رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کے شیخ الحدیث اور قاضیِ شہر ہیں، تقریباً چالیس سالوں سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اوران کے علمی فیضان سے نونہالانِ اسلام پوری طرح مستفیض ہورہے ہیں۔

کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت عمدہ ہے، تاہم مناقب کا بھی ایک باب مختص ہونا تھا تاکہ نثر کے ساتھ نظم کی شکل میں شعراء ان کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج تحسین پیش کرکے اپنی آخرت کا سامان فراہم کرتے، میرے عزیز بڑے بیٹے حافظ وقاری مولانا حامد رضا رضوی سلمہٗ نے دو منقبتیں لکھی ہیں اگر معیار پر اتریں تو ہمیں یقین ہے کہ مفتی صاحب قبلہ ضرور شامل کتاب کریں گے۔

برادر دینی سراپا اخلاص محترم جناب ابراہیم صاحب برہانی کو بھی مولیٰ کریم دارین کی سعادتوں سے نوازے، اور تجارت میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، آمین ثم آمین اور مذہب حق اہلسنت وجماعت ومسلک اعلیٰ حضرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام

فقیر عبدالکریم نوری سلامی غفرلہ:

بانی ومہتمم مدرسہ اہلسنت وجماعت رضویہ، عیدالاسلام

فاؤنڈیشن بیگن واڑی، گوونڈی، ممبئی۔ ۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیضانِ برہانِ ملت

ازقلم:۔الحاج محمد ابراہیم قادری برہانی صاحب بسنا،ضلع مہاسمند (چھتیس گڑھ)

رسولِ رحمت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں،آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا،اس لیے کہ آپ کے حوالے سے ارشادِ ربانی ہے،"وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ"۔حدیث شریف میں بھی ہے،"لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ"(میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا) نبوت و رسالت کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا،مگر ولایت کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھلا رہے گا۔نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض و برکات کو ان کی امتِ مرحومہ تک پہنچانے کے لیے فضلِ الٰہی سے ہر دور میں اولیائے کرام اور علمائے فخام آتے رہے اور آتے رہیں گے۔جو نائبینِ رسول کی حیثیت سے علم وفضل اور ولایت و بزرگی سے مالامال ہوکر لوگوں کی رہبری کرتے اور فیضانِ نبوی سے سرشار کرتے رہیں گے،انہیں عبقری شخصیتوں میں صاحبِ علم وفضل،مفتی اعظم مدھیہ پردیش،تاجدارِ ولایت خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور برہانِ ملت جبلپوری علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار ہے،آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے،ہند و بیرونِ ہند متعارف ہے۔حضرت نے مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ سے کافی فیض پایا ہے، صاحبِ کشف و کرامات بزرگ ہیں۔یہ بات میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ وہ میرے پیرومرشد ہیں،میں ان کا مرید ہوں،بلکہ یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے،جسے

اپنے اور بیگانے سب نے تسلیم کیا ہے۔ میری دلی تمنا تھی کہ حضرت کی زندگی پر سہل الفاظ میں ایک جامع و مبسوط کتاب منظرِ عام پر آئے، فضلِ الٰہی سے میری یہ آرزو پوری ہوئی اور یہ گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ مشعلِ راہ ہے، منارۂ نور ہے، آئینہ اور چراغِ منزل ہے میری کوشش رہے گی کہ اس کا ہندی اور انگریزی ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آجائے۔

حضرت نے ہر طرف انوار و تجلیات کی بارش کی، اس کے چند قطرے مجھ پر، میرے گھر والوں اور شہر والوں پر بھی گرے جن سے ہم لوگ خوب سیراب ہوئے، اس کی سرگزشت کچھ اس طرح ہے۔

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سب سے پہلی زیارت میں نے جگدل پور (چھتیس گڑھ) میں کی، اس کے بعد میری دلی تمنا رہی کہ چونکہ حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے پردہ فرمانے کے بعد آپ ہی کی شخصیت نہایت عظیم اور بزرگ تر ہے، اس لیے بار بار ان کی زیارت کرتا رہوں اور ان سے فیض حاصل کرتا رہوں۔ لہٰذا ۱۶/ اکتوبر ۱۹۸۳ء میں جبل پور پہنچا اور ان کی بارگاہِ عالی میں حاضری دی۔ حضرت اپنی خانقاہ شریف میں جلوہ افروز تھے، میں نے اپنے معمول کے مطابق قدم بوسی اور گل پوشی کی، وہاں پر اور بھی کئی حضرات پہلے سے موجود تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ اگر آپ کسی سے بیعت نہیں ہوئے ہیں تو حضرت سے ہو جائیے۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں ایسے بزرگ سے مرید ہوں گا، جو ہر جگہ، ہر وقت میری رہنمائی فرمائیں، خواب میں بھی میری رہبری کرتے رہیں۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے میری طرف دیکھا، اس کے بعد میری کیفیت بدل گئی، میرا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور میں فوراً ان سے مرید ہو

گیا، اس ایک نظر کا کمال اب بھی نظر کے سامنے ہے۔ میں وہاں ایک رہائشی ہوٹل میں قیام پذیر تھا، وہاں پہنچ کر رات میں سویا تو دیکھتا ہوں کہ سرکار برہانِ ملت علیہ الرحمہ جلوہ بار ہیں اور فرماتے ہیں، ”تم کو کیسا پیر چاہیئے“ اس جملہ کے سننے کے بعد حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا، کیونکہ اس سے قبل میں نے کبھی کسی بزرگ کو خواب میں نہیں دیکھا تھا اور نہ ایسا گمان تھا، میں نے جواباً عرض کیا، حضور! اسی طرح میری ہر پریشانی کے وقت کرم فرماتے رہیں اور تشریف لاتے رہیں۔ یہ میری قسمت کی ارجمندی ہے کہ میرے مرشد نے میرا استغاثہ سن لیا اور مجھے خواب میں بھی اپنی زیارت سے سرفراز فرمایا۔ میرے دل میں حضرت کی ولایت وتصرف اور کشف وکرامت کا سکہ بیٹھ گیا اور عقیدت ومحبت میں اضافہ ہو گیا۔ اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضرت موصوف اور دیگر خاصانِ خدا حکمِ الٰہی سے جہاں دلوں کے خطرات پر آگاہ ہیں وہیں اپنے مریدین ومتوسلین کی فریادرسی بھی فرماتے ہیں۔ استغاثہ کی قبولیت اور کرم فرمائی دیکھئے کہ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے تو حضرت تشریف لاتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں میری ایک بچی عطیہ بانو کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ مغرب کا وقت تھا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ حضرت میرے سامنے کھڑے ہیں، اس کے بعد اچانک میری بچی کو تین بار ہچکی آئی اور رخصت ہو گئی، اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی، گویا حضرت میری تسلی کے لیے تشریف لائے اور لاتے ہیں اور غموں کو بانٹتے ہیں۔

اسی طرح حضور امینِ شریعت علامہ سبطین رضا خاں قدس سرہٗ سے مجھے کافی لگاؤ تھا، بہت محبت تھی، حضرت بھی مجھے پیار ومحبت سے نوازتے رہتے تھے۔ جب ان کا وصال ہوا تو گیارہ دن تک سرکار برہانِ ملت علیہ الرحمہ میرے سامنے جلوہ افروز ہوتے رہے۔ میں نے اس کا تذکرہ اپنے رشتہ داروں کے پاس کیا۔ اپنی اہلیہ محترمہ سے بھی ایک دن کہا کہ حضرت بار بار تشریف لا رہے ہیں، کوئی معاملہ رونما ہونے والا ہے، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا

کہ کیا ہوگا۔ آخر گیارہواں دن ۲۶ / محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۹ / نومبر ۲۰۱۵ء کو حضور امینِ شریعت علیہ الرحمہ پردہ فرما گئے، اور میرے اوپر غموں کا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ اس طرح حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ ہر مصیبت وغم میں ہمارے لیے سہارا بنتے ہیں، اور اپنے دیدارِ پرانوار سے مشرف فرماتے ہیں، یہ ان کا کرم ہے، احسان ہے۔

حضرت کا قدمِ مبارک ہمارے گھر بسنا، ضلع مہاسمند (چھتیس گڑھ) میں پڑا تھا، ۱۹۸۴ء میں حضرت یہاں تشریف لائے تھے۔ یہاں سے کھرسیا کا بھی دورہ فرمایا تھا۔ اس موقع سے بسنا کے کافی لوگ آپ سے مرید ہوئے، اگرچہ آپ نے مختصر وقت دیا، مگر یہاں اپنی ولایت و بزرگی کی کیل گاڑ کر گئے، میرے گھر میں بھی ایک مختصر سا پروگرام ہوا جس میں حضرت محمودِ ملت علیہ الرحمہ کا بھی بیان ہوا تھا۔ اس وقت میرے والدِ گرامی حاجی اسماعیل برہانی مرحوم بھی حضرت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ جب حضرت میرے یہاں قیام پذیر تھے تو آپ کی ایک خاص کرامت ظہور پذیر ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

میرے بڑے بھائی محمد بشیر صاحب کا ایک لڑکا ہے، جس کا نام عبدالشکور ہے، ۱۹۸۴ء میں جب حضرت کی بسنا میں تشریف آوری ہوئی تھی تو وہ تقریباً دو سال کا تھا۔ وہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور تھا، ہمہ وقت وہ لیٹا رہتا تھا، اس کے جسم کی ہڈیاں بہت کمزور تھیں، کئی ڈاکٹروں سے دکھلایا سب نے یہی جواب دیا کہ یہ ایسا ہی رہے گا، اس کے ٹھیک ہونے کی امید مت رکھو۔ جب یہاں حضرت تشریف لائے تو بھائی صاحب نے اسے لاکر آپ کے قدموں میں رکھ دیا، اور صحت کی دعا کے لیے عرض کیا۔ حضرت نے اس کے پورے بدن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، "یہ صحت یاب ہو جائے گا، ضرور چلے گا پھرے گا"۔ الحمدللہ! وہ تندرست ہو گیا، خوب چلتا پھرتا اور سب کام کرتا ہے، ایسا ہو

گیا جیسے اسے کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ یہ پیر و مرشد کی ایک عظیم کرامت ہے، جس کا میں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ آج میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیض ہے، جہاں رہتا ہوں اور جہاں جاتا ہوں، عزت ملتی ہے، یہ مقام بیعت وارادت کے بعد ہی حاصل ہوا ہے،

جب تک بکا نہ تھا، کوئی پوچھتا نہ تھا
تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

ہمارے لیے مسرت وخوشی کی بات یہ ہے کہ اگرچہ امام اہلِ سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو ہم نے نہیں دیکھا، مگر جن آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے، عشق ومحبت کے ساتھ دیکھا ہے، ان آنکھوں کو ہماری ان آنکھوں نے دیکھا ہے، ہمیں عظیم عاشقِ رسول کے دامن سے وابستہ ہونے اور فیض اٹھانے کا شرف ملا ہے، یہ ان کا خاص کرم ہے، بلاشبہ یہ میرے لیے توشۂ آخرت ہے۔

حضور برہانِ ملت دنیا سے جاتے جاتے بھی فیض بخشی فرماتے اور اپنی کئی کرامتیں دکھاتے گئے۔ پہلے میرے چہرے پر داڑھی نہیں تھی، سنتِ رسول سے دور تھا، آپ نے وصال سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ کوئی داڑھی منڈا میرے جنازے کو کاندھا نہ لگائے، میرے جنازے کو نہ چھوئے۔ میں وہاں ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور کاندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے پہنچا تھا، میرے جیسے ہزاروں آدمی اس غرض کے حصول کے لیے پہنچے ہوئے تھے، جب اس وصیت کا اعلان ہوا تو ہم لوگ سکتے میں پڑ گئے کہ اب کیا ہوگا؟ ہمیں داڑھی نہیں ہے، افسوس کہ حضرت کے جنازے کو کاندھا نہیں دے سکتے۔ ہم اس فکر وغم میں تھے کہ کچھ کرم فرماؤں نے بتایا کہ آپ حضرات صدق دل سے توبہ کیجیے اور دل ہی دل

میں پختہ ارادہ کیجئے کہ ہم داڑھی رکھیں گے ،اب نہیں ترشوائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے عزم کرلیا کہ داڑھی چھوڑ دیں گے ،اب نہیں کٹوائیں گے۔ پھر کاندھا دیا۔ الحمدللہ! اس کے بعد سے آج تک میرا چہرہ داڑھی سے سجا ہوا ہے۔

حضرت کا ایک فیض یہ بھی ہے کہ مرید ہونے کے کچھ مہینے بعد دینِ اسلام کی خدمت کی غرض سے ایک مدرسہ کھولنے کی میری خواہش ہوئی۔ حضرت مفتی عبدالحلیم رضوی صاحب ناگپور سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے بسنا میں ہی ایک مکتب کھول کر محلہ کے بچوں سے شروعات کرو۔

چنانچہ ۱۹۹۸ء میں میں نے اس کی بنیاد ڈال دی اور مقامی دو بچے سے درجۂ حفظ کا آغاز کردیا۔ مرشدِ گرامی حضرت برہانِ ملت قدس سرہٗ کی دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ مخیر حضرات نے ازخود فون کرکر کے بلایا اور کہا کہ یہ روپیے لیجئے اور مدرسہ بنائیے۔ اس طرح سب کام آسان ہوگئے۔ اور تین سال کے اندر ۲۰۰۱ء میں مدرسہ برہانیہ جسے ہم "عطائے رضا" کے نام سے جانتے ہیں، کی ایک وسیع وعریض عمارت کھڑی ہوگئی۔ آج ماشاءاللہ! تقریباً ایک سو طلبہ اس میں دینی تعلیم حاصل کررہے ہیں، میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ مدرسہ اتنی قلیل مدت میں اس قدر ترقی کرجائے گا۔ باری تعالٰی حضرت کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے، ان کے فیضان کو عام سے عام تر فرمائے، ان کا سایہ ہمارے اوپر ہمیشہ رکھے، اور اس مدرسہ کو بلند ترین دینی قلعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد ابراہیم قادری برہانی

بانی و مہتمم مدرسہ عطائے رضا، بسنا، ضلع: مہاسمند (چھتیس گڑھ)

مقیم الحال: رضا تالاب رائے پور (چھتیس گڑھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ

حضور برہانِ ملت اوران کے آباءواجداد

اس عالمِ رنگ و بو میں بے شمار ہستیاں آئیں ، مدتِ دراز تک رہیں اور چلی گئیں، ان کا نام ونشان تک نہ رہا، مگر کچھ وہ ہیں، جو وفات پانے کے بعد بھی زندہ ہیں، ان کے کارنامے بھی زندہ ہیں، زبانوں پر کل بھی ان کے چرچے تھے، آج بھی ہیں اور صبحِ قیامت تک رہیں گے ۔ ان ہی برگزیدہ شخصیتوں میں سے ایک شخصیت حضور مفتی اعظم مدھیہ پردیش ، برہانِ ملت حضرت مولانا عبد الباقی برہان الحق صدیقی قادری رضوی سلامی کی ہے، حضرت موصوف جہاں بڑے عالمِ دین، ذمہ دار مفتی ہیں، وہیں زبردست مفکرِ اسلام بھی ہیں ۔ جہاں مدرسہ برہانیہ میں منصبِ تدریس پر فائز ہوکر درس دیتے ہوئے اورسلامی دارالافتا میں مسند نشیں ہوکر فتاوٰی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں ، وہیں شعر وسخن اور نعت ومنقبت کے ذریعہ محبتِ خدا، عشقِ رسول اور الفتِ اولیائے کرام کا پیغام بھی نشر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ، وہ فکر وفن کے درشہوار اور ولایت و بزرگی کے تاجدار تھے، وہ امام احمد رضا جیسے قطب الارشاد اور مجدد اعظم کے شاگردِ رشید، مریدِ صادق، خلیفۂ مجاز اور روحانی فرزند تھے، وہ امام احمد رضا کے پیچھے پیچھے چلتے گئے، زمانہ ان کے پیچھے پیچھے چلتا گیا، وہ اپنے آقائے کریم کی اتباع و پیروی میں ہمیشہ تیز گام رہے ۔ سرِ مو بھی پیچھے نہ ہٹے ،ہاں ان کا خاندان بھی بہت اونچا ہے ۔ نسباً صدیقی ، مذہباً حنفی ، مسلکاً سنّی اور مشرباً قادری رضوی سلامی ہیں ۔ ان کے آباء واجداد بھی اتباعِ رسول میں بہت تیز گام رہے ہیں ۔ سیدنا ابوبکر صدیق ہوں یا حضرت سیدنا عبدالرحمٰن طائفی ۔ مولانا عبدالرحیم حیدرآبادی، مولانا عبدالکریم نقشبندی ہوں یا مفتی

عبد السلام قادری رضوی، ہر ایک آفتاب و ماہتاب ہیں۔ ان کے علم و فن، زہد و تقویٰ، کمالِ بزرگی اور فیوض و برکات کی ہر طرف دھوم ہے۔

بالفاظِ دیگر یوں سمجھئے کہ جبل پور (ہندوستان) کی سرزمین اس اعتبار سے نہایت خوش نصیب ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانوادے کی تین عظیم شخصیتوں نے اس شہر کو اپنے فیوض و برکات سے خوب نوازا۔ مولانا عبد الکریم صدیقی نقشبندی، عید الاسلام مفتی عبد السلام صدیقی رضوی، برہانِ ملت مفتی برہان الحق صدیقی قادری رضوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔ ان تینوں بزرگوں اور ان کے آبائے عظام و اجداد کرام نے خود کو علوم و فنون سے مزین کیا، فضل و کمال حاصل کیا اور اعلیٰ منصب پر فائز رہ کر علوم و فنون کی اشاعت اور دینِ اسلام و مخلوقِ خدا کی خدمات خلوص و للّٰہیت اور شوق و لگن کے ساتھ انجام دیں، جہاں بھی رہے اہلِ سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت اور اس کے فروغ و استحکام کے لیے مساعی جمیلہ کرتے رہے۔ اس طرح جبل پور اور دیگر خطۂ ارض سے جہالت کی تاریکیوں کو دور فرمایا، اور ہر طرف شریعت و سنت کی روشنیاں پھیلائیں۔ ایک وہ دور تھا کہ وہاں کوئی نمازِ جنازہ پڑھانے والا نہیں ملتا یا کسی کو اس کا مسئلہ معلوم نہیں تھا، لامحالہ نماز پڑھے پڑھائے بغیر جنازہ دفن کر دیا جاتا تھا، مگر قدرت کی طرف سے اس خطہ میں ہدایت کی قندیلیں روشن کرنا اس صدیقی کریمی سلامی برہانی خانوادے کے مقدر میں تھا، اس لیے مدینہ شریف، طائف شریف، حیدرآباد، تاڑبن، کامٹی ہوتا ہوا اُپرین گنج جبل پور پہنچا، مساجد و مدارس قائم کیے، تنظیمیں قائم کیں، تحریکیں چلائیں۔ لہٰذا ہر طرف اسلام کا بول بالا ہونے لگا، توحید و رسالت کا غلغلہ ہوا، محبتِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نغمے خوب سنائی دینے لگے۔

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقشِ پا چراغ   وہ جدھر گزرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

یہ شہر اس لیے بھی خوش قسمت ہے کہ وقت کے مصنفِ اعظم ، مجد دِ اعظم ، قطب الارشاد، امام اہلِ سنت سید نا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ ، شیخ الانام حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں اور تاجدارِ اہلِ سنت، کنز الکرامت، غوثِ زمن حضور مفتیِ اعظم علیھم الرحمۃ والرضوان جیسے عاشقانِ رسول نے اسے اپنے قدومِ میمنت سے بارہا نوازا ہے اور فیوض و برکات کے دریا بہائے ہیں ۔ عاشقوں کو عاشقوں سے محبت ہوتی ہے ۔ بریلی والے بھی محبانِ خدا و عاشقانِ رسول اور جبل پور والے بھی محبانِ خدا و عاشقانِ رسول ۔ دونوں ایک ہی زلف گرہ گیر کے اسیر ۔ لہٰذا جبل پور والے انہیں یاد کرتے رہے اور بریلی والے آ آ کر مدینہ شریف، نجف شریف، کربلا شریف، بغداد شریف، اجمیر شریف کے فیوض و برکات کا جام پلاتے رہے ۔ مگر افسوس صد افسوس ہے کہ کئی دہائیاں گزر گئیں لیکن اب تک نہ ان جام پلانے والوں پر خاطر خواہ کام ہوا اور نہ ان پینے والوں پر، عرصۂ دراز کے بعد مفتی محمد مجیب الرحمٰن رضوی صاحب، رائے پور، راقم السطور شیخ عابد حسین مصباحی اور جناب الحاج محمد ابراہیم میمن قادری سلامی، رائے پور کو یہ آرزو ہوئی کہ ان مئے عشق سے سرشار ہونے والوں کے نقوشِ حیات کو سہل انداز میں قلمبند کر کے ان کے نام لیواؤں میں اپنا بھی نام لکھوالیا جائے اور آنے والی نسل کے لیے مشعلِ راہ بھی ہو جائے ۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

اگر چہ مقصود حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کو بیان کرنا ہے، مگر ان کے ابِ محترم حضرت عید الاسلام اور جد مکرم حضرت مولانا الشاہ عبد الکریم قادری نقشبندی علیھما الرحمۃ والرضوان کے قدرے حالات بھی ملحوظِ خاطر رہیں گے کہ ان کے ذکر کے بغیر سوانحِ حیات مکمل نہ ہو گی ۔

حیاتِ جداکرم حضرت مولانا عبدالکریم نقشبندی

ولادت :۔ پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا شاہ عبدالکریم بن مولانا عبدالرحمٰن، کی ولادت ۱۲۳۳ھ میں تاڑبین حیدرآباد میں ہوئی، جہاں آپ کے آباءواجداد حضرت مولانا عبدالرحیم اور مولانا عبدالرحمٰن وغیرہما کو حکومت آصفیہ کی جانب سے معافی کی زمین حاصل تھی۔ بعد میں آپ اپنے والدِ گرامی مولانا عبدالرحمٰن کے ساتھ جبل پور سکونت پذیر ہو گئے۔

سلسلۂ نسب :۔ مولانا شاہ محمد عبدالکریم بن مولانا شاہ محمد عبدالرحمٰن بن مولانا شاہ محمد عبدالرحیم بن مولانا شاہ عبداللہ بن مولانا شاہ فتح بن مولانا شاہ محمد ناصر بن مولانا شاہ عبدالوہاب صدیقی طائفی۔

آپ کے آباءواجداد مدینہ شریف سے طائف منتقل ہو گئے، اس لیے طائفی کہلاتے ہیں، پھر وہاں سے منتقل ہو کر حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ پھر یہی خانوادہ جبل پور میں سکونت پذیر ہوا، آپ کا خاندان حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے تعلق رکھنے کے سبب اعلیٰ خاندان مانا جاتا رہا، اور دو چیز کی وجہ سے مشہور انام تھا، ایک علم و عمل اور دوسری نجابت و شرافت، اس لیے مندرجہ بالا نسب نامہ پر غور کریں تو سب کے ساتھ مولانا اور مولوی کا لقب لگا ہوا ہے، علمِ دین اور اس کی خدمت آپ کا اور آپ کے آباءواجداد کا طرۂ امتیاز رہی۔

آپ کا سلسلۂ نسب : حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر پھر یارِ غار مصطفیٰ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنھما تک پہنچتا ہے۔ حضور برہانِ ملت کی نویں پشت کے جد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب صدیقی طائفی رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حیدرآباد دکن ہندوستان کو زینت بخشی ہے۔

جداعلیٰ منصبِ امامت پر :۔ جداعلیٰ موصوف سلطنت آصفیہ کے ابتدائی دورِحکومت میں نواب آصف الدولہ،نواب صلابت جنگ بہادر کے ساتھ طائف شریف (جومکہ شریف کے قریب ہے) سے ہندوستان تشریف لائے اورحیدرآباد دکن میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ میر قمرالدین خاں آصف جاہ اول بانی سلطنتِ آصفیہ کا زمانہ تھا، جیسا کہ تذکرۂ برہانیہ میں جناب مولوی محمد رمضان عبدالعزیز رضوی سلامی صاحب مرحوم نے تاریخ رشیدالدین حانی وحاشیہ خورشید جاہی کے حوالے سے لکھا ہے۔ یہاں آنے کے بعد حکومتِ آصفیہ حیدرآباد کی جانب سے حضرت موصوف مکہ مسجد حیدرآباد کی امامت اورمحکمۂ امورِمذہبی کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ یہ عہدہ آپ کے خاندان میں مسلسل پانچ پشتوں میں پانچویں آصف جاہ کے زمانہ تک برقراررہا۔یعنی جداعلیٰ مولانا شاہ محمد عبدالوہاب صدیقی سے شروع ہوکر حضرت مولانا شاہ محمد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات تک باقی رہا۔

شیعوں سے نفرت اورحیدرآباد سے ترکِ سکونت :۔ شیعہ اور دیگر بد مذہب ہمیشہ چاپلوس رہے ہیں اورحکومت کی کاسہ لیسی کرنے والے۔جیسا کہ آج بھی یہ ایسا ہی کررہے ہیں۔مگر حضرت برہانِ ملت اورآپ کے آباء واجداد پختہ سنّی تھے، رافضی اور دیگر بدمذہبوں سے ہمیشہ دورونفوررہے۔آپ کی پانچویں پشت کے جد کریم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت ابوبکرو عمررضی اللہ تعالیٰ عنھما پر تبرّا کرنے والے شیعوں کے خلاف سخت احتجاج کیا،اور ان کا ڈٹ کرمقابلہ کیا۔انہیں اپنا دین وایمان اتنا پیارا تھا کہ اپنے فرزند مولانا شاہ عبدالرحمٰن اور اپنے پوتے حضرت مولانا عبدالکریم کو وصیت کرگئے کہ حکومتِ آصفیہ میں چونکہ بدمذہبی آرہی ہے ، اس لیے اپنے دین وایمان کی حفاظت کی

خاطر یہاں کا کوئی عہدۂ ومنصب نہ قبول کرنا اور ترکِ سکونت اختیار کر لینا ، ان دونوں نے حضرت کی وصیت ونصیحت پر بھر پور عمل کیا، اور اپنا دین وایمان وعقیدہ بچاتے ہوئے قیمتی عہدۂ ومنصب کو چھوڑ دیا اور حیدر آباد دکن کو خیر باد کہہ دیا۔ سلامتیِ ایمان وعقیدہ کے حوالے سے ان بزرگوں کی یہ عظیم قربانی تھی، جو انہوں نے دی۔

مولوی محمد رمضان عبد العزیز رضوی سلامی اپنی مختصر و مایہ ناز کتاب تذکرۂ حضرت برہانِ ملت میں رقمطراز ہیں،

"پانچویں پشت کے جد کریم مولانا شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمہ کے زمانے میں آصف جاہ رابع میر فرخند علی خاں کا دورِ حکومت تھا کہ محرم الحرام ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء کو پسر انوار جنگ نے علانیہ تبرّا کیا۔ علماے اہلِ سنت نے اس کے خلاف مکہ مسجد میں علمِ جہاد نصب کر کے سخت احتجاج کیا، یہاں تک کہ بلوائے عام ہو گیا۔ آصف جاہ خامس میر تہنیت علی خاں جو اس وقت ولی عہد تھے، مصالحِ ملکی کی بنا پر علماے اہلِ سنت سے کبیدہ خاطر ہو کر بہت افروختہ ہوئے اور اتنا زیادہ ناراض ہوے کہ تمام اہلِ سنت کو ان مناصب سے برطرف کرنے کے درپے ہو گئے، مگر مدار المہام بہادر کی حکمت عملی کام آئی، اور تبرّا اعلانیہ کا سدِّ باب ہو گیا، اہلِ سنت کے مطالبات تسلیم کیے گیے اور ہر طرح مظفر ومنصور ہوئے۔

فوری طور پر اگر چہ علماے اہلِ سنت سے کوئی تعرض نہ ہوا، پھر بھی عتابِ حاکم برابر جاری رہا، دھیرے دھیرے علمائے اہلِ سنت کا استحصال ہوتا رہا وہ اپنے مناصب سے ہٹائے جاتے رہے۔ اور ان کی جگہ خوشامدی حاکمِ وقت کے اشارۂ ابرو پر چلنے والے علماءِ سو نے رواج پالیا۔

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمہ نے حکومت اور حاکم وقت کے

طرزِ عمل کا بخوبی اندازہ فرمایا تھا، اسی بنا پر اپنے بیٹے حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ اور اپنے پوتے حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ کو وصیت و نصیحت فرمائی کہ :

” میرے فرزندو! اگرچہ خدا و رسول جلّ وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضل و انعام سے ہمارے خاندان کو مذہبی اقتدار اور اعزاز و وقار حاصل ہے، اس بنا پر حکومت و حاکمِ وقت آج تک مجھ سے کوئی تعرض نہ کر سکے، لیکن اب اپنے خاندان کے کسی بھی فرد کو مملکت آصفیہ، حیدرآباد میں کوئی بھی دینی، مذہبی اور دنیوی منصب نہیں قبول کرنا ہے۔ اور بہتر تو یہ ہوگا کہ اس حکومت کی حدود سے ترکِ سکونت بھی اختیار کی جائے۔ اس لیے کہ دین و ایمان اور اتباع سنت کی حفاظت دنیوی عزت و فکر معاش سے زیادہ بہتر ہے۔ (تذکرۂ برہانِ ملت ص ۱۰/۱۱/ ناشر: ادارۂ ضیاء البرہان، اپرین گنج، جبل پور (ایم۔ پی)

اللہ اللہ! بد مذہبی اور ضلالت و گمرہی سے دور رہنے، اپنے ایمان و عقیدے کی حفاظت کی خاطر اپنے باپ دادا کی وصیت و نصیحت پر کیسے عمل کرنے والے یہ بزرگانِ دین تھے۔ جنہوں نے دنیوی عزت و حشمت اور عہدے کو ہمیشہ کے لیے طلاق دے دی، ہزارہا مصائب و مشکلات جھیل لیں مگر پائے استقامت میں لغزش نہ آنے دی، آرام و سکون والے عہدہ پر فائز انسان جب اسے چھوڑ کر دوسری جگہ جاتا ہے، یا لگی روزی ترک کرتا ہے تو کتنی دشواریاں سامنے آتی ہیں، اس کا احساس اسی کو ہوگا جو کبھی اس سے گزرا ہو، یہ حضرات کبھی تاڑ بن، سکندرآباد پہنچ رہے ہیں، کامٹی، ناگپور (مہاراشٹرا) میں خیمہ زن ہو رہے ہیں تو کبھی جبل پور کی وحشت و اجنبیت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مولوی رمضان عبدالعزیز سلامی مرحوم

آگے لکھتے ہیں:

" حسبِ وصیت ونصیحت ہر دو حضرات (مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا عبد الکریم) نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حدودِ مملکت آصفیہ سے ترکِ سکونت اختیار فرمایا اور علاقہ تاڑبن، حیدرآباد میں سکونت اختیار فرمائی۔"

نوٹ :۔ تاڑبن سکندرآباد کے پاس ایک علاقہ ہے، جہاں برطانوی فوجی حکومت کا ہیڈکوارٹر تھا اور برطانوی ریذیڈنٹ کے قبضہ و اختیار میں تھا۔

یہاں سکونت اختیار کرنے کے بعد مولانا شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ نے برطانوی مدراسی فوج میں میر منشی اور کوتوال کے عہدے پر ملازمت اختیار کی۔

مدراسی فوج میں ملازمت اختیار فرمانے کے بعد جب یہ فوج حیدرآباد سے کامٹی (ناگپور) آئی، تو آپ بھی اس کے ہمراہ کامٹی آئے اور ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں حضرت موصوف اپنے والد ماجد مولانا محمد عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ کو اپنے ہمراہ لے کر جبل پور فوجی چھاؤنی تشریف لے آئے۔

فوجی عہدے پر رہتے ہوئے بھی خدماتِ دین وملت

حضرت برہانِ ملت اور آپ کے آباء واجداد کی خصلت رہی ہے کہ دین اور قوم کی خدمت بہرصورت کرنی ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالکریم مدراسی فوج میں میر منشی (جو مذہبی مدرس کا عہدہ ہوتا تھا، جسے آج انگریزی میں " آر، ٹی، ڈی، کہا جاتا ہے) اور کوتوال کے عہدے پر مامور ہوتے ہوئے بھی دینی خدمات کا شغف برقرار رکھا۔

جبل پور آنے کے بعد حضرت موصوف کے علم وفضل، ظاہری وباطنی فیوض

وکمالات کے خوب چرچے ہونے لگے،۔ دور دراز سے اطراف واکناف کے لوگ آپ کے پاس آتے اور مسائلِ شرعیہ حل کراتے ،نقوش وتعویذات اور علاج ودوا کی غرض سے نسخہ جات بھی لکھوانے کے لیے بکثرت آنے لگے۔ حضرت کی ذات با برکات فوجی ملازمت میں رہتے ہوئے بھی مرجعِ خلائق بن گئی۔

بقول مولوی محمد رمضان علی مرحوم" حضرت مولانا عبدالکریم سلسلۂ قادریہ میں حضرت دبلے شاہ محی الدین علیہ الرحمہ سراے ویلوری سے بیعت تھے، اور آپ کو حضرت مولانا شاہ سید ابوالقاسم یوسف حسن بخاری نقشبندی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی "

ملازمت سے استعفا اور مکمل طور سے خدمتِ دین :۔ جو سعادتِ ازلی سے بہرہ ور ہوتے ہیں وہ بزرگوں کی ہر بات پر من وعن عمل پیرا ہوتے ہیں، کسی طرح نہیں ٹھکراتے ،حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم بھی انہیں سعادت مندوں میں تھے، آپ نے ابھی پڑھا کہ حضرت موصوف اور والدِ گرامی مولانا شاہ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کی وصیت ونصیحت کو کس طور سے عمل میں لایا اور حکومتِ آصفیہ کے جلیل القدر عہدے کو چھوڑ کر ترکِ وطن کرلیا، فیروز بختی کی ایک دوسری مثال بھی اپنے دلوں میں بسایئے۔ دیکھئے مولانا عبدالکریم موصوف کے مرشد خلافت حضرت مولانا یوسف حسن بخاری نقشبندی ہیں۔ جب یہ سفرحج کے وقت اپنے مریدِ سعید سے ملاقات کے لیے مدراسی فوج کے ہیڈکوارٹر جبل پور میں پہنچے تو دیکھا کہ علم وعمل سے آراستہ تبلیغ دین کرنے والا قیمتی ہیرا دنیوی ملازمت میں پھنسا ہے، روانگی کے وقت اشارہ میں کہہ گئے،

" مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہیرا کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے،

وہ وقت کب آئے گا کہ یہ قیمتی جوہر کیچڑ سے باہر نکل آئے گا "۔

پھر کیا تھا، دل کی کایا پلٹ گئی، ملازمت سے استعفا دے دیا اور دینی تعلیم، وعظ و نصیحت سے تشنگانِ علوم کو سیراب کرنے میں مشغول ہو گئے۔ تفصیل جناب مولانا عبدالوحید مصباحی کے زرنگار قلم سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ رقم طراز ہیں:

۱۲۸۲ء میں حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم کے پیر و مرشد حضرت مولانا یوسف حسن بخاری نقشبندی سفرِ حج کو جاتے ہوئے براہِ جبل پور گزرے۔ اور انہوں نے مدراسی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں اپنے مرید و خلیفہ حضرت مولانا صاحب کے یہاں چند دن قیام فرمایا۔ دورانِ قیام انہوں نے جن حالات کا مشاہدہ کیا، اس کے تحت جبل پور سے روانگی کے وقت ارشاد فرمایا:

" عبدالکریما! بصد افسوس می بینم کہ الماس در آب و گل مخلوط است، کے بود کہ ایں جوہر از آب و گل بروں آید "۔

(ترجمہ: اے عبدالکریم میں نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کو دیکھا کہ ہیرا کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے، وہ وقت کب آئے گا کہ یہ قیمتی جوہر کیچڑ سے باہر نکل آئے گا)

حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم قادری نقشبندی نے اپنے پیر و مرشد کا یہ اشارہ پا کر ملازمت سے استعفا دینے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اپنے اس ارادے سے اپنے ایک انگریز آفیسر، جو آپ کا شاگرد تھا اور اردو فارسی آپ سے پڑھتا تھا، کو مطلع کیا، اس نے ہر چند حضرت مولانا صاحب کو اس ارادے سے روکنے کی کوشش کی اور دوسرے افسرانِ بالا اور مدراسی فوج کے با اثر مسلمانوں کے ذریعہ بھی اس نے استعفا نہ دینے کی گزارش و سفارش کروائی، مگر چونکہ یہ فیصلہ مرشد کا اشارہ پا کر

کیا گیا تھا، اس لیے اپنی جگہ اٹل رہا۔ اور اس کے ساتھ ہی حیدر آباد مراجعت کا ارادہ بھی ظاہر کر دیا۔ لیکن ان دنوں تک شہر اور صدر کے مسلمانوں کے دلوں میں حضرت مولانا صاحب کی محبت وعقیدت کے جو جذبات گھر کر چکے تھے، اس کے سبب بعض نے انفرادی طور پر اور کچھ نے اجتماعی طور پر حیدر آباد مراجعت فرمانے کے ارادہ کو ترک کرنے کی گزارش کی۔ بالآخر حضرت نے حیدر آباد مراجعت کے ارادہ کو ترک فرما دیا۔ اور جبل پور شہر میں سکونت اختیار کرنے کے لیے رضامندی کا اظہار فرمایا۔"

آپ کے وجودِ مسعود سے اسماعیل کے گھر میں برکت:۔ میر منشی اور کوتوال کے منصب سے استعفا دینے کے بعد حضرت نے محلہ کارم گنج اندھیر دیو میں ملٹری ٹھکیدار اسماعیل شاہ کے یہاں قیام کیا۔ اور اس کے ٹھیکے کے کام کی نگرانی اور حساب وکتاب کی ذمہ داری قبول کر لی۔ حضرت کے وجود سے موصوف کے کاروبار میں اس کے توقعات سے کہیں زیادہ خیر وبرکت نظر آئی، جس کا اظہار کئی بار اس نے حضرت سے بطور شکریہ کیا۔

بڑی مسجد کی تعمیر اور اس کی امامت:۔ اسماعیل شاہ نے جب کئی بار اظہار تشکر کیا تو آپ نے چاہا کہ اس دولت مند شخص سے دین کا کوئی کام لے لیا جائے۔ چنانچہ اس سے مشورۃً کہا۔ "صحیح اظہار تشکر تو یہ ہوگا کہ تم ایک بڑی مسجد تعمیر کرادو"

اس نیک مشورے کو اسماعیل شاہ نے قبول کیا اور مسجد کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ مسجد کا سارا کام حضرت موصوف ہی کے ذمہ سپرد کر دیا۔ فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے تھوڑی ہی مدت میں ۱۲۸۶ھ میں ایک شاندار مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی، اس کی تکمیل کے بعد حضرت نے محراب والی دیوار پر قطعۂ تاریخ تحریر کروایا جو آج بھی نصب ہے۔

مصدرِ خیر سید اسماعیل　　کرد مسجد بنا بفیض آید
فکر تاریخش ایں چنیں گفتا　　شدہ معمور سعید ارشد۔ ۱۲۸۶ھ

سفرِ حج وزیارت:۔ تعمیر مسجد کے بعد ۱۲۸۸ھ میں مولانا عبد الکریم صدیقی نے حجِ بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد فرمایا۔ اس مبارک سفر میں اسماعیل شاہ موصوف نے بھی ساتھ جانے کا عزم کیا۔ حضرت موصوف نے یہ دیکھا کہ ابھی حج کے ایام میں کافی وقت ہے، اس لیے بہتر ہوگا کہ پہلے مدینہ شریف کی حاضری ہو جائے۔ آپ پر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ تھا، اس لیے آپ کا یہ خیال مستحکم ہو گیا۔ اور جدہ پہنچنے کے بعد عازمِ مدینہ منورہ ہوئے۔ اور اسماعیل شاہ کو چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پندرہ دن سے زائد مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اور اپنے آقا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عشق ومحبت کی سوغات پیش کی۔ پھر ان سے خوب فیوض وبرکات لوٹے۔ حج کی ادائیگی سے قبل سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ حج کی قبولیت میں وسیلہ اور سفارشی بنایا جائے تاکہ حج قبول ہو جائے، لہٰذا انہوں نے اپنا مقصد پالیا۔ پھر حج کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ ۶؍ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

حج کے سارے ارکان وسنن کی ادائیگی کے بعد مکۃ المکرمہ کے عظیم عالمِ دین مفتی شافعیہ علامہ زینی دحلان سے ملاقاتیں کیں اور ان سے سندِ حدیث حاصل کی۔ یہ وہ جلیل القدر محدث وقت ہیں جن سے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو بھی سندِ اجازت حاصل تھی۔ حج سے فارغ ہو کر چند روز وہاں قیام فرمانے کے بعد اپنے وطن ہندوستان واپس آ گئے۔

مدینہ منورہ میں ایک شہزادے کا وصال:۔ حج وزیارت کے اس مبارک سفر میں مولانا عبدالکریم قدس سرہٗ نے اپنے بڑے شہزادہ حافظ وقاری عبدالغنی علیہ الرحمہ کو ساتھ لے جانا چاہا۔ یہ حضرت عید الاسلام، حضرت مولانا عبدالسلام کے بڑے بھائی ہوئے، یہ اس وقت صرف دس سال کے تھے۔ حفظ قرآن اورفنِ قرأت کی تکمیل کرچکے تھے، سب کے لاڈلے اور پیارے تھے، اس لیے جملہ اہلِ خانہ نے اس بچے کو ہمراہ نہ لے جانے کی درخواست کی۔ مگر وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ان کے مقدر میں تھی، دنیا کے سب سے بہتر قبرستان میں انہیں آسودۂ خاک ہونا تھا، اس لیے مولانا موصوف قدس سرہٗ نے فرمایا، ” محبت کا تقاضا یہ ہے کہ عزیز بچہ بھی اس مبارک سفر میں ہمراہ ہو۔ پھرانہیں ساتھ لے لیا۔ جب آپ جدہ سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ عازمِ مدینہ ہوئے اور مدینہ شریف صرف دو منزل کے فاصلے پر رہ گیا تو اس وقت شہزادہ حافظ وقاری عبدالغنی مرحوم کی طبیعت یکا یک ناساز ہوگئ، پھر جب زائرین کا یہ مقدس قافلہ سرکار کے روضے کے قریب پہنچا، اور ان کی نظر گنبدِ خضرا پر پڑی، درود وسلام پڑھنا شروع کردیا تو اس خوش قسمت بیمار نے بھی اپنی نظر اٹھائی اور جی بھر کر گنبدِ خضرا کا نظارہ کیا۔ عشق نے اپنا کام کرلیا، برسوں کی تمنا پوری ہوگئی، اور اسی حالت میں وہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ہوگئے۔

شعر:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مولانا عبدالکریم اور احباب نے جاں نثارِ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسولِ رحمت کے

جوارِ رحمت میں سب سے مقدس قبرستان جنت البقیع میں بوقت ظہر محاذی قبۂ سیدنا امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپرِ دِخاک کیا۔ اس وقت یہ راز واضح ہو کر سامنے آیا کہ خویش واقارب کے منع کرنے کے باوجود اس بچے کو مولانا عبدالکریم قدس سرہٗ نے کیوں ہمراہ سفر کیا۔ راز یہی تھا کہ اس مقدس و پاکیزہ سفر میں مولانا موصوف کے صبر واستقامت کا امتحان ہو، بچے کو حج وزیارت سے شرفیاب کرانے کا ثواب ملے اور اسے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر میں جانے، ان کے روضۂ پاک کی زیارت کرنے اور جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف ملے۔ پھر اس عازمِ حج کو قیامت تک ہر سال حج کرنے کا ثواب ملے۔

اسماعیل شاہ کے حج کا انجام:۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا عبدالکریم کے اس مبارک سفر میں اسماعیل شاہ نے بھی جانا طے کیا۔ لیکن جہالت نہایت بری بلا ہے، جس کا خمیازہ کبھی نہ کبھی بھگتنا ہی پڑتا ہے، اسماعیل شاہ کی بدقسمتی کہئے کہ سفرِ حج کے وقت پانی جہاز میں اسے وہاں جگہ ملی، جہاں غالی قسم کے وہابیوں کی ایک ٹولی تھی۔ وہ اسے گمراہ کرنے میں لگ گئے، ان بدطینتوں کا عقیدہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اطہر کی طرف سفر کرنا ناجائز و گناہ ہے، اس عقیدہ کو انہوں نے اسماعیل شاہ کے دل و دماغ میں بھی اتار دیا۔ اس پر وہابیت کا رنگ ایسا چڑھا کہ جہاز سے جدہ پہنچنے کے بعد جب مولانا عبدالکریم صاحب قدس سرہٗ حج کے وقت میں ابھی کافی گنجائش پا کر پہلے مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا اور اسماعیل شاہ کو بھی چلنے کا مشورہ دیا تو بدقسمتی سے اس نے انکار کر دیا، مولانا موصوف نے اسے کافی سمجھایا مگر نہ مانا۔ آخر میں مجبور ہو کر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے اور ادھر اسماعیل شاہ مکہ شریف چلا گیا۔ اور آپ سے علیحدگی اختیار کر لی۔

وہابیت سے متأثر ہونے کے سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ طیبہ سے بغض و نفرت اس طرح اس کے دل میں گھر گئی کہ حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہونے کے بعد بھی مدینہ منورہ نہ گیا اور سیدھے جبل پور واپس آگیا اور مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کی واپسی سے قبل ہی اپنے گھر پہنچ چکا تھا۔

فتح ونصرت :۔ ادھر مولانا عبدالکریم قدس سرہٗ مدینہ شریف کی حاضری پھر مکہ شریف جا کر حج وعمرہ سے فراغ حاصل کرنے کے بعد جبل پور پہنچے تو دیکھا کہ اسماعیل شاہ نے بڑی مسجد کو وہابیت کا اڈہ بنا دیا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کو کافی صدمہ ہوا، اور آپ نے یہ طے کرلیا کہ پہلا جمعہ پڑھانے کے بعد اس مسجد کو چھوڑ دوں گا۔ اسماعیل شاہ نے بہت کوشش کی کہ ایک جمعہ بھی آپ کو نہ پڑھانے دوں، مگر نصرتِ الٰہی آپ کے ساتھ رہی، صدر بازار اور ملٹری اور شہر کے مسلمان جو آپ کی امامت میں ہمیشہ نماز جمعہ ادا کرتے تھے، اس جمعہ بھی آپ کی اقتدا میں پڑھنے کے لیے آمادہ رہے اور اسماعیل شاہ اور اس کے ہمنواؤں کی کچھ نہ چلی۔ آپ نے عزت ووقار اور اطمینان کے ساتھ جمعہ پڑھایا اور اسماعیل شاہ سے اور بڑی مسجد کی امامت سے قطعِ تعلق کا اعلان فرمایا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تحفظِ دین وسنیت کے حوالے سے اسماعیل شاہ کی وہابیت کے سبب اس کی نفرت آپ کے دل میں ایسی رچی بسی کہ بعد نمازِ جمعہ اسماعیل شاہ کے مکان کو چھوڑ دیا۔ اور وہاں سے ترکِ سکونت اختیار کر کے کچھ فاصلے پر ایک دوسرے مکان میں عارضی قیام فرمانے پھر جبل پور چھوڑ کر حیدر آباد مراجعت فرمانے کا ارادہ فرمالیا۔ مراجعت کی خبر جب عقیدت مندوں کے درمیان پھیلی تو کسی طرح وہ آمادہ نہ ہوئے۔ اور کئی افراد نے اپنے اپنے مکانات دینے کی اور ان میں رہنے کی پیش کش کی۔ مگر کسی کے یہاں

آپ رہنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔اور ایک صاحب کے اس مکان میں رہنا پسند فرمایا جوایک زمانے سے بند پڑا تھا۔

اساتذۂ کرام : ۔آپ متبحر عالمِ دین تھے،فن طب اور علومِ دینیہ میں آپ کو کافی درک تھا۔وجہ یہ تھی کہ علمی شوق اور ذہانت وفطانت خوب ملی تھی،قسمت سے اساتذہ بھی صاحبِ کمال ملے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم اور والدِ گرامی حضرت مولانا عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔ بعد میں حضرت مولانا شاہ دبلے محی الدین صاحب راے ویلوری سے شرف تعلم حاصل ہوا۔فرنگی محل کے علما کا اس دور میں علمی طنطنہ تھا،چنانچہ یہ شرف آپ کو حاصل ہوگیا۔تفسیر،حدیث،فقہ،ادب، معانی، بیان اور منطق وغیرہ علوم متبحر عالمِ دین مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی علیہ الرحمۃ والرضوان المتوفی ۱۲۸۴ھ سے حیدرآباد میں حاصل کیے۔

بیعت وارادت : ۔حضرت مولانا شاہ دبلے محی الدین راے ویلوری سے آپ نے علم بھی حاصل کیا اور بیعت وارادت بھی۔حضرت مولانا شاہ سید ابوالقاسم یوسف حسن بخاری علیہ الرحمہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔اس لیے آپ متلاشیانِ راہ ہدایت کو سلسلۂ نقشبندیہ میں مرید فرماتے تھے۔

معمولات : ۔آپ کا سب سے بڑا مشغلہ دین اور علمِ دین کی خدمت اور اس کی ترویج واشاعت تھا۔مگر آپ عالمِ باعمل ہونے کے ساتھ بے مثال طبیب حاذق بھی تھے۔اس لیے روزانہ آپ کے در پہ مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔اور ہزاروں افراد امراضِ مہلک سے شفا پاتے تھے۔آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ نمازِ فجر سے کافی پیشتر مسجد کو توالی تشریف لے جاتے،نماز تہجد و نوافل پھر نماز فجر اور اوراد و

اذکار پڑھتے اور اشراق سے فارغ ہو کر مکان تشریف لاتے۔ اس وقت تک آپ کے مکان پر کافی مرد و عورت جمع ہو جاتے، کچھ وہ ہوتے جو اپنے بچے، بچیوں کو دروازہ پر دوا کی غرض سے لیے کھڑے ہوتے۔ آپ ان کی نبض یا قارورہ دیکھ کر دوا تجویز فرماتے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہتا۔ بعدہٗ کھانا تناول فرماتے اور قیلولہ کرتے پھر مسجد جاتے اور نمازیں ادا فرماتے۔ نماز تو فرض ہے جو کہیں بھی پڑھنے سے ادا ہو جائے گی، مگر جماعت سے پڑھنا واجب ہے، نماز با جماعت کی شان ہی الگ ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی کی جماعت چھوٹ بھی جائے تو مسجد میں نماز پڑھنا سنت ہے، مگر حضرت مولانا جماعت کی پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، یہ وہی چیزیں ہیں جو مسلمانوں کو نورانیتِ قلب عطا کرتی اور مقربِ بارگاہِ الٰہی کر دیتی ہیں، ایک بزرگ نے فرمایا کہ نماز تو با جماعت ہی ہے، بغیر جماعت کی نماز صرف ڈیوٹی پوری کرنی ہے۔

علمی مقام:۔ جیسا کہ واضح کیا جا چکا کہ مولانا عبد الکریم کا گھرانہ علمی گھرانہ تھا، مبدأ فیاض نے آپ کو وفورِ علم عطا فرمایا تھا، فقہ وغیرہ میں درک حاصل تھا، مسائل مستحضر رہتے تھے، اس لیے کتاب کی طرف مراجعت کے بغیر فتوے تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت نقل فتاویٰ کا باقاعدہ انتظام والتزام نہ تھا، اگر وہ فتوے نقل کیے گئے ہوتے تو ایک عظیم علمی ذخیرہ ہمارے سامنے ہوتا۔ البتہ کچھ اہم اور ضروری مسائل کچھ کتابوں کے اوراق پر تحریر فرما دیتے تھے، جواب بھی دار الافتاء عید الاسلام میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

آنجناب وعظ و تقریر بھی فرماتے تھے، تفسیر و حدیث کے بیان میں لطیف نکتے بھی بیان فرماتے، آپ کئی زبانوں کے مالک تھے، عربی، فارسی، اردو، انگریزی

مرہٹی، تیلگو، تامل وغیرہ بلا تکلف بولتے اور لکھتے تھے۔

علم طب میں مہارت:۔ یہ خاندان علومِ دینیہ کے ساتھ علمِ طب سے بھی مزین تھا، اس فن میں بھی حضرت موصوف مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر قسم کے نقوش وتعویذات میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے، فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے ان دونوں خوبیوں کے سبب مریضوں کو شفا ملنا ناگزیر ہے۔ اسی لیے مایوس العلاج مریض ہر طرف سے ناکام ہو کر آپ کے پاس آتے اور تعویذ واوراد اور دعا ودوا لے کر جلد ہی شفایاب ہو جاتے۔

اس قدر تبحر علمی، نجابت وشرافت اور شان وشوکت کے باوجود آپ کی زندگی انتہائی سادگی پسند تھی، نام ونمود سے دور ونفور تھی۔

تلامذہ :۔ جبل پور کے قیام کے دوران صدر بازار کی بڑی مسجد اور کوتوالی مسجد میں آپ درس دیا کرتے، یہی آپ کی دینی درسگاہیں تھیں، یہیں بیٹھ کر فتاویٰ بھی لکھتے، متوسلین وغیر متوسلین ہر قسم کے ضرورت مند آپ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتے اور عرض کناں ہو کر دامن کو گوہرِ مراد سے بھرتے تھے۔ آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے والے مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) مولانا مولوی قاری عبدالغنی صاحب

(۲) عیدالاسلام مولانا مفتی عبدالسلام قادری برکاتی رضوی

(۳) مولانا حافظ قاری محمد بشیرالدین قادری نقشبندی برکاتی رضوی

(۴) مولانا مولوی حافظ عبدالشکور

(۵) مولانا مولوی حافظ احمد سعید

(٦) مولانا مولوی حافظ غوث احمد

(۷) مولوی عبدالعزیز صاحب صدر بازار

(۸) مولانا خیرالدین صاحب نظامی

(۹) مولانا مرزا عبداللہ بیگ

(۱۰) مولانا محی الدین

(۱۱) مولانا مولوی امانت خاں

(۱۲) حکیم مولوی عبدالرحیم

(۱۳) مولوی عظیم اللہ صاحب

(۱۴) مولوی عبدالرحمٰن صاحب

اول الذکر چھ تلامذہ آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

خلفائے کرام:۔ آپ کے صرف دو خلفا کا سراغ مل سکا۔ اور وہ دونوں آپ کے صاحبزادے ہیں۔ (۱) عیدالاسلام حضرت مولانا مفتی عبدالسلام قادری برکاتی رضوی (۲) مولانا قاری محمد بشیرالدین صاحب۔ فضلِ الٰہی سے ان دونوں کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے، اس لیے حضرت عیدالاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان سلسلۂ قادریہ رضویہ میں بیعت فرماتے تھے، جب کہ قاری صاحب مرحوم سلسلۂ نقشبندیہ میں فرماتے۔

شعروسخن:۔ مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ کو شعروسخن سے بھی دل چسپی تھی اور فن تاریخ گوئی پر بھی عبور حاصل تھا، آپ کا وہ کلام جو صدر بازار کارم گنج، اندھیر دیو کی مسجد میں نصب ہے، اس کی عکاسی کرتا ہے۔

مصدر خیر سید اسماعیل	کرد مسجد بنا بفیض آید
فکر تار تخش ایں چنیں گفتا	شدہ معمور سعید ارشد (۱۸۸۲ سنہ ھ

(ترجمہ: سر چشمۂ بھلائی سید اسماعیل صاحب نے فضلِ الٰہی سے مسجد کی بنیاد رکھی، غور وفکر نے اس کا مادۂ تاریخ یہ نکالا۔ سعادت والا رشد وہدایت والا معمور وآباد ہوا)

نیز موصوف نے اپنے وصال کے وقت اپنے سالِ وفات پر جو مادۂ تاریخ سے متعلق کلام کہا وہ یہ ہے،

سر بدعت بریدہ بہر اللہ　　　مات عبدالکریم فی شوقہ

حضرت موصوف کی پرانی کتابوں کے اوراق پر ان کے مسودے کے طور پر نامکمل یا مکمل قصائد حمد ونعت کے ملتے ہیں۔ مگر قلمی بیاض کا بغور مطالعہ کرنے پر یہ بخوبی معلوم ہوا کہ اس میں سوائے حمد ونعت مناجات ومناقب اور عبرت افزا بے ثباتیِ دنیا کے مضامین ہی سے متعلق اشعار پائے گئے۔

حضرت مولانا صاحب کی بیاض نامکمل ہی ہے۔ مگر حافظ محمد احمد، حافظ محمد یوسف اور حاجی منشی عبدالغفار وغیرہم کی قلمی بیاضوں سے جو اشعار جمع کیے گئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

فارسی کے نو قصیدے اور ایک تضمین یا حبیب الالٰہ خذ بیدی میں پانچ مصرعے اپنی طرف سے ضم فرمائے ہیں۔ قصائد کے اشعار کی تعداد ۲۳۹ ہے اور تضمین میں دس بند ہیں فارسی کلام کے پڑھنے سے اس زبان میں ان کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ان کی ہندی اور اردو زبان میں جو اشعار ہیں۔ ان میں اردو کے دونوں خاص مرکز دہلی ولکھنؤ کی زبان کی جگہ محاورات وبندش تراکیب میں دکنی اردو کا ہی اثر پایا جاتا ہے۔

اردو قصائد جو دستیاب ہوئے۔ ان کی تعداد سات ہے اور ان میں کل اشعار ایک سو اٹھاسی ہیں، یہ قصائد اس زمانے کی محافل میلاد مبارک میں برابر پڑھے جاتے اور عوام میں قبولیت کا درجہ پا چکے تھے۔ ان کے کلام سے ایک مختصر انتخاب اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت والا اپنے کلام میں عشق تخلص فرماتے تھے۔

نعت پاک

اے حبیب خدا مرحبا مرحبا — سرورِ انبیاء مرحبا مرحبا
ہے عیاں سورۂ نون اور صاد سے — تیری وصف و ثنا مرحبا مرحبا
اپنے مشتاق کو اب بلا لیجئے — سوئے طیبہ شہا مرحبا مرحبا
کس سے مانگوں تمہارے سوا یا نبی — درد دل کی دوا مرحبا مرحبا

سینہ پر ہے مرا عشقؔ میں آپ کے
غیر کی جا کجا مرحبا مرحبا

فضائلِ درود شریف

ورد جس نے کیا درود شریف — اس کا حامی ہوا درود شریف
اس کا بے شک مقام جنت ہے — جس نے دل سے پڑھا درود شریف
ورد بہتر ہے اس کا شام و صباح — دی نبی نے بتا درود شریف
عاصیوں کے لیے یہی بس ہے — دردِ دل کی دوا درود شریف

مغفرت پر نظر ہماری ہے — آسرا حشر کا درود شریف
حشر میں، گور کے اندھیرے میں — اپنا حافظ بنا درود شریف
ہے یہ اعجاز عیسوی واللہ — زندہ دل کر گیا درود شریف

زندگی دو جہاں کی دل کو ہو
عشق سے پڑھ دلا درود شریف

سلام بحضور سرورِ انبیا علیہ التحیۃ والثنا

السلام اے سرور کل انبیا — السلام اے ھادیِ راہِ خدا
السلام اے پیشوائے مرسلاں — السلام اے رہبرِ ہر انس و جاں
السلام اے باعثِ ایجادِ خلق — السلام اے مرجعِ فریادِ خلق
السلام اے کاشفِ اسرارِ حق — السلام اے مظہرِ انوارِ حق
السلام اے شاہد و مشہودِ حق — السلام اے عابد و مقصودِ حق
السلام اے دستگیرِ عاصیاں — قاسمِ کوثر، رحیمِ انس و جاں
سہہ مقامت قاب قوسین السلام — السلام اے جد حسنین السلام

السلام اے عشق تو سامان ما
السلام اے عشق تو درمان ما

بے ثباتیِ دنیا

باغ جہاں سے سروخراماں چلے گئے — ہستی یہ اپنی جھاڑتے داماں چلے گئے
موسیٰ رہے نہ صاحب انجیل وہم زبور — صحن زماں سے صاحب فرقاں چلے گئے
یوسف عزیز مصر و زلیخائے رشک حور — شاہانِ سکندر اور سلیماں چلے گئے

گل کا کہیں نشاں ہے نہ بلبل کا کچھ پتا　یک دم میں دونوں چھوڑ گلستاں چلے گئے
نرم وقوی کی قدر نہ اس انجمن میں ہے　پیرانِ نا تواں و جواناں چلے گئے
گردون دوں پناہ کی گردش تو دیکھئے　گل خار سے ہو چاک گریباں چلے گئے
دروازے موت پائی کسی ایک نے نہیں　ملتے دو دست یاس حکیماں چلے گئے
کون ومکاں میں دھوم مچی الوداع کی　شاہ و فقیر بے سرو ساماں چلے گئے

جن کا ہوا تھا زندہ دل مردہ عشق سے
وہ گل حیات سے بھرے داماں چلے گئے

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات مجیب الدعوات ارحم الراحمین

ہوں غریق بحر عصیاں رہنا　زورق رحمت کا نگراں رہنا
نفس وشیطاں رہزنی پر چست ہیں　کر انہیں سست و ہراساں رہنا
فضل تیرا ہو تو بیڑا پار ہے　بس ہیں ہم خوار و پریشاں رہنا
ہم کو توفیقِ عبادت کر نصیب　فسق سے رکھ دور ہرآں رہنا
کر نمازِ پنجگانہ پر مقیم　اور صیام شہر رمضاں رہنا
رحم کر دارین میں ہم پر رحیم　دفع بھی کر شر شیطاں رہنا
مومنوں میں اتفاق و صلح دے　ہو نفاق ان سے گریزاں رہنا
رزق اور حسنات میں برکات دے　کام دل پر فوق ایماں رہنا
مومنوں کو غم نہیں دارین میں　والی مومن سے سبحان رہنا
خاتمہ ہو خیر وقت جاں کنی　ہو شہادت کا بھی ساماں رہنا
عرصۂ محشر میں دیجو جا ہمیں　مصطفٰی کے زیرِ داماں رہنا

مومنوں کو آخرت درجات دے　　یاں بھی رکھ با عزت و شاں رہنا
بارک اللہ امت احمد میں ہم　　فضل کا احمد ہے شایاں رہنا
عشق اپنا اور حبیب اپنے کا و نے　　دل میں مومن کے فراواں رہنا
بانی محفل کی کر حاجت روا　　حاضرین پر لطف و احساں رہنا

دل ہمارا کر منور عشق سے
اور لقا اپنے سے فرحاں رہنا

(اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور، ص ۴۳ تا ۴۶، مصنفہ ڈاکٹر مولانا غلام جابر شمس مصباحی)

اولاد :۔ حضرت مولانا مفتی عبد الکریم علیہ رحمۃ الرحیم کے کل سات صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ چھ کا ذکر درج بالا سطور میں گزر چکا، ایک کو چھوڑ کر سب کے سب عالمِ دین اور حافظِ قرآن ہوئے اور سب نے دینی خدمات انجام دیں۔ جن میں حضرت عید الاسلام اور قاری بشیر الدین صاحب کی خدمات سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔

وصال :۔ موصوف نے خوش قسمتی سے رمضان المبارک کا مہینہ پایا۔ ۱۶/رمضان المبارک کو آپ کا وصال ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ ۱۶/رمضان المبارک کو آپ کی طبیعت مضمحل ہوئی، آپ نے اپنے خلفِ اکبر عید الاسلام، مولانا حافظ مفتی عبد السلام سے فرمایا، اپنے تمام بھائیوں کو بلالو، حسبِ ارشاد قاری بشیر الدین، حافظ عبد الشکور، حافظ احمد سعید، حافظ غلام غوث، حضرت کے بھانجے حکیم سید عبد الرحیم صاحب حاضر ہو گئے۔ آپ نے سب کو نصیحتیں فرمائیں، پھر مفتی عبد السلام سے فرمایا کہ لکھو،

سر بدعت بریدہ بہر اللہ　　مات عبد الکریم فی شوقہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بدعات کا سر (ب) کاٹ کر عبد الکریم اللہ کے شوق و محبت میں چل بسا۔

اس شعر سے جہاں آپ کے وصال کے مادۂ تاریخ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کا وصال اسی ۱۴۳۱ھ سنہ۱۴۳۱ھ میں ہونے والا ہے، وہیں اس بات کی غمازی ہوتی ہے کہ آپ نے زندگی بھر بدعتیوں، رافضی، دیوبندی، وہابی، نیچری سے جہاد کیا اور ان کے سروں کو کاٹ کر قبروں تک پہنچا دیا، نیز یہ کہ محبتِ الٰہی سے سرشار تھے، اسی محبت وشوق میں آپ کا وصال ہوا، بقول حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ

" اس شعر میں دوسرا مصرع تاریخِ وفات کا ہے، اس مصرع کے اعداد سنہ۱۴۱۹ھ ہیں، اس میں صنعتِ تخریج کا استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اشارہ پہلے مصرع میں ہے کہ، " سرِ بدعت بریدہ بہرِ الٰہ " یعنی پہلے مصرع میں بدعت کا سر حرف (ب) کاٹا جائے جس کے دو عدد ہوتے ہیں پھر تفریق کی جائے تو سالِ وفات سنہ۱۴۱۷ھ نکل آتا ہے۔ اور بدعت کا سر کاٹنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ زندگی اتباعِ شریعت و پیروی سنت میں گزاری جائے اور دنیا سے اس طرح جائے کہ دامن غبارِ بدعت سے آلودہ نہ ہو "۔

مفتی عبد السلام صاحب نے یہ شعر حسبِ حکم تحریر فرمایا، اس شعر کو سننے اور نازک حالات کو دیکھنے کے بعد سارے بھائیوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا، بیٹے! ہر ایک کا وقت مقرر ہے اور وقت پورا ہو کر رہتا ہے۔ اب میرا وقت بھی پورا ہو چکا۔ اور خاص خاص مصاحبین کو بلوا کر ہر ایک سے مصافحہ کیا، حقوق العباد سے سبکدوشی کے لیے معافی مانگی اور سب کو دعائیں دیں۔ گھر میں کہرام مچ رہا تھا، آپ نے سب کو تسلی دی اور رونے سے منع فرمایا۔

تدفین کے لیے جو جگہ مقرر فرمائی تھی اس حوالے سے سب کے سامنے نصیحت فرمائی، اس طرح ۱۶ / رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۸ء دن کے ۱۱ / بج کر ۲۲ / منٹ پر اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

مزارِ مقدس:۔ آپ کا مزارِ پر انوار عیدگاہ کلاں جبل پور میں ہے، پہلے یہ عیدگاہ شہر سے باہر تھی، اب تو یہ شہر میں داخل ہے۔ آج جہاں آپ کا مزار مقدس ہے، اس مقام پر آپ اپنی حیات میں آیا جایا کرتے اور کچھ پڑھا کرتے تھے۔ اور اسی جگہ تدفین کے لیے وصیت فرمائی تھی۔ آج یہ مزار پر انوار زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔

آپ کے وصال کے دن شہر کی تمام دکانیں بند رہیں۔ افطار کے وقت جنازہ عیدگاہ کلاں پہنچا۔ عیدگاہ میں فرش بچھا کر افطار کے لیے کھجور اور خشک میوہ جات کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ غروب آفتاب پر افطار ہوا۔ نمازِ مغرب ادا کی گئی، بعدہٗ نمازِ جنازہ ادا کی گئی جبل پور کے کافی مسلمان نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ پھر آپ کو ابدی آرام گاہ میں رکھ دیا گیا۔ آدمیوں کا سیلاب اس قدر تھا کہ مسلسل ڈھائی گھنٹے چہرۂ مبارک کی زیارت میں گزر گئے۔ نمازیوں نے اسی عیدگاہ میں نمازِ تراویح پڑھی اور تہائی رات گزرنے کے بعد اپنے گھر واپس ہوئے۔

اعلیٰ حضرت سے مراسلت:۔ گو کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ سے مولانا مفتی عبدالکریم علیہ الرحمہ کی ملاقات نہ تھی، مگر دونوں ایک دوسرے سے متعارف تھے، اور کافی قدرداں بھی، خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ جب مولانا علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو بذریعہ تار خبر دی گئی۔ تو محدث بریلوی نے قابلِ قدر اور لاجواب قطعۂ وصال تحریر فرما کر ارسال فرمایا۔ جو تیجہ کی فاتحہ کے موقع سے جبل پور پہنچا۔ شرکاے جلسہ کو سنایا گیا اور خانقاہِ کریمی کے مغربی دروازے کی دیوار

میں سنگِ مرمر پر اس کا کتبہ لگایا گیا ہے۔

قطعۂ تاریخِ وصال :۔ قطعۂ تاریخِ وصال بقلم اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ

(۱) قِيلَ مَاتَ الزَّكِيُّ عَبْدُ الْكَرِيمِ	قُلْتُ كَلَّا بَلِ احْتُظِيَ بِدَوَامِ
(۲) حَيٌّ بَيِّنَةٌ عَنْ بَيِّنَةٍ فَكَيْفَ يَمُوتُ	اِنَّمَا الْمَيِّتُ هَالِكُ الْاَ وُهَامِ
(۳) اَيَمُوتُ الَّذِيْ لَهٗ خَلَفٌ	سَلَامُ اللّٰهِ مِثْلُ عَبْدِ السَّلَامِ
(۴) جَبَلُ الدِّيْنِ رَاسِخٌ بِقِيَامِهٖ	فِيْ جَبَلْفُوْر شَامِخُ الْاَعْلَامِ
(۵) قُلْتُ تَارِيْخُ عَيْشِهٖ الْاَبَدِيِّ	دَامَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ خُلْدَ كِرَامِ

ترجمہ: ۱۷ ــــــــــ ۱۳ھ

(۱) کہا گیا کہ صاف ستھرے نیک وصالح کا انتقال ہوگیا۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں، بلکہ انہیں ہمیشہ کی زندگی کا حصہ دیا گیا (وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کردیئے گئے)

(۲) وہ اپنی نشانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ پھر کیسے مرسکتے ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کا جنازہ صرف وہم کو دبانے کے لیے ہے۔

(۳) کیا ایسا شخص مرسکتا ہے، جس کا جانشیں مولانا عبد السلام جیسا ہو، اللہ اسے سلامت رکھے۔

(۴) وہ عبد السلام، جو جبلِ دین ہے (دین کا پہاڑ ہے) اور اپنی مضبوط بنیادوں کے ساتھ جبل پور میں قائم ہے، جس کی نشانیاں بہت بلند و بالا ہیں۔ (جبل کا معنی پہاڑ ہے، جبلپور، جو عظیم شہر کا نام ہے، جہاں کے رہنے والے مولانا عبد السلام ہیں، اس کا معنی یہ ہوا کہ جبل پور، پہاڑ والا مقام وشہر ہے، ٹھوس و مضبوط شہر ہے۔ اور اسی شہر کے رہنے والے مولانا عبد السلام ہیں، جو جبل پور (پہاڑ والے شہر) کی مناسبت

سے دین اسلام کے پہاڑ ہیں، دین پر سختی سے قائم ہیں، اور مرتبہ میں پہاڑ کی طرح بلند و بالا بھی۔

(۵) میں نے کہا، ان کی ہمیشگی کی زندگی کا مادۂ تاریخ یہ ہے۔

دام عبد الکریم خلد کرام (۱۳۱۷ھ) ہمیشہ کے لیے عبدالکریم عزت والوں کی خلد (جنت) میں رہیں)۔

مذکورہ سطر سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نہایت عجلت میں مذکورہ عمدہ کلام ارسال فرمایا، یہ ان کی قدرت کلام اور فن شعر گوئی کے ساتھ ان کی تاریخ گوئی پر دال ہے، ساتھ ہی علمائے کرام اور مشائخ فخام کے ساتھ محبت والفت، وسعتِ قلبی اور ان کی قدردانی پر دلالت کرتا ہے۔ خصوصاً مولانا مفتی عبدالکریم علیہ الرحمہ کے تعلق سے واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ان سے کافی محبت فرماتے اور ان کا خوب احترام کرتے تھے۔

حیاتِ حضرت مفتی عبدالسلام قادری جبلپوری

عید الاسلام حضرت مولانا مفتی عبدالسلام قادری علیہ الرحمۃ والرضوان ، حضرت مولانا مفتی حکیم عبدالکریم علیہ الرحمۃ والرضوان کے شہزادے اور حضور برہانِ ملت جبل پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد ماجد ہیں۔

ان کے حالات درج ذیل ہیں

ولادت:۔ عید الاسلام حضرت مولانا مفتی عبدالسلام کی پیدائش ۶ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۹ر ستمبر ۱۸۶۶ء میں ہوئی۔

تبحر علمی:۔ آپ نے صدیقی خاندان کی نجابت وشرافت کے ساتھ علم وفضل کا گھرانہ پایا۔ آپ کے والد گرامی الحاج مولانا عبدالکریم صاحب ایک حکیم حاذق، علم وعمل اور فضل وکمال میں یگانۂ روزگار تھے، اس لیے ایک ستھرے ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی۔ مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ نے جہاں پانچ اولاد کو حافظ قرآن بنایا وہیں سب سے پہلے آپ کو حافظ قرآن بنایا۔ اس کے بعد دیگر علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ لسانیات کے ماہر تھے، سولہ زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔

حضور عید الاسلام علیہ الرحمہ یوں تو ماہرِ علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔ مگر فقہ و فتاویٰ سے آپ کو کافی شغف تھا۔ آپ کہنہ مشق مفتی تھے۔ آپ نے جبل پور میں با ضابطہ دارالافتا کا قیام فرمایا۔ جس سے مسائلِ شرعیہ میں ملت کی رہنمائی فرماتے اور مسائل کو حل فرما کر مسلمانوں کی ضرورت پوری کرتے۔ اپنے فتاویٰ کے ذریعہ ہزاروں مسائل دینیہ سے امتِ مسلمہ کو روشناس کرایا۔ مسلمانوں کو بدمذہبیت و

گمراہیت سے بچایا اور گمراہوں کو ہدایت کے راستے پر گامزن کیا۔

مولانا عبدالوحید مصباحی اپنی کتاب ”برہانِ ملت حیات وخدمات“ میں رقمطراز ہیں:

”آپ بہترین قلم کار اور مصنف تھے، آپ کی تصانیف اور فتاویٰ آپ کی مہارت وصلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جن سے آج بھی عوام وخواص استفادہ کر رہے ہیں اور نہ جانے کتنے گم گشتگانِ راہ کو آپ کی تحریر پرتنویر سے صراط مستقیم ملی اور کتنے کافر دولتِ ایمان سے مالا مال ہوکر آخرت کی کامیابی حاصل کر کے مسرور ہو گئے۔ شریعت ہو کہ طریقت، دونوں ہی میں آپ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا اور اپنے زمانے کے مشہور اولیاء اللہ اور باکرامت بزرگوں میں تھے۔“

حضور عید الاسلام علیہ الرحمہ نہ یہ کہ صرف متدین عالمِ دین، ماہر علوم و فنون مفتی، حالاتِ زمانہ پر کڑی نظر رکھنے والے قائد تھے بلکہ باکمال واعظ و خطیب بھی تھے، آپ کے وعظ وخطابت سے کافی لوگوں کے قلوب مستنیر ہوئے۔

مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی رقمطراز ہیں:

شاہ عبدالسلام نے کھل کر اور جم کر دینی و مذہبی، قومی وملی، تعلیمی وتدریسی، قلمی وانشائی، وعظ وارشاد، طب وحکمت، تمام میدانوں میں نمایاں کارنامہ انجام دیا، خطاب تو ایسا فرماتے تھے کہ درو بام جھومنے لگتے، اور زمین ہلنے لگتی تھی۔ شیر بیشۂ اہلِ سنت علامہ ہدایت رسول قادری قدس سرہٗ کے بعد اگر کہا جائے کہ عید الاسلام شاہ عبدالسلام اور رئیس المتکلمین علامہ سید شاہ سلیمان اشرف اس فن میں ان کے جانشیں تھے، تو یہ بے جا نہ ہوگا“ (اعلیٰ حضرت اور علماے جبل پور ص ٦٦)

آپ ماہر حکیم بھی تھے : ان خوبیوں کے ساتھ مایہ ناز حکیم اور طبیب حاذق بھی تھے، طب وحکمت آپ کا خاندانی مشغلہ تھا، اور آج بھی آپ کے خانوادے میں یہ سلسلہ جاری ہے، مگر اس فن میں بھی آپ کی شان نرالی تھی ۔ ظاہر ہے کہ جب حکیم عالمِ باعمل بھی ہو، زبان وقلم میں تاثیر بھی رکھتا ہو، اس کی تشخیص ومعالجہ کا کیا کہنا، آپ دوا بھی دیتے اور دعا بھی فرماتے، تعویذات ونقوش سے بھی نوازتے، اس لیے آپ کے مطب میں مریضوں کا تانتا لگا رہتا۔ لاعلاج مریض آپ کے پاس پہنچتے اور شفایاب ہوکر واپس ہوتے،، تاریخی صفحات پر ایک واقعہ یہ بھی ثبت ہے کہ

" اچھا خاصا تندرست وتوانا اور ذہین وخوبصورت لڑکا روز بروز دبلا ہوتا چلا جارہا تھا، کبھی اس کے پیٹ میں، کبھی پاؤں میں، تو کبھی سر میں شدت کا درد ہوتا، بہت سے ڈاکٹروں کو دکھایا، اور بہت جھاڑ پھونک کرنے والوں کی طرف بھی رجوع کیا، کبھی کبھی فائدہ ہوجاتا لیکن جلد ہی مرض دوبارہ عود کرآتا۔ اور مریض شدت تکلیف سے کراہنے لگتا۔ سب جگہ سے تھک ہار کر جب مریض آپ کے پاس آیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اس کو ام الصبیان (بچوں کے ساتھ مسان کے خلل کا مرض) ہے۔ آپ نے پہلے ایک کورے پیالے پر تعویذ لکھ کر اسے پلایا۔ اور متعدد نقوش تحریر فرمائے جو حسب ہدایت کام میں لائے گئے ۔ پھر دواؤں کے ذریعہ اس کا علاج مکمل فرمادیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی دنوں میں وہ لڑکا صحت یاب ہو گیا، اس کی کھوئی ہوئی قوت وتندرستی واپس ہوگئی، اہلِ خانہ نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیں۔"

عیدالاسلام حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے تبحرِ علمی، فضل وکمال اور ان کے شہر جبل پور کی خوبیوں سے متاثر ہوکر ایک مصری شاعر ڈاکٹر سید محمد فہمی ریفی

نے ایک نہایت عمدہ کلام کہا ہے، جو مع ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنة الفردوس فی الدنیا حکه ۱ جبل فور الهند دارا لمتقین
ان مولانا بها قد اشرقت ۲ منه انوار تسر الناظرین
مولوی عبد السلام اخبره ۳ عنه ذکری الخیر بین العالمین
هو کا لبستان منه اثمرت ۴ زنبق العطر و فاحه یاسمین
او نهور جاریات ارسله ۵ ماءها شهد بقلب الشاربین
وله فی الخیر ایدی امطرت ۶ من ریاض العلم لهدی الزائرین
داره فیها طیور غردت ۷ فادخلوها بسلام آمنین

الشاعر المصری
السید محمد فهمی الریفی
دکتور فی الفلسفه والآداب

اشعار کا ترجمہ:۔

(۱) دنیوی جنت الفردوس کا نمونہ ہندوستان میں جبل پور ہے، جو متقیوں اور پرہیز گاروں کا شہر ہے۔

(۲) یقیناً وہاں کے مولانا عبدالسلام سے بہت سے انوار پھیلے، جو دیکھنے والوں کو خوش کرتے ہیں۔

(۳) مولانا عبدالسلام کے بارے میں سارے جہاں میں ذکرِ خیر نے یہ خبر پھیلائی۔

(۴) وہ مولانا عبدالسلام ایسے باغ ہیں جس نے خوشبو دینے والی چنبیلی کا پھول لایا اور جس سے یاسمین کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔

(۵) یا جس سے نہریں جاری ہیں، جن کا پانی پینے والوں کے دل کے لیے شہد کا کام کرتا ہے۔(جن کا پانی پینے والوں کے دل میں شہد کی میٹھاس چھوڑتا ہے)۔

(۶) اور اس (عبدالسلام) کے لیے بھلائی کی نعمتیں ہیں، جو زائرین کی ہدایت کے لیے علم کی کیاریوں سے پہنچتی ہیں۔

(۷) ان کے گھر میں پرندے ہیں جو چہچہاتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔

فادخلوھا بسلام آمنین (تو تم جنت میں سلامتی اور امن وامان کے ساتھ داخل ہوجاؤ)

نتیجۂ فکر: مصری شاعر

سید محمد فہمی ریفی

دکتورِ فلسفہ وآداب

ترجمہ:۔ از قلم شیخ محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

فضل وکمال:۔ عید الاسلام حضرت مولانا عبد السلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات علمِ ظاہر و باطن، شریعت وطریقت کا سنگم ہے۔آپ کا قول وفعل، جلوت وخلوت یکساں تھی۔اتباعِ شریعت وسنت، زہد وتقویٰ، تمسک بالسنہ،تصلب فی الدین،محبتِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ آپ کا شعار تھا۔اس لیے آپ کو کئی بزرگوں نے اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔اعلیٰ حضرت کی جانب سے ملی ہوئی اجازت و خلافت کی شان ہی عجب ہے۔باستثنائے شہزادگان حضور حجۃ الاسلام وحضور مفتی اعظم اعلیٰ حضرت کے اول خلیفہ ہونے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔

دوسرا شرف یہ ہے کہ آپ کے خانوادے کے تین افراد کو خلافت حاصل ہے،آپ کے ساتھ آپ کے برادرِ گرامی حضرت قاری بشیر الدین مرحوم اور آپ کے شہزادہ برہانِ ملت کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے خلافت عطا کی،آپ کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ ایک ہی خانوادے کے تین افراد کو اعلیٰ حضرت کی خلافت حاصل ہو۔

ندوۃ العلما کے جلسے میں شرکت:۔ عید الاسلام حضرت مفتی عبد السلام قدس سرہٗ کی خوش نصیبی کہ نہایت کم عمری میں زبردست عالم بن گئے تھے اور آپ کے تبحر علمی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا تھا۔چنانچہ ندوۃ العلما کا وہ اجلاس جو لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا، اس میں آپ کو مدعو کیا گیا اور ایک سال کے بعد جب بریلی میں منعقد ہوا اس میں بھی آپ کو مدعو کیا گیا۔ان دونوں اجلاس میں شرکت اور سیدنا اعلیٰ حضرت سے ملاقات پھر ان سے تعلم کی روداد حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی زبانی سماعت فرمائیے۔ آپ رقمطراز ہیں:

”والد ماجد مولانا عبد السلام،ندوۃ العلما کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ (۱۳۱۲ھ)

اور بریلی ۱۳۱۷ھ میں شریک ہوے، پھر جب ندوے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اس کے خلاف ہونے والے اجلاس منعقدہ پٹنہ (۱۳۱۸ھ۔ کلکتہ (۱۳۱۹ھ) بنگلور ۱۳۲۲ھ میں شریک ہوے اور امام احمد رضا کی ہدایات اور مشوروں پر ان جلسوں میں اہم کردار ادا کیا۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

ہندوستان میں ندوے کی تحریک چلی اور ہندوستان کے علما و مشاہیر کے نام دعوت نامے جاری ہوئے۔جد امجد مولانا محمد عبد الکریم حیدر آبادی اور والد ماجد کے نام بھی دعوت نامے آئے۔والد ماجد کا ابتدائی شباب کا زمانہ تھا۔اس نئ تحریک کے اغراض و مقاصد کو دیکھ کر اس کے اجلاس لکھنؤ میں شرکت کا خیال ہوا، جد امجد سے ذکر کیا، انہوں نے پورے حالات سن کر فرمایا:

"میں شرکت سے تمہیں نہیں روکتا، مگر بہت سمجھ داری اور احتیاط سے کام لینا اور بالکل فاسد خیالات سے اپنے آپ کو بچانا"۔

والد ماجد لکھنؤ کے لیے روانہ ہوے، الہ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین صاحب کا ساتھ ہو گیا۔لکھنؤ کا یہ اجلاس نہایت شاندار اجلاس تھا۔ ہر فرقہ، ہر مکتبِ خیال کے مشاہیر و سر برآوردہ شریک تھے، اس اجلاس میں مسلمانوں کی تعلیمی، ثقافتی ،اخلاقی ، معاشرتی حالات کا جائزہ لیا گیا۔ان مسائل کو اپنی مختصر تقریر میں، ناظم ندوہ نے روشنی ڈالتے ہوئے پیش کیا۔شبلی نعمانی نے طویل تقریر کی، دوسری نشست میں تجاویز مرتب کی گئیں، والد ماجد کو مجلس عاملہ کے خصوصی اراکین میں لیا گیا۔

ندوہ کے عام کھلے اجلاس میں والد ماجد کی تقریر مسلمانوں کی اصلاح تعلیم و معاشرت کے سلسلے میں تعمیری امور پر ہوئی، خواص و عوام نے پسند کی، مگر سنیت اور اہلِ سنت کے سلسلے میں والد ماجد نے جو کچھ فرمایا اس پر شبلی نعمانی نے نکتہ چینی کی۔

جبل پور واپس آ کر والد ماجد نے حضرت جد امجد کو تفصیلی حالات سنائے، وہ حالات سن کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

ندوۃ العلما کے بریلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے خصوصی دعوت نامہ اور پوسٹر آیا۔ حضرت جد امجد نے خوشی سے اجازت دی۔ اور اس کے ساتھ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے سلسلے میں ہدایت فرمائی۔

جلسۂ ندوہ میں دوسری بار شرکت اور اعلیٰ حضرت سے ملاقات

حضرت جد امجد نے اپنی زندگی میں والد ماجد مولانا عبد السلام کو اعلیٰ حضرت کی طرف متوجہ کیا، چنانچہ ۱۳۱۳ھ/ ۹۶-۱۸۹۵ء میں بریلی میں ندوۃ العلما کا اجلاس ہوا، والد ماجد کے نام خصوصی دعوت نامہ آیا، حضرت جد امجد نے خوشی سے اجازت دے دی اور فرمایا:

"ندوہ میں شریک ہو یا نہ ہو لیکن مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ضرور ملنا، اس وقت ان کا علم و فضل و کمال اپنی وسعت و تابانی اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال، انتہائی عروج و کمال پر ہے، جس طرح بھی ہو مولانا کی خدمت میں رہ کر جتنا فیض حاصل کر سکو، تمہارے خاندان کے لیے باعثِ رحمت و برکت و سعادت و سربلندی ہوگا، بریلی میں ندوہ کا یہ اجلاس تمہارے لیے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے علم و فضل و سعادت حاصل کرنے کا ان شاء اللہ ذریعہ اور سبب ہے"۔

والد ماجد بریلی روانہ ہوئے، الہ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین صاحب کا ساتھ ہو گیا، اجلاس میں شرکت ہوئی لیکن مولانا محمد حسین الہ آبادی کے اعتراض پر شبلی کی برہمی اور بدزبانی نے بدمزگی پیدا کر دی (جس کی تفصیل آگے آتی ہے)

چنانچہ دونوں حضرات جلسے سے واک آؤٹ کر گئے، چلتے ہوئے والد ماجد نے امام احمد رضا کے رسالے"سوالات حقائق نما بروٴس ندوۃ العلما" پر دستخط کر کے شبلی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا:

"اس کے ہر سوال کا مفصل جواب دے کر مطمئن کرنا آپ کا اور آپ کے تمام ہم خیال اراکین کا ذمہ ہے اور آپ سب کا اخلاقی فرض ہے۔"

اس واقعہ کے بعد والد ماجد محلہ سوداگران (بریلی) میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ ان کی پہلی حاضری تھی۔ والد ماجد نے ایک پرچہ پر اپنا نام لکھ کر ایک بچہ کے ہاتھ اندر بھیجا، چند منٹ بعد اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے، السلام علیکم فرمایا۔ ہاتھ میں ایک لفافہ تھا، والد ماجد سے معانقہ کیا اور فرمایا:

"یہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ ملا، خط پڑھ رہا تھا اور اس فقرہ پر نظر تھی:

"فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے، اس پر نظرِ کرم فرما کر اپنی تربیت اور سر پرستی میں فیضانِ علومِ ظاہری و باطنی سے اسے عزت و سرفرازی بخشیں۔"

عین اسی وقت آپ کا رقعہ ملا، آپ کا اسمِ گرامی پڑھ کر معاً متصور ہوا کہ یہ آپ کے والدِ محترم مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ وہ روحانی طور پر خط کے ذریعہ آپ کو اس فقیر کے سپرد فرما رہے ہیں اور آپ کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دے رہے ہیں، ماشاءاللہ وبارک اللہ "۔

اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے حضرتِ جدِ امجد کی خیریت پرسی کے بعد بریلی آنے کا سبب دریافت فرمایا، والدِ ماجد نے ندوہ کی روداد، شبلی سے گفتگو، سوالاتِ حقائق نما کے ٹائٹل پر مجلسِ عاملہ کے خصوصی رکن کی

حیثیت سے دستخط کے ساتھ چند اہم کلمات کہتے ہوئے شبلی کے ہاتھ میں رسالہ دینے کا پورا واقعہ سنایا۔۔ اعلیٰ حضرت نے توجہ کے ساتھ تمام واقعات سن کر والدِ ماجد کو سینے سے لگا کر فرمایا: ماشاء اللہ! آپ نے اس فقیر کی بہترین نیابت ووکالت فرمائی، بارک اللہ۔ اور بے حد مسرت کے ساتھ دریافت فرمایا:

"کہاں قیام ہے؟

عرض کیا۔۔۔۔۔۔ڈپٹی اشفاق حسین کے یہاں ۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت نے ڈپٹی اشفاق صاحب کے یہاں سے سامان منگوالیا۔

تعلیم اور سندِ خلافت:۔ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں صاحب کی تعلیم کا یہ آخری دور تھا چنانچہ والدِ ماجد بھی انہیں کے ساتھ امام احمد رضا کے درس میں شریک ہوئے اور دس مہینے مسلسل امام احمد رضا کے فیض علمی و عملی، ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور بیعت وارشاد کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے۔۔۔۔اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کی علمی و عملی، ذہنی و اخلاقی قابلیت وصلاحیت کا بنظرِ عمیق معائنہ فرمایا اور پھر افتا و وعظ و درس کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا، عربی میں ایک سند عطا فرمائی اور دستار فضیلت سے نوازا۔۔۔۔۔امام احمد رضا کی سند ملاحظہ فرمائیں جو ۳/ ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء کو خود تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خصص ھذہ الامۃ المرحومۃ ببرکات الاسناد و سلاسل الاولیاء الامجاد والصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ الکرام الی یوم التناد، اٰمین

وبعد فقد سألنی العالم العامل الفاضل الکامل تقی الشباب
نقی الثیاب المتحلی بحلیة الفضل المعنوی والکمال الصوری
مولانا المولوی محمد عبد السلام الجبلفوری زین اللہ وجهه و
قلبه بالضیاء والنور اجازة الصحاح الستة وسائر کتب
الاحادیث والفقه والتفسیر والکلام وغیرها من مرویاتی عن
الاجلة الکرام واذن الوعظ والتدریس والافتاء والارشاد الی
طریقة العرفا ء الاسیاد تحسین ظن منه بهٰذا الفقیر فی ذلك
وان لم اکن اهلا لما هنالك فاجبته الیه لما رأیت من اهلیته
لدیه واجزته بجمیع ما اجازنی به شیخی و سیدی و مولایَ و
مرشدی و کنزی و ذخری لیومی و غدی السید الشاہ اٰل رسول
الاحمدی المارهروی و شیخی فی الحدیث السید الشریف
العلامه احمد بن زین بن دحلان والسید الجلیل حسین بن
صالح جمل الیل والمولی العلامة عبد الرحمٰن بن عبد اللہ
السراج المکیون والشیخ الاجل السید الشاہ ابو الحسین
احمد النوری حفید حضرة شیخی وبجمیع ما انا ما ذون به من
السلاسل العلیة القادریة القدیمة والجدیدة والرزاقیة
والمنوریة والاهدلیة والجشتیة والسهروردیة والنقشبندیة
القدیمات والجدیدات والبدیعة والعلویة والمنامیة وکل ما
احتوی علیه الکتاب المستطاب "النور والبهاء فی اسانید
الحدیث وسلاسل الاولیاء" فکل ما فیه عن حضرة شیخی

فانا ماذون به من لدنه وما فیه وعن غیره فانا مجاز به عن حضرۃ حفیدہ وحامل خیرہ و کذالك اجزته بالوعظ والافتاء والدرس بشرائطها المعلومة عند اهلها فلیتثبت و لیخش الخطاء والغلط والجرأۃ والشطط ولیتق الله ربه ولا ینسی من دعائه الصالح کان الله لی و له فی الدنیا والاٰخرۃ ومنحنا جمیعا فی الدارین نعمة الفاخرۃ اٰمین۔ وکان ذالك لثلاث خلون من ذیقعدۃ الحرام یوم الجمعة المبارکة افضل الایام ۱۳۱۳ من هجرۃ سیدالانام علیه و علیٰ اٰله الکرام افضل الصلوٰۃ والسلام والحمدلله رب العالمین۔

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

تمام حمد اللہ کے لیے جس نے اس امت مرحومہ کو اسناد اور مجد و بزرگی والے اولیاء اللہ کے سلاسل کی برکتوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ اور قیامت کے دن تک درودوسلام نازل ہوتمام سرداروں کے سردار سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور ان کی آل اطہار اور صحابۂ کرام پر۔ آمین۔

حمد وثنا کے بعد مدعیٰ یہ ہے کہ عالم، فاضل، باکمال، متقی، صاف ستھرے، معنوی فضل اور صوری کمال سے مزین مولانا مولوی محمد عبد السلام جبلپوری (اللہ اس کے چہرے کو نور وضیا سے مزین ومنور فرمائے) نے مجھ سے صحاح ستہ، احادیث، تفسیر، فقہ، علم کلام، وغیرھا کی ان تمام کتابوں کی اجازت کا سوال کیا جن کی جلیل القدر مشائخِ کرام سے روایۃً مجھے اجازت ملی اور وہ ان بزرگوں سے میری مرویات ہیں۔ اور وعظ، درس وتدریس اور سردارانِ ملت عارفین باللہ کے طریقے

کی طرف ارشاد و بیعت کی بھی اجازت چاہی، اس لیے کہ وہ اس تعلق سے مجھ فقیر کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہیں، اگر چہ میں خود کو اس اس کا اہل نہیں پاتا۔ اس کے باوجود میں نے اس کے سوال پر لبیک کہا، کیونکہ میں نے انہیں اس کا اہل پایا۔ اور انہیں میں نے ان تمام چیزوں کی اجازت دی جن کی میرے شیخ و مرشد، سیدی و مولائی، میرے خزانہ، میری دنیا و آخرت کا ذخیرہ سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی اور حدیث میں میرے شیخ سید، شریف، علامہ احمد بن زین دحلان مکی اور جلیل القدر سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی اور سیدی علامہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج مکی اور مرے مرشد جلیل القدر نبیرۂ شیخ مذکور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری نے اجازتیں دیں۔ اور ان سلاسل عالیہ علیہ قادریہ قدیمہ جدیدہ، رزاقیہ، منوریہ، اہدلیہ، چشتیہ قدیمہ و جدیدہ، سہروردیہ قدیمہ و جدیدہ، نقشبندیہ قدیمہ و جدیدہ، بدیعیہ، علویہ منامیہ اور وہ تمام چیز جو کتاب مستطاب "النور والبھا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیا" میں درج ہے، کی اجازت دی، تو جو اس میں میرے قدر والے شیخ سے مروی ہے، میں اس کا ان کی طرف سے ماذون ہوں، اور جو اس میں ان کے علاوہ سے مروی ہے ان سب کا عزت والے، خیر و بھلائی والے ان کے نبیرہ حضرت ابوالحسین احمد نوری کی طرف سے ماذون و مجاز ہوں۔

اور اسی طرح میں نے انہیں، وعظ و افتا اور درس و تدریس کی بھی اجازت ان شرائط کے ساتھ دی جو ان کے اہل کے درمیان مشہور و معلوم ہے۔ تو انہیں (مولانا عبدالسلام) کو چاہیئے کہ ثابت قدم رہیں، خطا و غلطی، جرأت سے بچیں۔ اور اللہ رب العزت سے ڈریں، اور اپنی نیک دعاؤں میں مجھے نہ بھولیں۔ میرے اور اس کے لیے دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت ساتھ رہے۔ اور ہم تمام کو دونوں

جہاں میں اپنی عظیم نعمتیں عطا فرمائے۔

سید الایام جمعہ مبارکہ کے دن، ۲۳/ذو القعدہ ۱۳۱۳ھ کو یہ خلافت نامہ عطا کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

(ترجمہ: از محمد عابد حسین قادری)

ردِّ ندوہ کی تحریک:۔ تحریک ندوہ میں اگرچہ آغاز میں اہلِ سنت و جماعت کے لوگ بھی تھے، مگر بعد میں دنیا داروں، صلح کلیوں گمراہوں اور گمراہ گروں نے اسے اچک لیا۔ اس کے خراب اور مضر عقائد میں سے یہ تھے کہ وہابی، دیوبندی، شیعہ سب ایک، صحیح اور حق ہیں۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ، مولانا شاہ عبد القادر بدایونی، مولانا عبد السلام جبلپوری اور مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی وغیرھم علیھم الرحمہ علماء اہلِ سنت نے اس کا خوب رد کیا، اس کے خلاف منظم طریقے پر جلسے وغیرہ کیے، مدرسہ حنفیہ پٹنہ کے زیرِ اہتمام ہونے والے اجلاس، مولانا لعل محمد خاں مدراسی کلکتہ کے زیرِ اہتمام ہونے والے اجلاس اور بنگلور کے اجلاس بہت مشہور رہیں۔ اعلیٰ حضرت اور ان کے رفقا نے لگاتار اس پر حملے کیے۔ تب جا کر ندوہ کا زور ٹوٹا۔ ۱۳۱۷ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کے خلاف "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" کے نام سے علمائے حرمین کے فتوے بھی منگوا کر شائع کر دیئے تھے۔ اس تحریک رد ندوہ میں حضور عید الاسلام، امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہلِ سنت کے ساتھ ساتھ رہے، اور امام احمد رضا نے جہاں جہاں بھیجا وہاں وہاں گئے۔ کبھی پٹنہ کے اجلاسوں میں نظر آتے ہیں، کبھی کلکتہ میں اور کبھی بنگلور میں، ہر جگہ آپ کی تقریر و خطاب کی دھوم ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضور

برہانِ ملت کی درج ذیل تحریر ملاحظہ ہو، رقمطراز ہیں،

" حضرت جد امجد کے وصال (۱۳۱۷ھ) کے بعد ندوہ کے اجلاس پٹنہ کا دعوت نامہ اور ایک نہایت طویل اشتہار والدِ ماجد کے نام آیا ـــــــ والدِ ماجد دارالافتاء، درس و تدریس اور دیگر دینی مشاغل میں مصروف تھے مگر پھر بھی پٹنہ تشریف لے گئے، جس کی تفصیل یہ ہے:

" پٹنہ میں قاضی عبدالوحید صاحب[۱] فردوسی ایک نہایت با اثر اور صحیح العقیدہ ،مقبول بزرگ تھے جن کے زیرِ اہتمام مدرسہ حنفیہ اہلِ سنت چل رہا تھا، قاضی صاحب نے اجلاس ندوہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت کو بریلی خط لکھا، اعلیٰ حضرت نے قاضی صاحب کو والدِ ماجد سے رابطہ کے لئے لکھا اور والدِ ماجد کو قاضی صاحب کی اعانت کی ہدایت فرمائی، قاضی صاحب کی طلب پر والدِ ماجد پٹنہ تشریف لے گئے، قاضی صاحب کے مدرسۂ حنفیہ اہلِ سنت کا سالانہ جلسۂ دستار بندی ہونے والا تھا، ندوہ کے اجلاس میں دو ماہ دیر تھی، والدِ ماجد کے مشورہ پر مدرسہ حنفیہ کے اجلاس بھی انہیں تاریخوں میں مقرر کئے گئے، والدِ ماجد ندوہ کے حالات کے پیشِ نظر تجاویز و تحاریک و تقاریر کے عنوانات اور لائحۂ عمل مجلسِ انتظامیہ وغیرہا قاضی صاحب و دیگر مشیرانِ کار کے ساتھ ترتیب دے کر واپس آ گئے اور سلسلۂ خط و کتابت برابر قائم رہا۔

رجب ۱۳۱۸ھ کو پٹنہ میں ندوہ کے عام اجلاس کا دعوت نامۂ خصوصی والدِ ماجد کے نام آیا، اور انہیں تاریخوں میں مدرسہ حنفیہ اہلِ سنت (پٹنہ) کے اجلاس کا

---

[۱] قاضی عبدالوحید، ہندوستان کے مشہور و معروف محقق قاضی عبدالودود بیرسٹر بانکی پور کے والدِ ماجد تھے، موصوف امام احمد رضا سے بیعت تھے اور اجازت و خلافت بھی حاصل تھی، موصوف کی ادارت میں پٹنہ سے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ نکلا کرتا تھا، ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا نسعودؔ

دعوت نامہ واعلانات پہنچے، بریلی سے اعلیٰ حضرت کا والا نامہ آیا کہ ان سے مل کر پٹنہ جائیں، چنانچہ خصوصی ہدایات دے کر اور دوسرے دن کے اجلاس میں خود شرکت کے ارادہ کا اظہار فرما کر والدِ ماجد اور چچا کو خاص دعاؤں کے ساتھ پٹنہ کے لیے رخصت کیا۔

یہ دونوں حضرات، پیلی بھیت کے مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی اور بریلی وپیلی بھیت کے کچھ اور علماء اعلیٰ حضرت کی اجازت وارشادات وہدایات لے کر بریلی سے پٹنہ روانہ ہوئے، ٹرین میں بدایوں کے حکیم عبدالقیوم صاحب، مولانا محب احمد صاحب اور کچھ دوسرے علماے بدایوں کا ساتھ ہو گیا بنارس اور پٹنہ کے درمیان کسی اسٹیشن پر حکیم صاحب حاجت ضروریہ کے لیے نیچے اترے کہ اس زمانے میں ٹرین میں بیت الخلاء وغیرہ نہیں ہوتے تھے، ابھی وہ نیچے ہی تھے کہ انجن نے سیٹی دی اور ٹرین چلنے لگی، چلتی ٹرین میں حکیم صاحب نے چڑھنے کی کوشش کی مگر پیر رپٹ گیا اور وہ پلیٹ فارم اور ٹرین کے درمیان آگئے اور دور تک رگڑتے چلے گئے مگر کوئی عضو ٹرین کی زد میں نہیں آیا پھر بھی اندرونی طور پر ایسے مجروح ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے اور مدرسہ حنفیہ کے آخری اجلاس کے دوسرے دن ۱۴/رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء کو انتقال فرما گئے۔

۸/رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء کو علی الصباح مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت پٹنہ تشریف لائے ——— مدرسہ حنفیہ کے روزانہ جلسے ہوتے رہے ——— صبح سے ۱۲/بجے تک، یہ سلسلہ بجائے تین دن کے چار دن تک پوری شان کے ساتھ جاری رہا[1]۔ حضرت والدِ ماجد چاروں دن تقریر کے

[1] اجلاس مسلسل ایک ہفتہ جاری رہا یعنی ۷/رجب سے ۱۳/رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء تک قاضی عبدالوحید صاحب نے ”دربارِ حق وہدایت“ کے نام سے اس کی روداد مرتب کی تھی جو ۱۹۰۰ء میں مطبع حنفیہ، پٹنہ میں طبع ہوئی۔

علاوہ اجلاسوں کے نظم وضبط اور تقریروں کی ترتیب کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی انجام دیتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کی پہلی تقریر مسلسل تین گھنٹے ہوئی، مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور دوسرے علمائے اہلِ سنت کی تقریروں اور بیانات نے تحریک ندوہ کی اصلی تصویر پیش کر کے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور اعلیٰ حضرت نے کھلے اجلاس میں "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" پیش فرما کر ہر طبقۂ فکر وخیال کو اس پر غور وفکر کی دعوت دی اور اہلِ ندوہ کو باہمی افہام وتفہیم کے لیے بلایا، مگر کوئی نہ آیا اس موقع پر بہت سے علماء وعوام نے جو تحریک ندوہ میں شریک ہو گئے تھے، ندوہ سے اپنی علیٰحدگی اور جماعت اہلِ سنت میں شمولیت کا اعلان کیا۔

سنہ ۱۳۱۹ھ میں کلکتہ میں ندوہ کے اجلاس کے جلی حرفوں میں پوسٹر شائع ہوئے ——— حاجی لعل خاں صاحب نہایت صحیح العقیدہ، متصلب سنّی بزرگ ایک فرم، عبداللہ علی رضا کے کلکتے کے آفس میں جنرل مینیجر تھے اور کلکتے کے عوام وخواص میں بہت معزز اور بااثر تھے، آپ نے ندوہ کے مقابل علماءِ اہلِ سنت کے عام اجلاس کا اہتمام کیا، بریلی خط لکھ کر اعلیٰ حضرت سے تعاون کی درخواست کی اور ہدایات چاہیں، اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کی طرف رجوع کرنے کے لیے لکھا اور والد صاحب کو حاجی صاحب سے تعاون کے لیے فرمایا۔

امام احمد رضا اور حاجی صاحب کے تار پر والدِ ماجد اجلاس سے تین دن قبل کلکتہ پہنچ گئے، اعلیٰ حضرت بریلی سے اجلاس کے دن تشریف لائے، تحریک ندوہ کے رد میں اہلِ سنت کے اجلاس دو دن منعقد ہوئے اور اہلِ ندوہ کو کلکتہ سے نامراد وناکام جانا پڑا، والدِ ماجد اعلیٰ حضرت کے ساتھ کلکتہ سے بریلی گئے، ایک

ہفتہ بعد جبل پور آئے ، اجلاس کلکتہ کی مختصر روداد ماہنامہ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) ۱۳۲۰ھ کے کسی شمارے میں شائع ہوئی تھی۔

کلکتہ کے بعد اہلِ ندوہ کی طرف سے بنگلور میں زوردار اجتماع کا اعلان ہوا ـــــ بنگلور کے قاضی عبدالقدوس صاحب نہایت بااثر صحیح العقیدہ، متصلب سنّی عالم تھے۔انہیں اس اجلاس کی دعوتِ صدارت دی گئی، قاضی صاحب نہایت سادہ مزاج، مرنجاں مرنج بزرگ تھے، مگر اہلِ ندوہ اور اہلِ دیوبند کے خیالات سے واقف تھے، اس لیے انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا اور عام مسلمانوں کو ان کے خیالات سے بچنے کی تلقین فرمائی ـــــــ قاضی صاحب نے اجلاسِ ندوہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت کو مطلع کیا، اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے رابطہ کے لیے لکھا اور والدِ ماجد کو بنگلور جا کر قاضی صاحب سے تعاون کی ہدایت فرمائی ۔بنگلور سے قاضی صاحب کا دعوت نامہ آیا جس میں تفصیلات درج تھیں، والد ماجد اعلیٰ حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں بنگلور روانہ ہو گئے۔

والدِ ماجد اجلاسِ ندوہ سے ایک ہفتہ قبل بنگلور پہنچ گئے اور تقریروں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں آپ نے اہلِ سنت و جماعت اور مخالفین اہلِ سنت کے افکار و عقائد کو بیان فرمایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ اہلِ ندوہ کو اپنا اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے بعد قاضی سید عبدالقدوس کی صدارت میں اہلِ سنت کا کھلا اجلاس ہوا جو نہایت کامیاب رہا، مخالفین کو باہمی افہام و تفہیم کے لیے دعوت دی گئی مگر کوئی نہ آیا، قاضی صاحب نے اہلِ سنت کے ان کامیاب اجتماعات کی خبر بذریعۂ تار اعلیٰ حضرت کو بھیجنے والے تھے کہ اعلیٰ حضرت کا بریلی سے تار پہنچا جس میں والدِ ماجد کو ان کامیاب اجتماعات کی کامیابی کی مبارکباد اور فرزند کی ولادت کی بشارت دی

گئی تھی ،سب لوگ حیران تھے کہ ابھی تو تار بھی نہیں دیا گیا ،اعلیٰ حضرت کو کیسے خبر ہوگئی ؟ اور یہ فرزند کی بشارت کیسی ، جب کہ خود والدِ ماجد کو بھی خبر نہ تھی مگر خدا کی شان جبل پور میں صبح نمازِ فجر کے بعد میرا بھائی محمود اشرف اسی روز تولد ہوا جس روز کامیابی کا تار اعلیٰ حضرت کو بھیجا جانے والا تھا۔

حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله تعالیٰ۔" اعلیٰ حضرت کی فراستِ صادقہ کے نور نے ،اجتماعات کی کامیابی اور فرزند کی بشارت قلبِ اطہر پر القا فرمادی ——— اعلیٰ حضرت کے تار کے چند گھنٹے بعد جبل پور سے ولادتِ فرزند کا تار پہنچا ——— والد ماجد قاضی صاحب اور اہلِ بنگلور کے اصرار پر پونے دو ماہ بنگلور میں رہے ،تقریروں وغیرہا کا سلسلہ جاری رہا، انجمن معین المسلمین بنگلور کی طرف سے نہایت شاندار الوداعی جلسہ ہوا جس میں سپاسنامے وغیرہ پیش کیے گئے ،اور والدِ ماجد کی بڑی پذیرائی ہوئی۔

اعلیٰ حضرت نے ندوے کی معاند اہلِ سنت کارروائیوں کو خوب واشگاف فرمایا اور ان کے بارے میں علمائے حرمین کے سامنے استفتاء پیش کیا اور فتویٰ طلب کیا ،حرمین کے یہ فتوے مندرجہ ذیل عنوان سے عربی مع اردو ترجمہ شائع ہوئے۔

فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین

۱۷ ——— ۱۳ھ

اس کی اشاعت نے تحریکِ ندوہ کو بہت صدمہ پہنچایا ——— ان مساعی کے علاوہ اہلِ سنت کی طرف سے برابر اہلِ ندوہ کے قابلِ اعتراض افکار و

عقائد کا تعاقب ہوتا رہا اور یہ سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا۔" [1]

---

[1] تحریکِ ندوہ اور اہلِ ندوہ کے عقائد و افکار اور ان پر اہلِ سنت کے اعتراضات کے سلسلے میں مندرجہ ذیل ماٰخذ سے رجوع کریں:۔

۱۔ حکیم مومن سجاد کانپوری : ندوہ کا ٹھیک فوٹو گراف (۱۳۱۴ھ)
مطبوعہ مطبع اہلِ سنت و جماعت بریلی

۲۔ مولوی ضیاء الدین خاں: مزق شرارتِ ندوہ (۱۳۱۴ھ)

۳۔ محمد محمود علی عاشقِ رسول بریلوی : سوالات و جوابات ندوۃ العلماء

۴۔ شاہ محمد حسین قادری : تہدید الندوہ نام تاریخی تاکید الحسنہ ردّ تائید الندوہ (۱۳۱۴ھ)
مطبع اعوانِ اہلِ سنت و جماعت، پٹنہ

۵۔ اظہارِ مکائد اہل الندوہ (۱۳۱۴ھ) رد رسالہ شرح مقاصد اہلِ ندوہ، مطبوعہ، بریلی

۶۔ تقریراتِ ثلاثہ (۱۳۱۴ھ) از شاہ محمد ابراہیم، مولوی محمد حسین بریلوی، حکیم مومن سجاد
مطبوعہ مطبع اہلِ سنت و جماعت، بریلی

۷۔ حکیم محمد مومن سجاد: عرش صور بر ندوۂ شاہجہاں پور (۱۳۱۶ھ) مطبع اہلِ سنت و جماعت

۸۔ محمد عبد الغنی اشکالاتِ براءتِ ندوہ، مطبوعہ مدرس (۱۳۲۰ھ) وغیرہ وغیرہ

تقریر وخطابت کی دھوم:

آپ کی خطابت کے حوالے سے یہ گوشہ بھی مخفی نہیں رہنا چاہیئے کہ فضل مولیٰ تعالیٰ سے خطاب فرمانے کی وہ صلاحیت وقدرت آپ کو ملی تھی کہ آپ کے خطاب سننے کے بعد لوگ عش عش کرنے لگتے ،مخالف کو انکار کی مجال دم نہیں رہتی اور موافق دوبارہ تقریر کی فرمائش کرتا۔ پٹنہ کے بیانات کی پورے پٹنہ میں دھوم مچی ہوئی تھی، کہا جاتا ہے کہ" آپ کا انداز بیان ہی کچھ ایسا دلکش تھا کہ سامعین مچل جاتے ،اور داد وتحسین سے نوازتے تھے۔" اسلوبِ خطابت کی دلکشی اور دلائل کے زور نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ چنانچہ مسجدِ خواجہ عنبر پٹنہ کے متولی خواجہ عبد الرحمٰن نے اراکین انجمن اہلِ سنت کی طرف سے سرخیلِ اہلِ سنت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی پٹنہ علیہ الرحمہ کے پاس یہ خط لکھ کر فرمائش کی کہ آپ مفتی عبدالسلام صاحب کو ان کے محلہ کی مسجد خواجہ عنبر میں تقریر کے لیے تشریف لانے کی سفارش کریں۔

متولی صاحب کے یہ الفاظ تھے" چونکہ اس وقت تمام اہلِ محلہ اور ہمارے اہلِ سنت و جماعت کے احباب نے اس امر کی تمنا ظاہر کی ہے کہ حامی السنن، ماحی الفتن ، فاضل علام، جناب مولانا حافظ عبدالسلام جبل پوری مدظلہ العالی اگر تشریف لاکر مسجد عنبر میں اپنی خوش بیانی سے ذکر حضرت خواجۂ کائنات علیہ الف الف التحیات فرمائیں اور بد مذہبوں خصوصاً ندویوں خذلھم اللہ کا قلع قمع کریں تو ایمان تازہ اور افادۂ بے اندازہ ہم لوگوں کو حاصل ہو جائے۔ اس لیے ملتجی ہوں کہ آپ براہِ کرم واحسان مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں سفارش کر دیجئے"۔

اس دعوت وسفارش پر حضرت عبدالاسلام مذکورہ مسجد میں تشریف لے

گئے اور لاجواب خطاب فرمایا۔ تقریر کی پذیرائی حضرت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی علیہ الرحمۃ والرضوان کی زبانی سنیے۔ رقمطراز ہیں۔

"کئی صاحب پالکی، گاڑی لے کر مولانا صاحب موصوف الصدر کو لینے کے واسطے تشریف لائے۔ اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ لے گئے۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے بہت دیر تک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ کریمہ، معجزاتِ شریفہ اور ردفرقِ باطلہ ومکائدِ ندویہ کو اس خوبی وخوش اسلوبی سے بیان فرمایا کہ سامعین کو نہایت سرور حاصل ہوا۔ ہر طرف سے صدائے تحسین وآفریں بلند ہوئی۔ ضلالت وبطالتِ ندوہ کھلی۔ صراطِ مستقیم ظاہر ہوئی۔"

مذکورہ مکتوب اور قاضی صاحب مرحوم کا مذکورہ تبصرہ اور روداد اجلاس اہلِ سنت، پٹنہ سنہ ۱۳۱۸ھ کے صفحہ ۵۲/ پر اسی موقع سے چھپ کر شائع ہو چکے تھے۔ حضور عبد السلام علیہ الرحمہ نے ندویت اور صلح کلیت کے خلاف کلکتہ مسجد ناخدا اور دیگر مقامات پر کئی تقریریں کیں اور آپ کی خوب پذیرائی ہوئی، الحاج مولانا لعل محمد خاں مدراسی ثم کلکتوی کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبد السلام علیہ الرحمہ دو بار کلکتہ تشریف لے گئے۔

ایک موقع سے بنگلور میں آپ نے چالیس دن قیام فرمایا اور کئی تقریریں ہوئیں، اس موقع سے بھی آپ کی تقریروں کی دھوم مچی تھی، اہلِ بنگلور نے آپ کے خطاب اور مساعیِ جمیلہ کو خوب سراہا، حتیٰ کہ سپاس نامہ بھی پیش کیا۔ ڈاکٹر مولانا غلام جابر شمس مصباحی کے بقول "یہ سپاس نامہ بنگلور جنوب ہند کے عظیم شاعر سید عبد الحکیم کی نظم کی شکل میں ہے۔" اس میں پندرہ اشعار ہیں۔ جو کتاب "اعلیٰ حضرت اور علماے جبل پور" مرتّبہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی میں درج ہے، ان اشعار میں سے بعض یہ ہیں:

سر بہ فکر وعظ، جب میری طبیعت ہوگئی　　لطف قرباں ہوگیا، صدقے فصاحت ہوگئی
میرے فاضل، مرحبا جادو بیانی پر تری　　حبذا طرز جدید وعظ خوانی ہو گئی
تیرے طوفانِ بیاں سے ایسی حالت ہوگئی　　سطر مسطر موجۂ بحرِ بلاغت ہو گئی
یہ کہیں روح القدس کی کارفرمائی نہ ہو　　وعظ کے پردہ میں اعجاز مسیحائی نہ ہو

معدنِ تحقیق ہے تو مولوی عبدالسلام
کاشفِ تدقیق ہےتو مولوی عبد السلام

(اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور، ص ۷۰/۷۱۔ و اکرامِ امام احمد رضا، ص ۲۹۔ ناشر مجلس العلما مظفر پور)

دھورابی کاٹھیاواڑ میں بھی آپ کی تقریر کی دھوم مچی تھی اہلِ سنت کا غلغلہ اور بد مذہبوں کا قلع قمع ہوا تھا، چنانچہ محمد یٰسین مرحوم دھورابی کاٹھیاواڑ اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:۔

"ہمارے ملک کاٹھیاواڑ میں بسبب جہل و بے علمی کے بدعت وضلالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور دن بدن ترقی پذیر تھی، یعنی بسبب نہ ہونے علم وعلمائے اہلِ سنت کے یہاں کے خواص وعوام اہلِ اسلام کے عقائد و اعمال بگڑے ہوئے اور اہلِ سنت و جماعت کے بالکل برخلاف تھے، بحمد اللہ! دریں اثنا ہمارے مخدوم ومکرم علامہ محقق ومدقق جناب مولانا حافظ مولوی محمد عبدالسلام صاحب حنفی جبل پوری مدظلہ جو اکابر علمائے اہلِ سنت و جماعت سے ہیں، بعض معززین شہر ہذا کی طرف سے مدعو ومطلوب ہوکر رونق افروز کاٹھیاواڑ ہوئے اور اپنی سحر بیانی اور مواعظ و پند ہائے پُراثر سے بدعات وضلالت کا خوب قلع قمع فرمایا اور دھورابی کے اکثر مبتدعین و بد مذہبوں کو سچا پکا مسلمان بنایا۔ ملخصاً"۔ (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ، شمارہ رجب ۱۳۲۶ھ ص ۴۰ و

اعلیٰ حضرت اور علماے جبل پور۔ص ۴۷۔ ناشر مدرسہ اہلِ سنت رضویہ عید الاسلام گوونڈی، بمبئی)

اسی لیے ہم سنیوں کا یہ کہنا ہے کہ دین وسنت کی اشاعت اور مساعیِ جمیلہ و خدماتِ جلیلہ کے حوالے سے ہمارے درمیان ایک سے ایک بطلِ جلیل تھے، عالمِ نبیل تھے، جن کی شوکتِ علم سے زمانہ روشن تھا، اپنے شاد تھے، بامراد تھے، بے گانے ناشاد تھے، نامراد تھے، ہمارے علما و مشائخ درِّ مکنوں تھے، لعل بدخشاں تھے، آج بھی ضرورت ہے، ایسے ہی لعل بدخشاں کی جو منہاجیوں اور سراوانیوں کے پردے چاک کردے۔ جس طرح ندوی صلح کلیوں سے ان حضرات نے ملت کو آشنا کیا، اسی طرح آج کے ان دونوں صلح کلیوں کے صحیح خد وخال کو سامنے رکھ دے۔ اور قوم کو بدعت وضلالت کے قعرِ عمیق میں گرنے سے بچالے۔

اجلاس پٹنہ میں تقریر :۔ ۱۳۱۸ھ میں جو قاضی عبد الوحید صاحب نے ندوہ کے خلاف پٹنہ میں کئی روزہ پروگرام کرایا تھا، اور ان میں حضرت عید الاسلام کی کئی تقریریں ہوئیں۔ ان میں سے دو تقریروں کا خلاصہ روداد نگار نے قلم بند کیا ہے۔ اس روداد میں آپ کو " خاتم المحدثین والمفسرین، ناصرِ دینِ متین، فاضلِ نوجوان، واعظِ خوش بیان، جناب مولانا حافظ محمد عبد السلام صاحب حنفی قادری دامت برکاتھم خلفِ ارشد مولانا حافظ حاجی عبد الکریم مرحوم حنفی نقشبندی جبلپوری" کے القاب سے یاد کیا ہے، ان تقریروں کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

خلاصۂ بیان اول

آیاتِ کریمہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ۔ (پارہ ۴۔ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲) پڑھ کر ان کے تمہیدی بیان میں

بضمن تفسیر وتوضیح و بیانِ مفہوم حدیث شریف "طلب العلمِ فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ" کے حقائق اعتقاد و انقیاد اور ان کی تحصیل وتکمیل و اسباب استحکام اور ضروریاتِ دین وفرائضِ اسلام پر محققانہ بحث اور بعنوان شائستہ اسی علم کی طلب کوفریضۃ للکل ہونا ثابت کر کے اس کے موضوع اور بعض عوارض ولواحق ذاتیہ وخصائص وآثار مطلوبہ اور اسلام کے مبادی وموقوف علیہا۔ اس کی غایت و فائدہ وغرض وعلت غائیہ کا بیان مسلمان ہونا جمیع امور قطعیۃ الثبوت وجملہ ضروریاتِ دین کی تصدیق وتسلیم پر موقوف ہونے کا ثبوت۔ مجرد کلمہ گوئی اور سجود الی القبلہ سے باوجود انکار وترکِ اعتقاد کسی ایک امر ضروری دینی کی ضروریات دین سے قطعاً یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہوجانے کے دلائلِ قویہ اور اعتقادِ فاسد ندوہ (ہر آدمی اپنی سمجھ پر مکلف ہے) بیان کر کے اس سمجھ کا بالکل مردود وخلافِ مذہب۔ بلکہ سراسر خلافِ دین وملت ہونا ابطالِ شریعت وحدودِ خداوند ذوالجلال سے تعدی، اللہ تعالیٰ پر افترا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان عظیم کا لازم آنا ثابت کیا۔

اور آیۃ: وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ (پارہ نمبر ۴، سورۃ النسا آیت نمبر ۱۴)۔ آیۃ: وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (پارہ، ۲ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۲۹)

آیۃ: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ۔ (پارہ نمبر ۶، سورۃ الانعام، آیت نمبر ۲۱)۔ آیۃ: اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ۔ (پارہ نمبر ۱۴، سورۃ النحل، آیت نمبر ۱۱۶)۔ اور حدیث شریف: لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ الخ۔ پڑھ کر ونیز آیتِ کریمہ: وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (پارہ ۴۔ سورۃ النسا ۱۱۵)۔ اور آیتِ عظیمہ : فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (پارہ نمبر ۱۴، سورۃ النحل، آیت نمبر ۴۳)

تلاوت کر کے غیر از مجتہدین وائمہ دین وعلمائے اہلِ حق الیقین کسی کی سمجھ کا جو مخالفِ سوادِ اعظم وجمہورِ سلفِ صالحین ہو ساقط الاعتبار ہونا اور عقیدۂ لا اعتبار کا خبیث ہونا بیان کیا۔ (رودادِ اجلاسِ اہلِ سنت، پٹنہ ۱۳۱۸ھ۔ ص: ۵۰،۴۹)

خلاصۂ بیان دوم

آیتِ شریفہ: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (پارہ نمبر ۹۔ سورۃ الاعراف۔ ۱۷۹)

پڑھ کر بضمن تفسیر و دوران تقریر آیۂ کریمہ متلوہ انسان و دیگر انواع حیوانات کا مابہ الامتیاز و مابہ الاشتراک، اللہ تعالیٰ عز وجل کی شان عظمت و کبریائی اس کی کمال قدرت وصنعت وحکمت وشان، جمال وجلال و بے نیازی کا بیان انسان کی شرافت وکرامت وافضلیت کے وجوہ، وصول الی اللہ وتحصیل قرب من اللہ تعالیٰ ورضوانہ وثوابہ الابدی اور فوز بالدرجات والنجاۃ من الدرکات فی الاخرۃ کے ذرائع۔ اکتساب فضائل وکمالات کے اسباب جو شخص سنی یعنی متبع و پابند مذہبِ مقدس اہلِ سنت و جماعت ہے، وہی شخص سعید و ناجی کامل الایمان سچا پکا مسلمان ہے۔ اس کا ثبوت کافی اعتقاداتِ حقہ واخلاق حسنہ واعمالِ صالحہ واحوالِ صادقہ، کہ جو اسباب منجیہ وسرمایۂ سعادت انسان ہیں، سوائے اہلِ سنت و جماعت کے کسی

میں متحقق نہیں ۔اس کے دلائل واضحہ ۔خارج از اہلِ سنت والجماعت یعنی جس کا عقیدہ وعمل موافق مذہب حق اہلِ سنت والجماعت کے نہ ہواس کے مبتدع وضال یعنی اہلِ بدع ونار سے ہونے کے حجج ساطعہ وبراہینِ قاطعہ ۔

(روداد اجلاسِ اہلِ سنت، پٹنہ،سنہ ۱۳۱۸ء ۔ص:۵۰،۴۹)

خلاصہ بیان سوم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ (پارہ نمبر ۲۔ سورۃ البقرۃ ، آیت نمبر ۲۰۸) بضمن تفسیر آیتِ شریفہ۔افتراق امت کی حدیث کا محققانہ بیان مذہب اہلِ سنت و جماعت کے فضائل اوراس کے پاک مذہب کی حقیقت کے دلائل ۔ دیگر فرقہاے ناریہ ومذاہب باطلہ کے نقائص ومفاسد وقبائح وشناعات وضلالات بدمذہبان اشرار اہلِ بدع ونار کی محبت وصحبت ومجالست وتعظیم وتکریم سے ممانعت اوران کے ساتھ میل جول اوراختلاط وارتباط سے احتراز واجتناب کی ہدایت اور قرآن وحدیث سے ان کے دلائل وغیرہ نہایت شرح وبسط سے بیان فرمائے اگر ہروعظ کا خلاصہ لکھا جاتا تو ایک ضخیم رسالہ ہوجاتا۔

(روداد اجلاسِ اہلِ سنت، پٹنہ،سنہ ۱۳۱۸ھ ۔ص:۵۲،۵۱)

اجلاس اہلِ سنت کلکتہ

شعبان سنہ ۱۳۱۹ھ میں ندوہ کا جلسہ کلکتہ میں ہونا طے پایا،تو مصلحین ندوہ بھی ہرطرح چوکس ہوگئے ۔علما ومشائخ اورعمائدین ورؤسائے کلکتہ نے اصلاح ندوہ کے لیے اجلاس اہلِ سنت کا انعقاد کیا،جس میں سارے اقطارِ ہند کے علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔یہاں بھی شاہ عبد السلام جبل پوری کا رول نہایت نمایاں رہا۔حضرت الحاج مولانا لعل محمد خاں مدراسی ثم کلکتوی کی ایک تحریر سے

ایسا لگتا ہے کہ حضرت شاہ عبد السلام یہاں بھی دو بار تشریف لے گئے۔ یہاں بھی آپ کی حیثیت وہی تھی، جو پٹنہ میں تھی، پٹنہ سے حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی پہنچ چکے تھے، جو تمام انتظامات میں حصہ لے رہے تھے، اسی دوران شاہ عبد السلام کی بھی تشریف آوری ہوئی، حضرت الحاج مولانا لعل محمد خاں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اسی عرصہ میں فاضل علام جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام جبل پوری بھی تشریف لائے، اسی عبد الغفور نے جناب قاضی صاحب موصوف سے کہا کہ حامی سنت ماحی بدعت، جناب حاجی سیٹھ عارف قاسم صاحب رئیس اعظم کلکتہ، ایک واعظ عالم اہلِ سنت کے خواہش مند ہیں۔ لہٰذا فاضل جبل پوری کو بلوایا اور اپنا ارادہ ظاہر فرمایا، فاضل جبل پوری نے بروز جمعہ مسجد ناخدا و دیگر مقامات میں ردندوہ کیا، اس کے مکائد کو اچھی طرح کھولا، دینی و دنیوی مضرت کو قوم کے سامنے پیش کیا، عوام کو اس کی شرکت سے ممانعت کی، خاص کر حضرات اہلِ سنت کو اس کی موافقت و مجالست سے باز رکھا، ان کو اخروی و دنیوی نقصانات سے بچایا۔ اعلاء کلمۃ اللہ فرمایا، امرِ حق کا انکشاف کیا، عبد الغفور بھی بطمعِ زر شریک رہ کر برابر ردندوہ کرتا رہا، اس کے خبثِ باطنی ابلہ فریبی سے اطلاع دیتا رہا، اکثر علما و رؤسائے کلکتہ سے ندوہ مخذولہ کی ضلالت و بطالت پر دستخط لیے گئے اور بتوفیق اللہ تعالیٰ مجلس اہلِ سنت قائم ہوگئی"۔

(روداد اجلاس کلکتہ، دربار سراپا رحمت، ۱۳۱۹ھ، مطبع حنفیہ پٹنہ، ص: ۳)

وہ دل، جسے دردمند کہا جاتا ہے، وہی دل اللہ تعالیٰ نے شاہ عبد السلام کو عطا کیا۔ جو دین کی تڑپ میں تڑپتا تھا اور ملت کی حمایت میں پرسوز جذبات کا مظاہرہ کرتا تھا، پٹنہ کی طرح اس سفر کلکتہ میں بھی حضرت مولانا قاری محمد بشیر الدین

ساتھ ساتھ تھے۔ وہ مقامات و مساجد جہاں علماء اہلِ سنت کے خطابات ہوئے، مذاکرے اور مناظرے کی محفلیں برپا ہوئیں، یہ ہیں:

مسجد ناخدا زکریا اسٹریٹ۔ اس مسجد میں شاہ عبد السلام کا خطاب ہوا جو اوپر گزرا۔ مسجد ٹیپو سلطان دھرم تلّہ لین۔ اس مسجد کے مہتمم اور امام حضرت مولانا حافظ محمد نصیر الدین علیہ الرحمہ بذاتِ خود اصلاحِ ندوہ میں سرگرمی سے پیش پیش تھے فوجداری بالا خانہ کا دوسرا منزلہ لور چیت پور روڈ نمبر ۱۳۳ر تمام سرگرمیوں کے لیے مخصوص تھا، ہر رات یہاں مجمع کثیر ہوتا تھا اور علمائے کرام کے بیانات ہوتے تھے، فوجداری بالا خانہ کو گویا مرکزی مقام حاصل تھا۔ مسجد چولیا مچھوا بازار اسٹریٹ میں ۲۱ر شعبان کو بعد نمازِ ظہر زبردست اجتماع ہوا، اور علمائے اہلِ سنت نے اصلاحِ ندوہ کی بھرپور کوششیں کیں، چولیا مسجد کے امام وخطیب حضرت مولانا حافظ محمد غوث، متولی، شبانہ یوم ایک ایک کر کے اس کارِ ثواب میں حصہ لے رہے تھے۔

اہلِ حق کی گونج

مذکورہ اماکن و مقامات کے علاوہ مختلف مساجد و مدارس میں یہ خیر خواہانہ کوششیں جاری تھیں، خوشگوار حیرت کی بات یہ ہے کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اساتذہ و ارکان اہلِ حق کے ہمرکاب و میزبان تھے۔ جس دن اہلِ حق کا افتتاحی اجلاس ہوا، اس کی صدارت شمس العلماء حضرت مولانا ولایت حسین استاذ دوم مدرسہ عالیہ نے فرمائی۔ سچائی یہ ہے کہ کاملان اسلام، شیران سنیت کی گرج سے کلکتہ کی فضا گونج رہی تھی۔ اہلِ حق کی انفاسِ گرم نے وہاں کے ماحول کو گرما دیا تھا اور ندوہ کے ناک تلے پسینہ آچکا تھا۔ پوری تفصیل دیکھنی ہو تو روداد اجلاس اہلِ سنت کلکتہ، دربار سراپا، مطبوعہ پٹنہ دیکھیے۔

مجلس مناظرہ

ارکان ندوہ سے مناظرہ و مباحثہ کے لیے علمائے اہلِ سنت نے مجلس مناظرہ تشکیل دی تھی۔اس کے خاص ارکان یہ تھے:

حافظ صحیح البخاری حضرت مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی صدرِ مجلس اہلِ سنت

محدث عصر حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیتی

عیدالاسلام حضرت مولانا مولوی حافظ محمد عبدالسلام صاحب جبل پوری

حضرت مولانا مولوی حافظ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی رئیس اعظم پٹنہ

حضرت مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کانپوری

اب آپ متعین تاریخ و مقام مناظرہ مع اظہار اسمائے گرامی مناظرین ندوہ اندر مدت دس روز کے ندوے کی طرف سے باضابطہ بذریعۂ اشتہار اطلاع دیں درصورت تسلیم مفاسد کل ندوہ کی تسلیم سمجھی جائے گی۔

حضرات ناظرین با تمکین اشتہار ہذا کے جواب میں ندوہ کی طرف سے بھی اشاعت اشتہار کا دس روز تک انتظار فرمائیں۔درصورت انکار یا سکوت از جواب بعد گزر جانے، میعاد دس یوم کی ندوہ کا عجز و مغلوبیت اور طائفہ ندویہ کا منہ چھپانا دامن کشاں ہونا تصور فرمالیں۔وما علینا الا البلاغ۔

(روداد اجلاسِ اہلِ سنت، پٹنہ،۱۳۱۸ء۔ص:۱۷۷)

شہر گلستاں بنگلور

ندوہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ ہر سال کہیں نہ کہیں کسی بڑے شہر میں وہ اپنا پروگرام کرتا تھا۔ریزولیوشن پاس کراتا تھا،سادہ لوح عوام اور دولت مند طبقے کو اپنا

ہمنوا بنا تا تھا۔اس سال یعنی ۱۳۲۲ھ میں شہر بنگلور کا انتخاب کیا۔یہ انتخاب ہوتے ہی اور ارکان ندوہ کے پہنچتے ہی شہر میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی۔آئے دن حق اور ناحق کے طرفداروں میں توتو میں میں ہورہی تھی۔شہر کا بیدار اور باحس طبقہ ندوہ سے بیزاری ونفرت کا اظہار کر رہا تھا۔اس بیدار و دیندار طبقہ کے سرگروہ تھے حضرت علامہ قاضی سر سید محمد عبد القدوس معسکر بنگلور اور ان کے نامور با اثر صاحبزادے حضرت علامہ سید شاہ محمد عبد الغفار علیہما الرحمہ۔پہلے ایک تاریخی مکتوب ملاحظہ کیجئے۔جس سے اس شہر کے اس وقت کے ماحول کا اندازہ ہوگا۔

مکتوب بنگلور

یہ مکتوب گرامی حضرت علامہ سید محمد عبد الغفار بنگلوری کا ہے۔جو حضرت قاضی محمد عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی کو لکھا گیا ہے۔لیجئے مکتوب بنگلور ملاحظہ کیجئے:

مولانا القاضی سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔میری اور میرے والد ماجد قبلہ سید شاہ عبد القدوس صاحب مدظلہ کی جانب سے تحیۂ مسنونہ پذیر ہو۔صحیفۂ گرامی صادر ہوکر دل باغ باغ ہوگیا۔خدا آپ کو اور ہمت و استقامت دے۔فقیر کے مدرسے میں بھی شش ماہی امتحان رجب میں ہونے والا ہے۔تاریخیں لڑ گئی ہیں اور لہٰذا مجبور ہوں ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔والد صاحب بھی معذرت کرتے ہیں اور دل و جان سے مساعیِ جمیلہ کا آپ کے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔ندوۂ مطرودہ کو خدا ذلیل فرمائے۔آمین والسلام۔

خادم الطلبہ سید محمد عبد الغفار شاہ

مدرس اول مدرسۂ جامع العلوم بنگلور

(روداد اجلاسِ اہلِ سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ء۔ص:۱۵۰ تا ۱۵۱)

بنگلور میں جلوۂ جبل پور

جن تاریخوں میں جلسہ ندوہ وہاں ہونے والا تھا۔ان تاریخوں سے ایک ہفتہ قبل جبل پور کے جبل شامخ شاہ عبدالسلام بنگلور پہنچ گئے اور اہلِ سنت کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے دن رات ایک کر دیا، دن رات تقریر فرمائی، صبح و شام فہمائش کی، غلط فہمیوں کا ازالہ کیا، غلط اڑائی باتوں کا تعاقب کیا، باطل عقائد کا رد کیا، یہ مجاہدانہ مساعی چالیس دن تک جاری رہیں۔ایک چلہ پورا ہو گیا، مطلع صاف ہو گیا اہلِ سنت خوش ہو گئے۔خوش عقیدوں کا پلہ بھاری تھا۔بدعقیدوں کا پتا پانی تھا۔جب اس عظیم فتح و کامرانی کے بعد شاہ عبدالسلام جبل پور روانہ ہونے لگے، تو اہلِ بنگلور نے جم کر باعزت وداعیہ دیا۔سپاس نامہ پیش کیا، بنگلور کے عظیم شاعر سید عبدالحکیم صاحب کا نظم یہ ہے:

سپاس نامہ منظوم

از: سید عبدالحکیم، بنگلور جنوب ہند

۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے فاضل ،مرحبا جادو بیانی پر تری
حبذا، طرزِ جدید وعظ خوانی پر تری

واہ واہ! ایسی طبیعت کی روانی پر تری
آفریں ،اس نکتہ رانی، نکتہ دانی پر تری

شمع ہے تو عالموں کی انجمن کے واسطے
فکر تیرا دام ہے مرغ سخن کے واسطے

بلبل ہندوستاں تو ، ہند ہے گلشن ترا
پُر ہے نو گلہائے مضموں سے سدا دامن ترا

جس کا دانہ دانہ خرمن ہے ، وہ ہے خرم ترا
دوسروں کے سو تصنع ایک سادہ پن ترا

نقش تصویر معانی کے لیے مانی ہے تو
ہند کے خطہ میں عالم ، ایک لاثانی ہے تو

تیرے باغِ علم کے عالم ، ہیں تیرے باغباں
معجزہ کہتے ہیں جس کو ، ہے ترا طرزِ بیاں

چشمۂ کوثر میں ہے ، دھوئی ہوئی تیری زباں
جو ادا تجھ میں نکلتی ہے وہ اوروں میں کہاں؟

از ہمہ خوباں ، بہ رعنائی ، یگانہ بودۂ
وزکمالِ خویش ، در عالم ، فسانہ بودۂ

سر بہ فکر وعظ جب تیری طبیعت ہو گئی
لطف قرباں ہو گیا ، صدقے فصاحت ہو گئی

تیرے طوفانِ بیاں سے ایسی حالت ہو گئی
سطر مسطر موجۂ بحرِ بلاغت ہو گئی

یہ کہیں روح القدس کی کارفرمائی نہ ہو
وعظ کے پردہ میں اعجازِ مسیحائی نہ ہو

کی ہے خالق نے عطا چشمِ حقائق وہ تجھے
ہو دلِ پر درد جس میں ، وہ دیا پہلو تجھے

حق نما تجھ کو بنایا حق نے اور حق گو تجھے
نیک فطرت اک جہاں کہتا ہے اور خوشخو تجھے

معدنِ تحقیق ہے تو مولوی عبد السلام
کاشفِ تدقیق ہے تو مولوی عبد السلام

(اکرام امام احمد رضا ،طبع بمبئی ،۱۹۹۸ء،ص:۲۶)

روداد بنگلور

یہ روداد خود روداد نویس کے زبان وقلم سے سماعت فرمایئے۔شاہ عبد السلام علیہ الرحمہ امام احمد رضا قدس سرہ کو لکھتے ہیں:

از جبل پور

ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

بحضور پر نور اعلیٰ حضرت آقاء نعمت ، سلطان المحققین ، برہان المدققین سید العلماء المتبحرین ،سند الفضلاء المتصدرین ،فخر کملاء الراسخین خیر اللحقة بالمھرة السابقین ،تاج المفسرین ، سراج الفقہاء والمحدثین ، حجة الخلف ،بقیة السلف ، بحر العلوم ،کاشف اسرار المکتوم ،شیخ الاسلام ،ملک العلماء الاعلام ،العلامة الاجل

الانجل الاکمل، حلال عقدۃ لاینحل، مؤید الملۃ الطاہرۃ مجدد المأۃ الحاضرۃ، مقتدائے اہلِ سنت، قبلہ وکعبہ سیدی وسندی وملاذی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی، مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب (دامت برکاتہم العالیہ)

پس از آداب وتسلیمات نیاز ساتھ معروض خدمت فیض درجت ایں کہ:

یہ حضور کا غلام بنگلور میں بحفظ حمایت ربانی ایک چلہ کامل رہا اور بحمد اللہ تعالیٰ صدقہ حضور پرنور دامت برکاتہم العالیہ کا وہاں سے مظفر ومنصور، فتح یاب، فائز المرام، شادکام، بامن وامان وعافیت تام بمبئی ہوتا ہوا وطن پہنچا اور سب کو بفضلہٖ تعالیٰ سب طرح مع الخیر پایا۔

یہ سگ بارگاہ وخاک پا حضور پرنور جس امر دینی ومہم مذہبی کی انجام دہی کی غرض سے جماعت حضرات اہلِ سنت بنگلور کا مطلوب ہوکر حسب ارشاد فیض بنیاد سامی وحکم وفرمان واجب الاذعان گرامی آں حضرت اقدس سلمہم اللہ تعالیٰ وہاں حاضر ہوا تھا۔ بعون اللہ العزیز المتعال بیامن برکات ومماس توجہات، و تلطفات قدسیہ حضور اطہر دام ظلہم الانور وہ مقدس کام نہایت خیر وخوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ حسن انجام پایا۔

بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنت منصورین کا بول بالا، اہلِ بدعت مخذولین کا منہ کالا ہوا۔ طائفہ زائفہ ضالہ دجالین ندوہ مخذولہ کا دام مکر وفریب ٹوٹ گیا۔ ان کی کیادی ومکاری، بدمذہبی وخبث انتظاری طشت از بام ہوگئی۔ ان کے مکائد وضلالات ندوہ مردودہ کے مفاسد وشناعات کا لفافہ کھل گیا۔ ان کے خیالات باطلہ واوہام فاسدہ واقوالِ کاسدہ وعقائدِ خبیثہ کا خوب خوب قلع قمع ورد وابطال کیا گیا۔ شروع شروع جب یہ خادم وارد بنگلور ہوا۔ معلوم ہوا، بہت سے عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی

اپنی سادہ لوحی و ناواقفی و بے خبری کے سبب ان اشرار کے اثر شر مصاحبت و مجالست سے تذبذب میں پڑ گئے تھے اور کچھ ان کے دام تزویر میں پھنس کر گمراہ بھی ہو گئے تھے۔ آؤ بھگت بھی وکلاء ندوہ کی خوب ہوتی ہے اور روز بروز ترقی پذیر ہے۔ جگہ جگہ ان کے وعظ کا بازار بھی خوب گرم ہے، مجلسیں زور کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ وہ اشقیا نامراد۔۔۔

جب کہ ذات بابرکات قدسی صفات جناب مفتخر سیادت مآب مکرم الکرام، فخر علماء عظام، قطب بنگلور، حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبد القدوس صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ کے جناب مفخر خسرو نما اس مقدس آستانے سے منکر و مخالف سرتاب بد اعتقاد بنا رکھا تھا۔ ان بد باطنوں نے بنگلور میں وکلاء ندوہ کی آمد کو اپنے لیے بہت غنیمت، بلکہ نعمت غیر مترقبہ جانا اور اپنے ہم جنس اشرار کا نابکار ندویہ کے ساتھ شیر و شکر ہو کر مارے خوشی کے جامہ پھولے نہ سماتے تھے اور اول ان ناپاکوں کی محبت و خدمت و غلامی، چاپلوسی میں فنا، ان کے ساتھ اور امداد و اعانت میں بھی خوب سرگرم تھے۔

یہ خادم کمترین بنگلور پہنچ کر جب ان باتوں پر مطلع ہوا، صدقہ حضور اقدس کا دوسرے ہی دن سے بعون اللہ تعالیٰ ہر روز چند دنوں تک اپنی مجالس و محافل میں بہ دوران بیان و تقریر اپنے اول اہلِ ضلال کے ان کے اقوال خبیثہ مردودہ کا رد و ابطال نہایت زور سے سد باب و مجامع عامہ میں تصریح و بسط و تفصیل کے ساتھ بدلائل قویہ و حجج ساطعہ و براہینِ قاطعہ کرنا شروع کیا کہ ندوہ مطرودہ کے وکلاء ضالین اپنی تقریر پر تزویر و وعظ و بیان، ضلالت بنیان میں علی الاعلان پکار کر کہا کرتے تھے اور معتمدین معتبرین ثقافت کی زبانی یہاں معلوم ہوتے تھے۔ ان کے

ہذیانات ولغویات وضلالات، اقوالِ شنیعہ، قبیحہ اور ثبوتِ حقانیت ندوہ کے متعلق جو کچھ مجمل دبی چھپی ومبہم باتیں خلافِ مذہب وہ بیان کرتے اور بعض معتبرین حضرات اہلِ سنت ان سے سن کر یہاں خبر دیتے۔ اسی دن ہمارے بیانات میں نہایت توضیح وتصریح وبسط وتفصیل کے ساتھ بعنوان شائستہ ان باتوں کا قلع قمع کیا جاتا اور جس قول سے ان پر جو حکم شرعی لازم آتا، وہ لوگوں پر ظاہر کر دیا جاتا اور سارا ان کا ایر پھیر، اینچ پیچ سب کھول دیا جاتا۔

صدقہ حضور پر نور اقدس کا، اس کا ایسا کچھ اثر پڑا کہ مجلسیں ان کی کمزور ہو گئیں، ان کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا، درہمی وبرہمی ہوگئی، ان کا رسوخ، وثوق دلوں سے دور ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بعض غیر مقلدین ووہابیہ بھی ان سے مخالف ہوگئے۔

فقیر عبدالسلام قادری

(صحائف رضویہ وعرائضِ سلامیہ، قلمی، ص: ۲۶/۲۵ وخطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، مرتبہ غلام جابر شمس مصباحی، مطبوعہ ممبئی۔ ص: ۱۵۸ تا ۱۶۰ بحوالہ اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور، از۔ ص: ۶۲ تا ۷۳)

امام احمد رضا سے گہرے مراسم:۔ اعلیٰ حضرت اور عید الاسلام مفتی عبدالسلام کے درمیان گہرے مراسم وروابط تھے۔ صرف استاذ وشاگرد کا رشتہ نہیں، کیونکہ استاذ وشاگرد کے رشتہ میں اس قدر پختگی اور محبت کی گہرائی نہیں ہوتی، اکثر شاگرد بے وفا ہوتے ہیں۔ مگر ان دونوں بزرگوں کے درمیان اس قدر محبت استوار تھی جس کو قید تحریر میں لانا مشکل ہے۔ حضرت عید الاسلام جان ودل سے اعلیٰ حضرت پر فدا تھے۔ اور ہمیشہ ان کے عشق میں غوطہ زن ہو کر ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت بھی ان سے، ان کے شہزادے برہانِ ملت سے بلکہ پورے خانوادے سے خوب پیار ومحبت فرماتے تھے۔ اس کے کچھ درخشاں جلوے آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ ان ہی جلوؤں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور عید الاسلام

اور حضور برہانِ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان نے اصرار کے ساتھ دعوت دے کر سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جبل پور بلایا اور خوب خاطر و مدارات کی، یہاں تک کہ ایک ماہ سے زیادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ آپ کے یہاں جلوہ افروز رہے۔

مولانا عبد السلام کا اثر ریل پر بھی ہے:۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ جب ۱۳۳۷ھ میں دوسری بار جبل پور پہنچے تو اس سے پہلے کٹنی اور سلیمنا باد اسٹیشن پڑتے ہیں۔عید الاسلام حضرت مولانا عبد السلام قدس سرہ استقبال کے لیے کافی تشنگانِ دیدار عاشقانِ اہلِ سنت کو لے کر جبل پور سے کٹنی پہنچے۔کٹنی سے چل کر سلیمنا باد میں نمازِ فجر ادا کرنی تھی اور پریشانی یہ تھی کہ صرف تین منٹ گاڑی رکتی تھی۔اتنے مختصر وقت میں سنت اور فرض کیوں کر ادا ہو،مگر فضلِ الٰہی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے تقریباً ۲۰ منٹ گاڑی رک گئی اور اعلیٰ حضرت اور دیگر ہمراہیوں نے اطمینان وسکون کے ساتھ نماز ادا کر لی۔اس میں جہاں اعلیٰ حضرت کی کرامت شامل ہے،وہیں حضور مفتی عبد السلام اور حضور برہانِ ملت قدست اسرارھما کے فیوض و برکات کا بھی اثر ہے۔اسی لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس موقع سے فرمایا:

”مولانا عبد السلام کا اثر ماشاء اللہ ریل پر بھی ہے“

واقعہ کی تفصیل برہانِ ملت حضرت مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ کی زبانی سنیے،وہ فرماتے ہیں:

پسنجر جبل پور صبح ۶ بجے پہنچتا ہے، ابھی ٹرین ۴ بجے کٹنی پہنچی، پلیٹ فارم نعرۂ تکبیر کی بہت زوردار آواز سے گونج اٹھا،آواز سن کر دروازہ کھولا، دیکھا والدِ ماجد ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کے لیے جبل پور سے تشریف لائے ہیں،

اعلیٰ حضرت سے سب قدم بوس ہوئے، اعلیٰ حضرت کے وضو کے لیے انتظام کیا گیا، فرمایا، "نمازِ فجر کہاں ہوگی؟" عرض کیا، سلیمنا باد میں، لیکن صرف ۳/منٹ گاڑی ٹھہرتی ہے، حضور وضو فرمائیں، خادم حاضر ہوتا ہے" میں انجن کی طرف بڑھا، دیکھا ڈرائیور مسلمان ہیں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کی قدمبوسی کر کے جا رہے ہیں، مجھ سے مصافحہ کیا، میں نے کہا، "سلیمنا باد میں نمازِ فجر ادا کرنا ہے" پوچھا، "کتنا وقت لگے گا؟" میں نے کہا ۱۲ یا ۱۵/منٹ کہا، "میں لیٹ کر دوں گا" گارڈ بھی مل گیا، اس نے بھی اطمینان دلایا گاڑی بڑے وقت پر سلیمنا باد پہنچی، پلیٹ فارم پر جا نماز، چادریں، رومال بچھا کر تقریباً ۳۰۰ کی جماعت ہوئی، پوری ٹرین کے مسافر دیکھ رہے تھے اعلیٰ حضرت اطمینان کے ساتھ وظیفہ سے فارغ ہوکر گاڑی میں تشریف لائے اسٹیشن ماسٹر صاحب طباق میں چائے لے آئے، یہ ساگر کے قاضی خاندان سے ہیں، اعلیٰ حضرت نے چائے نوش کرتے ہوئے فرمایا: "مولانا عبدالسلام کا اثر ماشاءاللہ! ریل پر بھی ہے"۔ غالباً ۲۰/منٹ ہو گئے۔

پسندیدہ چیز عبد الاسلام کے لیے بھی:۔ حاجی کریم نور محمد صاحب کے یہاں حضور اعلیٰ حضرت کی دعوت تھی۔ وہاں آپ کو خوش ذائقہ فیرنی پیش کی گئی، جسے آپ نے بہت پسند فرمایا۔ مگر اس پسندیدہ چیز کو صرف اپنے لیے خاص نہ رکھا بلکہ آپ نے اجازت لے کر حضرت عبد الاسلام کو بھی دیا۔ ذیل کا واقعہ جہاں ایک مسئلہ شرعی کو اجاگر کرتا ہے، وہیں اس بات کا بھی پتہ دیتا ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ حضور عبد الاسلام سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضور برہانِ ملت قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

۱۔ سیٹھ دادا بھائی حاجی کریم نور محمد کے یہاں سب کے سامنے فرنی طشتریوں

میں تھی ، اعلیٰ حضرت کے سامنے بڑی چینی کی رکابی میں تھی ،فرنی خوش ذائقہ تھی ، اعلیٰ حضرت نے بہت پسند فرمائی ، چند چمچے نوش فرما کر، دادا بھائی سے فرمایا:۔

”دادا بھائی! میں اس رکابی سے فرنی حضرتِ عیدالاسلام کو دے سکتا ہوں؟“

ہم سب حیرت سے حضرت کو دیکھنے لگے، دادا بھائی نے عرض کیا،“ حضور کی مرضی، جسے چاہیں عطا فرمائیں“ میں نے عرض کیا،“ اس کے لیے دادا بھائی کی اجازت کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا:۔

میرے سامنے دسترخوان پر جو کچھ رکھا گیا، وہ امانت ہے،صرف میں کھا سکتا ہوں ، جو باقی ہے وہ صاحبِ خانہ کا ہے، صاحبِ خانہ کی اجازت سے کسی کو دے سکتا ہوں ،اس لیے میں نے دادا بھائی سے حضرت مولانا کو دینے کے لیے اجازت چاہی کہ خیانت کا شائبہ نہ رہے“۔

۱۳۳۷ھ میں دوسری بار حضور مفتی عبد السلام اور حضور برہانِ ملت کی دعوت پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ جبل پور پہنچے تھے ۔ اس موقع سے ان دونوں بزرگوں نے اعلیٰ حضرت کی بہت خاطر تواضع کی تھی ۔جس کے سبب اعلیٰ حضرت کو بہت خوشی ہوئی اور طبیعت بہت حد تک بحال ہوگئی تھی ۔ اس موقع سے حضور عبد السلام علیہ الرحمہ نے نہایت خوش کن اور پیاری بات کہی تھی ۔اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ مسکرائے اور فرمایا کہ:

جبل پور کا پانی بہت زوردار ہے، اس سے زوردار آپ حضرات کی محبتیں ہیں“۔

واقعہ کی تفصیل حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی نوکِ قلم سے ملاحظہ کیجئے:۔لکھتے ہیں،

اعلیٰ حضرت نے بریلی میں مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ“ مجھے جبل پور میں دس دن سے زیادہ نہ روکا جائے گا“ میں نے عرض کیا تھا، ”ان شاءاللہ! حضور کی مرضی

کے خلاف نہ ہوگا" اب دس دن پر پندرہ دن مزید قیام ہو چکا تھا، اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے فرمایا، "مولانا! میں نے برہان میاں سے دس دن کا وعدہ لیا تھا" میں نے عرض کیا، حضور نے بے شک دس دن ہی میں واپسی کے لیے فرمایا تھا، سرکار! وعدے کے دس دن پورے ہو چکے، اب تو وعدہ پر پندرہ دن زیادہ ہو گئے، وعدہ کا وقت ختم ہو چکا" اتنا کہہ کر میں قدموں پر جھکا، حضرت نے اٹھ کر ہنستے ہوئے سینہ سے لگایا۔ والدِ ماجد نے فرمایا، "حضور! جبل پور خوش نصیب ہے کہ یہاں حضور کی صحت بہت اچھی ہے، بریلی شریف میں حضور کرسی پر مسجد تشریف لے جاتے تھے، یہاں اللہ کے فضل سے پانچوں وقت کی نماز کے لیے مسجد پیدل تشریف لے جاتے ہیں، سترہ سیڑھیاں نماز کے علاوہ دعوتوں اور تفریح کے لیے بھی اترنے چڑھنے میں، صرف سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، کبھی کبھی نماز میں رکوع و سجود میں عصا کا سہارا لینا پڑتا تھا، یہاں نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے، چہرۂ انور پر صحت کا نمایاں اثر ہے۔ اگر حضور چند روز اور قیام فرمائیں تو غلاموں پر کرم ہوگا، بہر حال حضور کی مرضی مقدم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا،

"جبل پور کا پانی بہت زوردار ہے، اس سے زیادہ زوردار آپ حضرات کی محبتیں ہیں"۔

الحمد للہ! خوش نصیب جبل پور میں ایک مہینہ چار دن حضور نے قیام فرمایا اور جبل پور کو دار السرور ہونے کا شرف بخشا، الحمد للہ!

بریلی پہنچنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ والدِ ماجد کے نام والا نامہ ارسال فرمایا جو قابلِ مطالعہ ہے، ملاحظہ فرمائیں":۔

مکتوب اعلیٰ حضرت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

لک الحمد یا من عفیٰ و کفیٰ ... صلوٰتک دوما علی المصطفیٰ
واٰل واصحٰب واتباعھم ... وغوث الوریٰ و اشیاعھم
سپس بہر عبد السلام ایں سپاس ... کہ از شکرِ خالق بود شکر ناس
وطن گر چہ آرام را در خور است ... جبل پور ما را از و خوش تر ست
نہ از خود شداو فرحت افزا مقام ... کہ از عید الاسلام عبد السلام
تولائے اصحاب آں محترم ... برانگیختہ از وطن خاطرم
سلامت بود شاہ عبد السلام ... بحق محمد علیہ السلام
الٰہی نگہدار برہانِ حق ... بود دائما از وے اعلانِ حق
برائے تو و نسلِ تو دائما ... بود از احد ، لطفِ احمد رضا
توئی حافظِ حق و عبد شکور ... از انت بود فضلِ حق را ظہور
ہمیشہ بود کارِتاں را نظام ... محمد بود غوث تاں بالدوام
بود حیّ و قیّوم، مغنی، ودود ... بسے جملہ تاں حافظ از ہر عنود
توئی زاہد و زاہداں را عطا ست ... زدرگاہ رب و زاحمد رضا ست
خوش آناں کہ از نامِ غوث بلند ... سزاوارِ حمد و رضا تشنہ اند

اب ذیل میں ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ (اشعار کا ترجمہ)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور بہت رحم والا ہے۔

ہم اس کی حمد وثنا بیان کرتے اور اس کے کرم والے رسول پر درود پڑھتے ہیں۔

۱۔ تیرے لیے ہی حمد وثنا ہے اے وہ اللہ جس نے گناہوں کو معاف کیا اور ہمارے لیے کافی ہے۔ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیرا ہمیشہ درود نازل ہو۔

۲۔ ان کی آل واصحاب اور ان کے متبعین و پیروکاروں پر اور حضور غوثِ اعظم پر بھی نازل ہو

۳۔ پھر مولانا عبد السلام کا شکریہ اور ان کے لیے یہ سپاس نامہ ہے، کیوں کہ انسانوں کا شکریہ ادا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر بجالانا ہے۔

۴۔ وطن اگر چہ آرام وسکون کے لیے لائق ومناسب ہے، مگر جبل پور ہمارے لیے اس سے کہیں زیادہ لائق و بہتر اور خوش کن ہے۔

۵۔ یہ مقام خود سے فرحت افزا نہ ہوا بلکہ عید الاسلام مولانا عبد السلام کے وجود مسعود کے سبب ہوا۔

۶۔ ان جناب محترم کے اصحاب ورفقا کی محبت ودوستی نے میرے دل کو وطن سے بھڑکایا

۷۔ مولانا شاہ عبد السلام حضرت سیدنا محمد علیہ السلام کے طفیل سلامت رہیں۔

۸۔ اے اللہ! مولانا برہان الحق کی حفاظت فرما، اس کی ذات سے ہمیشہ اعلانِ حق ہو۔

۹۔ اے مولانا عبد السلام! آپ اور آپ کی نسل کے لیے یکتا اللہ کے فضل وکرم سے (امام) احمد رضا کا لطف ومہربانی سلامت رہے۔

۱۰۔ آپ حافظ حق اور عبد الشکور ہیں۔ (حق کی محافظت کرنے والے اور شکر گزار بندہ ہیں) آپ سے حق تعالیٰ کے فضل کا ظہور ہوتا ہے۔

غالباً حافظ حق وعبد شکور میں حافظ کریم بخش جبل پوری اور حافظ عبد الشکور جبل پوری کی طرف اشارہ ہے، اور فضل حق سے اشارہ ہے فضل میاں کی طرف اور ظہور سے ظہور میاں مراد ہیں۔

۱۱۔ان لوگوں کے کام ہمیشہ نظام کے ساتھ انجام پاتے رہیں،اور محمد ہمیشہ ان کے مددگار رہیں۔

۱۲۔ حی وقیوم،مغنی،ودود(جو آپ زندہ ہے،آپ قائم وباقی ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ، مالداری وغنا بخشنے والا اور اپنے مومن بندوں سے محبت کرنے والا ہے)ان تمام کی ہر دشمن سے حفاظت فرمائے۔

نوٹ:۔ مذکورہ چاروں اسمائے حسنیٰ میں تلمیح واشارہ ہے عبدالحی ،عبدالقیوم،عبد المغنی اور عبدالودود باشندگانِ جبل پور کی طرف۔جنہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بڑی خدمتیں کی تھیں۔یہ سب دامنِ رضا سے وابستہ تھے،

۱۳۔جناب آپ زاہد اور دیگر زاہدوں کے لیے احمد رضا کے توسط سے رب تعالیٰ کی بارگاہ کی عطاؤ بخشش ہیں۔(زاہد سے جناب زاہد میاں جبل پوری کی طرف اشارہ ہے)

۱۴۔وہ لوگ کتنے اچھے ہیں،جو غوث کا نام لینے کے سبب بلند رتبہ،حمد وتعریف کے لائق اور رضا کے چاہنے والے ہیں۔ (نوٹ)لفظ ”غوث“ میں جناب محمد غوث کی طرف تلمیح ہے)اور سزا وار حمد میں،احمد بھائی،محمد خاں اور لال محمد صاحبان کی طرف تلمیح ہوئی،یہ سب بھی دامنِ رضا سے وابستہ تھے۔اور رضا سے امام احمد رضا کی طرف اشارہ ہے۔

مفتی عبدالسلام کو تلقین و پیغام:۔حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی اہلیہ محترمہ حضرت سکینہ خاتون کا جمادی الاولیٰ ۲۹ سنہ۱۳ ھ/ سنہ ۱۹۱۱ء میں وصال ہوگیا،اس موقع سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت کو نہایت عمدہ الفاظ میں صبر کی تلقین کی اور کچھ پیغام بھی دیا۔پہلے نثر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں عربی میں تعزیت کے طور پر دعائیہ کلمات لکھے۔جن کے الفاظ یہ ہیں۔

بملاحظۂ سامی جامع الفضائل قامع الرذائل لامع الفواضل ذی الکرم والکرامۃ والاکرام مولانا محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی دامت معالیہ وبورکت ایامیہ ولیالیہ۔آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی وَاِنَّ مِنَ اللہِ عَزَاءً فِیْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَخَلَفًا مِّنْ کُلِّ فَائِتٍ وَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابُ وَاِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَیْہِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ و۔ اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔

وَ فِی الصَّبْرِ مَرَارَۃٌ یَعْقِبُھَا حَلَاوَۃٌ یَلُوْھَا طَلَاوَۃٌ فَاَ لْھَمَکُمُ الصَّبْرَ وَ اَعْظَمَ لَکُمُ الْاَجْرَ وَاَخْلَفَ لَکُمُ الْخَیْرَ وَ حَفِظَکُمْ عَنْ کُلِّ ضَیْرٍ وَ غَفَرَ الْمَرْحُوْمَۃَ وَوَقِیَھَا عَذَابَ الْقَبْرِ وَ بَیَّضَ وَجْھَھَا وَ رَفَعَ فِیْ عِلِّیِّیْنَ کِتَابَھَا وَ اَجْزَلَ فِیْ دَارِ النَّعِیْمِ ثَوَابَھَا ،اٰمِیْن:

بہ صاجنرادگان و سائر احباب اہلِ سنت سلام و دعائے رحمت و عافیت ،

والسلام مع الاکرام۔

مذکورہ تعزیتی کلمات کا ترجمہ یہ ہے۔

یقیناً اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا،اور جو دیا،اور اس کے نزدیک ہر شی ایک مقررہ وقت تک کے لیے ہے۔بلاشبہ ہر مصیبت میں اللہ کی طرف سے صبر وتسلی اور ہر فوت شدہ چیز پر بدلہ ہے۔اور محروم وہی شخص ہے، جو ثواب سے محروم ہوا،اور بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیئے جائیں گے۔اور آپ ان

صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں جنھیں کوئی مصیبت و تکلیف پہنچی تو کہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ (یقیناً ہم اللہ کے مال و مملوک ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں) یہی وہ لوگ ہیں جن کے اوپر ان کے رب کی طرف سے درود (رحمت خاص) اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اور صبر میں کڑواپن ہے، جس کے بعد حلاوت و مٹھاس ہے۔ جس پر رونق و شادابی چڑھتی و بلند ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ سب کے دل میں صبر دے، آپ سب کو عظیم اجر دے، بدلے میں بھلائی عطا فرمائے۔ ہر نقصان سے آپ حضرات کی حفاظت فرمائے۔ مرحومہ (سکینہ) کی مغفرت فرمائے، انہیں عذاب قبر سے بچائے، ان کا چہرہ روشن کرے، علیین میں ان کا مقام بلند فرمائے اور دارِ نعیم (نعمت والے گھر) جنت میں ثواب جزیل عطا فرمائے۔ آمین، آمین (اے اللہ ایسا ہی کر، تو یہ دعا قبول فرما)

عربی اشعار میں قطعۂ تاریخ بھی لکھ کر ارسال فرمایا۔ جس سے مرحومہ کے حالات زندگی کا بھی پتہ چلتا ہے اور سالِ وفات ۱۳۲۹ھ کا بھی۔ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخِ رحلتِ عفیفہ امینہ سکینہ خاتون رحمہما اللہ تعالیٰ زوجۂ مقدسہ جناب فضائل نصاب، فواضل مآب، حامی السنن السنیہ، ماحی الفتن الدنیہ، جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب قادری، جبل پوری ادامہ اللہ بالفیض النوری، آمین۔

حَلَّتۡ لِمَنۡ عَبۡدَ السَّلَامِ حَلِیۡلَۃٌ
فِیۡ الۡعَدۡنِ وَ ھِیَ حَصِیۡنَۃٌ وَ رَزِیۡنَۃٌ

هِیَ لِلْعَفَافِ مَدَی الْحَیٰو ۃِ لَزِیْنَۃٌ
وَبِعَفْوِ رَبِّیْ فِی الْمَمَاتِ مَزِیْنَۃٌ
سَأَ لَ الرِّضَا عَامَ الْوَفَاۃِ مَعَ الدُّعَا
قُلْتُ " اِرْحَمِ التَّابُوْتَ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ "

۲۹ ۱۳ھ

ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(۱) سلامتی دینے والے اللہ کی عبادت کرنے والے، مولانا عبد السلام کی بیوی جنت عدن میں پہنچ گئی۔ اور وہ پاک دامن، صاحب وقار اور پختہ رائے تھیں۔

(۲) وہ زندگی بھر پاک دامنی کی زیب وزینت بن کر رہیں، اور وفات کے بعد میرے رب کے عفو ومغفرت سے چمکدار چہرہ والی ہیں۔

(۳) رضا سے ان کے سال وفات کا وہ مادّہ تاریخ دریافت کیا جس میں دعا بھی شامل ہو۔ میں نے کہا، "ارحم التابوت فیہ سکینۃ" اے اللہ! اس تابوت پر رحم فرما،

۲۹ ۱۳ھ

جس میں جناب سکینہ مرحومہ ہیں۔

حضور مفتی عبد السلام کی دو پوتیاں انتقال کر گئیں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان کی اس طور پر تعزیت کی:

اللہ عزوجل ہی کا ہے جو اس نے دیا اور اسی کا ہے جو اس نے لیا اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک عمر معین، جس میں کمی بیشی ناممکن اور محروم تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا، صبر والوں کے لیے اجر بے حساب ہے۔ جو چیز گئی، بے صبری سے واپس نہیں آسکتی، ہاں ثواب کہ اس سے کروڑوں درجہ اعلیٰ ہے، جاتا ہے۔۔

صحیح حدیث میں ہے، جب مسلمان کے نابالغ بچے کی روح قبض کرکے ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر بارگاہ عزت ہوتے ہیں، فرماتا ہے کہ " کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟" ۔۔۔اور وہ اعلم ہے۔۔۔عرض کرتے ہیں، "ہاں اے ہمارے رب!" ۔۔۔۔فرماتا ہے، "کیا تم نے اس کے دل کا پھل توڑ لیا؟" ۔۔۔۔۔عرض کرتے ہیں، "ہاں اے رب!" ۔۔۔۔۔فرماتا ہے، "پھر اس نے کیا کہا؟" ۔۔۔عرض کرتے ہیں، "الحمدللہ کہا، تیری حمد بجالایا" ۔۔۔۔۔فرماتا ہے، "گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا اور جنت میں اس کے لیے ایک مکان بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔۔۔اوکما قال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،

حدیث میں ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزدی کا انتقال ہوا، فرمایا:۔

الحمدللہ دفن البنات من المکرمات

"بیٹیوں کو دفن کرنا عزت کی بات ہے"

مولیٰ عزوجل دونوں صاحبوں کو نعم البدل عطا فرمائے۔۔۔برہان میاں کو عمر و علم و عمل و عزت کا بیٹا دے کہ ان کے اور حضرتِ مولانا عید الاسلام کے ظلِ مکرمت میں مدارج عالیہ کو پہنچے، عالیہ سلمہا باعثِ برکاتِ دارین والدین رہیں، آمین۔

دونوں ہی برادر عزیزم نور چشمی برہان میاں کی دُلہن اور حافظ محمد غوث صاحب کے گھر میں چاروں صاحب یہ پڑھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ عَسٰى رَبُّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَا۔ اور اول و آخر درود شریف، ان شاء اللہ العزیز نعم البدل عطا ہوگا۔

ماہِ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں اعلیٰ حضرت کے وصال سے چند ہفتہ

قبل حضور عیدالاسلام علیہ الرحمہ کے بھتیجا عبدالقیوم صاحب مرحوم، پوتی ذکیہ طلعت، اور پوتا لمعان الحق (یہ دونوں حضور برہان ملت کے شہزادہ اور شہزادی تھے) کا انتقال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت کو خبر کی گئی تو انہوں نے بستر علالت سے دو خط لکھے۔ ایک حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ اور ان کی اہلیہ کو تعزیت کے طور پر ہے، جو "اکرام امام احمد رضا" کے صفحہ ۷۲ سے ۷۵ تک مرقوم ہے، اور دوسرے میں حضور عبد السلام علیہ الرحمہ کو ان الفاظ میں تلقین کی، ملاحظہ ہو:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت بابرکت مولانا عیدالاسلام ادامہ السلام بالخیر والسلام آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

ایک وقت میں تین واقعے ایسے نہیں کہ انسان کے پائے ثبات میں کچھ تزلزل نہ آنے پائے مگر جناب بفضلہٖ تعالیٰ علمائے عاملین وجبال وقار وتمکین سے ہیں، خط تعزیت کا فقیر نے نور عینی مولوی برہان میاں سلمہ کو لکھا، اگرچہ جناب کو حاجت نہیں مگر ایک نظر ملاحظہ فرما لیجئے، ان دونوں صاحبوں کو سنا کر تفہیم کامل، تلقین صبر فرما دیجئے۔ ضرور ضرور ضروری تھا کہ فقیر اس وقت تعزیۃً حاضر ہوتا مگر اپنی حالت کی تفصیل کہ اس وقت تک بخیال فکر وملال جناب گزارش نہ کی تھی، عرض کرنی یوں بھی مناسب ہوئی کہ بفضلہٖ تعالیٰ جو عظیم تعلق جناب اور نور عین برہان میاں اور اس سارے مبارک گھر کو میرے ساتھ ہے، اس کی نظیر کم ہے، اس طرف فکر کی مشغولی ادھر کے غم سے شاغل ہو گی اور اس محتاج دعا کے لیے خالص قلب سے دعا

فرمائیں گے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ میری نجات وشفاء کی کافل ہوگی۔

بھوالی میں ۱۹؍ذی الحجہ سے چار روز مجھے شدید بخار آیا، پانچواں دن درد، پہلو میں پیدا ہوا پھر وہ دردِ جگر سے متبدل ہوا، محرم کا دن اور آٹھویں شب جیسی گزری، الحمد للہ رب العلمین، الحمد للہ علیٰ کل حال و اعوذ باللہ من حال اهل النار۔ وہاں نہ کوئی طبیب، نہ کچھ دوا، اوپر کی سانس کے ساتھ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جگر کی ایک طرف بان کے برابر موٹی ریح کئی انگلی بلند ہوئی اور دوسری طرف سے دوسری اور دونوں میں کنکیّا کی طرح سے پیچ ہوئے پھر وہیں بیٹھ گئیں، اس کے ساتھ بار بار یہ ریاح قلب کی طرف متوجہ ہوتے معلوم ہوتے تھے، اس وقت اندیشہ زیادہ ہوا، حدیث میں دعا ارشاد فرمائی ہے، میں نے قلب پر ہاتھ رکھ کر پڑھی۔۔۔۔ ان پر بے شمار درودیں ہوں، فوراً بڑی بڑی ڈکاریں آنی شروع ہوئیں اور یہاں تک آئیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ وہ ریاح قلب پر سے صاف ہوگئیں، یہ رات کے بارہ بجے کا واقعہ ہے۔

اب جگر نے کہا مجھے کیوں محروم رکھا جائے؟۔ میں نے اس پر ہاتھ رکھ کر وہی دعا پڑھی، بے کسی دوا کے ایک اجابت ہوئی اور درد میں باذنہٖ تعالیٰ خفت، تین بجے کے قریب پھر جگر پر اجتماع ریاح اور اشتدادِ درد ہوا، میں نے پھر دعا پڑھی، فوراً دوسری اجابت ہوئی اور درد میں بفضلہٖ تعالیٰ خفت ہوئی، چار بجے پھر ایسا ہی ہوا، میں نے پھر دعا پڑھی، فوراً اجابت ہوئی اور بحمدہٖ تعالیٰ درد بالکل جاتا رہا۔ یہ ان کا فضل ہے، یہ ان کا کرم ہے، افضل صلوات اللہ و اکمل تسلیماتہ علیہ و علیٰ آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ الیٰ ابد الأبدین فی کل اٰن و حین بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ آمین والحمد للہ رب العلمین،

اور ایک عجیب واقعہ استماع فرمایئے، جسے میں نے طبیبوں کے سامنے ذکر کیا اور پوچھا کہ تمہاری طب میں اس کی کوئی وجہ ہے، یا طبعیات میں کچھ پتا ہے؟ یہی جواب ملا، حاشا! بلکہ یہ رحمت خاصۂ خدا ہے، اس مرض کے ساتھ ہی بشدت کھانسی وزکام اور بلغم میں لزوجت ایسی کہ دس دس جھٹکوں کے بعد بہ دشواری جدا ہوتا، کھانسی اس قدر شدت کی، اتنے جھٹکے ہوتے اور جگر و پہلو میں درد، ان کو ان جھٹکوں کی اصلا خبر نہ ہوتی۔ ایک صاحب کے پاؤں میں زخم ہے، کھانسی آتی ہے، وہاں درد ہوتا ہے اور یہاں برابر کے اعضاء میں درد، اور ان کو ان جھٹکوں کی اصلا اطلاع نہیں، فالحمد للہ الکریم حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب و یرضیٰ۔

غرض یہ وہ مرض تھا کہ بائیس دن میں بازو کا گوشت صحیح پیمائش سے سوا انچ گھل گیا، رانوں کا ابتدائی حصہ اتنا رہ گیا جتنا بائیس دن پہلے بازو تھے۔ شدتِ قبض و ہیجان ریاح کا سلسلہ اب تک ہے۔

چودہ محرم کو پہاڑ سے واپس آیا، لاری والے میرے احباب تھے، مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، لاری میں میرے لیے پلنگ بچھا کر لائے اور بفضلہٖ تعالیٰ بہت آرام سے آنا ہوا، یہاں جب سے آیا ہوں، اتنی قوت باقی نہیں کہ مسجد جا سکوں، عشاء سے ظہر تک کی نمازوں کے لیے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لے گئے، عصر بھی مسجد میں ادا کی، پھر بخار آ گیا اور مسجد تک جانے کی طاقت نہ رہی، پندرہ روز سے اسہال شروع ہوئے، اس نے بالکل گرا دیا، نماز کی چوکی پلنگ کے برابر لگی ہے، اس پر سے اس پر بیٹھے بیٹھے جانا تین تین بار، ہمت سے ہوتا ہے، الحمد للہ کہ اب تک فرض و وتر اور صبح کی سنتیں بذریعۂ عصا کھڑے ہی ہو کر پڑھتا ہوں مگر جو دشواری ہوتی ہے، دل جانتا ہے۔ آٹھواں دن جمعہ کی حاضری تو ضرور ہے،

مکان سے مسجد تک کرسی پر جانے میں وہ تعب ہوتا ہے کہ بیٹھ کر سنتیں بھی بدقّتِ تمام پڑھی جاتی ہیں اور اس تکان سے عشاء تک بدن چور رہتا ہے، نبض کی یہ حالت ہے کہ ایک ایک منٹ میں چار چار بار رُک جاتی ہے اور کچھ دیر تک رُکی رہتی ہے پھر باذنہٖ تعالیٰ چلنے لگتی ہے لہٰذا بادل ناخواستہ حاضری سے معذور ہوں۔

میں نے حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں سے کہا تھا کہ میں نہیں جا سکتا، تم دونوں میں سے کوئی خدمتِ حضرت مولانا میں حاضر ہو، مگر وہ اس سخت مخدوش حالت میں مجھے چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتے۔ یہ سب حالات میں نے شکرِ نعمت الٰہی وطلبِ دعا کے لیے لکھے ہیں، میں قسم دیتا ہوں کہ جناب یا نور عینی برہان میاں حالتِ موجودہ میں عیادت کے لیے ہرگز تکلیف نہ فرمائیں، وہیں سے دعا ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اگر وقت آ گیا ہے تو میں ان سے کہہ دوں گا کہ جب پاس سمجھو فوراً حضرتِ مولانا کو تار دے دو کہ نماز میں شرکتِ جناب فقیر کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ باعثِ رحمت وبرکت ہوگی، سب احباب کو سلام اور طلبِ دعا۔

والسلام مع الاکرام۔

۸؍ صفر ۱۳۴۰ھ

حضرت مفتی عبد السلام علیہ الرحمہ کی بہو، حضرت مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ بیمار تھیں، اعلیٰ حضرت نے ان کے لیے درج ذیل تدبیر لکھی،

”ایک کٹورے میں پانی بھر کر شبنم میں رکھ دیں اور اس پر کوئی قلم یا نیزہ، بسم اللہ پڑھ کر رکھ دیں، صبح بعد نماز اس پر سات مرتبہ الحمد شریف، آیت الکرسی ایک بار، تینوں قل تین تین بار۔ اول وآخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر دم کریں

اور آپ یا برہان میاں یا کوئی محرم اس کے چھینٹے ان کے منھ اور سینے پر بہ قوت مار یں، ہر چھینٹے کے ساتھ کہتے جائیں۔
"اَللّٰھُمَّ اشْفِ اَمَتَکَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَکَ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔" تنہا اس عمل مبارک کے نو دن ہیں۔ کیسا ہی سخت بخار بلکہ معاذ اللہ مزمن یا تپِ دق عیاذاً باللہ ہو، لا یجاوز تسعا باذن اللہ تعالیٰ۔ (اللہ تعالیٰ کے اذن سے نو دن سے آگے پار نہیں کرے گا) والسلام مع الاکرام"

فیض بخشی:۔ ایک بار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نہایت قیمتی نقوش تیار کیے۔ ان میں سے ایک حضرت مفتی عبد السلام کے لیے مختص کیا اور ارسال فرمایا۔ ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں،

یہ تین نقوشِ جلیل ہیں، ان کی مختلف شرائط تھیں۔ اور بقدرتِ الٰہی اس جمعہ کو سب جمع ہو گئے اور ان سے اور زیادہ تھے، قمر سعد الاجنیہ میں زہرہ و قمر کا قران، زہرہ شرف میں، مشتری بیت میں، زہرہ و مشتری کا قران، آفتاب خاص درجہ شرف میں، دن خاص جمعہ مبارک کا۔ ان کے فوائد، برکاتِ عظیم مخلوق و خالق سب کے نزدیک عظیم وجاہت، بعونہٖ تعالیٰ عمر بھر ضیق سے نجات ہمیشہ وسعتِ رزق، محبتِ الٰہی، حیات طیبہ، قلوب خلائق میں محبت۔ ان میں سے دو نقشوں میں مکتوب لہ کے نام کے اعداد بھی داخل کئے جاتے ہیں، وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے لئے تجویز کئے، ان میں ایک نام آپ کا تھا، نقوش حاضر ہیں، مولیٰ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہر پنجشنبہ یا جمعہ کو انہیں لوبان کی دھونی دیا کریں اور اس وقت دام ناج روٹی ماحضر، حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دے کر مسلمان محتاج کو دے دیا کریں۔ ان عظیم نقشوں کی قدر کی جائے کہ ایسی

ساعات کا پھر اجتماع بہت بعید ہے اور ہندوستان بھر میں پندرہ نام اس کے لئے مخصوص کیے گئے جن میں ایک آپ ہیں۔ والسلام

۱۳۲۹ھ میں حضور عبد السلام کی اہلیہ محترمہ سکینہ خاتون کا وصال ہوا، اس کے تقریباً تین سال کے بعد آپ کے شہزادہ محمود اشرف کا ۱۳۳۲ھ میں انتقال ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ صدمہ بالائے صدمہ سے آدمی کے دل کا حال کیا ہوگا، اس کے سبب حضرت عبد الاسلام علیہ الرحمہ کو اختلاج قلب ہو گیا۔ تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تعزیت کی دعاؤں کے ساتھ دفعِ اختلاج کے لیے دو دعائیں بھی رقم فرمائی تھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے عبد الاسلام حضرت مفتی عبد السلام علیہ الرحمہ کی شان میں ایک شعر فرمایا ہے، جو ان کے دین کی سلامتی پر دال ہے، ساتھ ہی اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حضرت موصوف کو عظیم علم حاصل ہے اور اپنے اس علم پر اچھے طور سے عامل بھی ہیں۔ بلفظِ دیگر وہ عالمِ باعمل ہیں، عالم ربانی ہیں۔

فرماتے ہیں ؎

وسالم دینہ عبد السلام　　لہ علم بہ عمل سدید

(ترجمہ:۔ مفتی عبد السلام کا دین سلامت ہے۔ انہیں علم عظیم حاصل ہے، جس پر وہ ٹھیک ٹھیک عامل ہیں)۔

حضرت عبد الاسلام کے بھائی قاری بشیر الدین مرحوم علیل ہو گئے تھے، اس تعلق سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پاس عریضہ لکھا گیا تھا، اس کے جوابی مکتوب کے آغاز میں اعلیٰ حضرت نے کئی القاب وخطاب سے حضور عبد الاسلام علیہ الرحمہ کو یاد کیا ہے۔ رقم طراز ہیں۔

"مولانا المجبل المکرم المفخم المعظم، ذی الفضل التام والفیض العام والعز والاکرام، مولانا مولوی شاہ محمد عبد السلام، دام مجدہ وانجح جدہ" مذکورہ القاب پر نگاہ دوڑائیے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اے مفتی عبد السلام! آپ مولانا بھی ہیں، مولوی بھی ہیں، مبجل ومکرم اور مفخم و معظم بھی، یعنی لائق تعظیم واکرام اور بڑی عظمت والے ہیں، فضلِ تام اور فیض عام والے ہیں، عزت وانعام والے ہیں اور آپ وقت کے بادشاہ بھی ہیں۔

یہ مکتوب ۱۲ رشعبان ۱۳۲۶ھ کا ہے

(اکرام امام احمد رضا ص۔ ۳۶)

حضرت عبد الاسلام کی اہلیہ محترمہ سکینہ خاتون مرحومہ کے انتقالِ پر ملال پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو تعزیتی مکتوب رقم فرمایا، اس میں ان القاب سے یاد فرمایا ہے۔

"جامع الفضائل، قامع الرذائل، لامع الفواضل، ذی الکرم والکرامت والاکرام مولانا محمد عبد السلام صاحب قادری برکاتی دامت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ"۔

یعنی اے مفتی عبد السلام آپ جامع فضائل، (بے شمار فضیلتوں کے جامع ہیں)۔ قاطع رذائل ہیں، (بری عادتوں کو جڑ سے کاٹنے والے ہیں)۔ لامع الفواضل ہیں، (چمک والے ہیں اور فضل میں بلند مرتبہ)۔ ذو الکرم والکرامت ہیں، (کرم وبخشش اور کرامت و بزرگی والے ہیں)۔ لائقِ تعظیم واکرام ہیں" آپ مولانا ہیں، قادری وبرکاتی ہیں، (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ السامی اور صاحب البرکات حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان سے نسبت

رکھنے والے ہیں)۔آپ کے بلند رتبے سلامت رہیں،آپ کو دنوں اور راتوں کی برکتیں ملیں۔

یہ ۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ والے مکتوب میں ہے۔

مرحومہ کے پردہ فرمانے کے بعد ایک تعزیت نامہ ارسال فرمایا،جس میں ایک عربی قطعۂ تاریخ بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے لکھ کر بھیجا تھا اس مکتوب میں اعلیٰ حضرت نے آپ کو درج ذیل القاب سے یاد کیا ہے۔

”جناب فضائل نصاب،فواضل مآب،حامی السنن السنیہ،ماحی الفتن الدنیہ مولانا مولوی عبدالسلام صاحب قادری جبل پوری،ادامہ اللہ بالفیض النوری آمین“۔

یعنی آپ جناب فضائل نصاب ہیں،(اصلِ فضائل والے جناب ہیں)۔فواضل مآب ہیں،(بلند مرتبہ والے ہیں)۔حامی السنن السنیہ ہیں،(بلند سنتوں کے حامی و مددگار ہیں)۔ماحی الفتن الدنیہ ہیں،(گھٹیا بدعتوں کو مٹانے والے ہیں)۔مولانا ہیں،مولوی ہیں،قادری ہیں،اللہ تعالیٰ آپ کو نور والے فیض کے ساتھ ہمیشہ رکھے۔

حضور مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کے ایک صاحب زادہ محمود اشرف مرحوم کا ۱۳۳۲/ ۱۹۱۳ء میں انتقال پرملال ہوگیا۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اس کی اطلاع دی گئی،آپ نے مفتی موصوف کے پاس ۲/ربیع الآخر شریف ۱۳۳۲ھ کو تعزیت نامہ ارسال فرمایا،جس میں درج ذیل القابات سے یاد فرمایا۔

”جامع الفضائل القدسیہ،قامع الرذائل الانسیہ،مولانا المبجل والمکرم المفخم، ذی المجد الاتم والفضل والکرم جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب دامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ،آمین“۔

(اے عبد السلام آپ جامع فضائل قدسیہ ہیں، (پاک فضائل وکمالات کے جامع ہیں)، آپ قامع الرذائل الانسیہ ہیں، (انسان کی بری عادتوں کو جڑ سے کاٹنے والے ہیں)۔ لائق تعظیم وتکریم اور عظمت والے ہیں، کمال مجد و بزرگی والے اور صاحب الفضل والکرم ہیں۔ خلاصہ یہ کہ آپ وہ جناب ہیں، جو مولانا ہیں، مولوی بھی اور وقت کے بادشاہ بھی، آپ کے بلند مراتب ہمیشہ سلامت و برقرار رہیں، آپ کے لیل ونہار میں برکتیں ہوں، ۔ آمین ۔ آپ تمام پر سلام، اللہ کی رحمت و برکت ہو، دنیا اور آخرت میں آپ لوگوں کا اللہ ہے۔)

اس کے بعد تسلی دیتے ہوئے آپ کے لیے اور آپ کے صاحبزادہ محمود اشرف مرحوم کے لیے دعا کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" عزیز بجان محمود اشرف ، جَعَلَهُ اللهُ فَرَطًا لَّكُمْ وَاَعْظَمَ اُجُوْرَكُمْ وَاَتَمَّ نُوْرَكُمْ وَاَدَامَ صُبُوْرَكُمْ وَاَجْزَلَ سُرُوْرَكُمْ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ، اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ "

(ترجمہ اللہ تعالیٰ آپ تمام کے لیے اس بچے کو آخرت میں پہلے پہنچا ہوا اجر بنا دے اور آپ سب کو عظیم اجر عطا فرمائے۔ آپ کے نور کو کامل وتام کرے، اور صبر کو دوام بخشے، دین، دنیا اور آخرت میں سرور وخوشی زیادہ دے۔ یقیناً ہم لوگ اللہ کے مال ومملوک ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یقیناً اللہ ہی کا ہے، جو اس نے لیا اور جو دیا، اور ہر شی کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے مال اور اولادیں فتنہ وآزمائش ہیں، اور اللہ کے نزدیک بڑا اجر ہے)۔

"دفعِ اختلاج کے لیے ۶۰/(ساٹھ) بار" لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم " پانی پر روز دم فرما کر دو ایک جرعہ (گھونٹ) نوش فرما لیا کیجئے۔ نیز ہر نماز کے بعد ۱۱/(گیارہ) بار" یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم دل مارا کن مستقیم بحق اِیّاکَ نعبد و اِیّاکَ نستعین" اول و آخر درود غوثیہ ایک ایک بار پڑھ کر دل پر دم فرما لیا کیجئے"۔

۲۲/رجب ۱۳۳۳ھ کے مکتوب میں

یہ القاب درج ہیں۔

"جناب محترم، ذی المجد والکرم، حامی السنن السنیہ، ماحی الفتن الدنیہ، جامع الفضائل الانسیہ والفواضل القدسیہ، قامع الرذائل الانسیہ، مولانا بالفضل اولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبد السلام عید الاسلام سلمہٗ السلام وادام فیضہ علی الانام"۔

(یعنی اے جناب محترم عید الاسلام، آپ ذو المجد والکرم ہیں، (بزرگی، کرم اور بخشش والے ہیں)۔ بلند سنتوں کے حامی و مددگار ہیں، گھٹیا فتنوں کے مٹانے والے ہیں۔ انسانی فضائل اور پاک بلند مراتب کے جامع ہیں۔ انسانی بری عادتوں کی جڑ کاٹنے والے ہیں، آپ مولانا ہیں، فضل کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں، سلامتی دینے والا اللہ آپ کو سلامت رکھے اور لوگوں پر آپ کے فیض کو قائم و دائم رکھے)۔

۴/ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ کے مکتوب میں

مندرجہ بالا القاب کے ساتھ ان الفاظ کا بھی اضافہ ہے۔

عضدی، انسی، بہجۃُ نفسی، یعنی آپ میرے بازو ہیں، میرے لیے اُنس و محبت کا ذریعہ ہیں، میری جان کی رونق و شادابی ہیں۔

۴؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کے ایک مکتوب میں یوں رقم طراز ہیں،
بملاحظۂ گرامی مولانا المبجل المکرم المفخم حامی الاسلام والسنن ماحی الکفر والفتن ، مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبد السلام صاحب قادری برکاتی دام بالفضل والبرکات"۔

اس میں گزشتہ بھاری بھرکم القابات ،مبجل، مکرم، مفخم کے ساتھ "حامی الاسلام والسنن اور ماحی الکفر والفتن" کا بھی اضافہ ہے۔یعنی آپ اسلام اور سنتوں کے حامی ومددگار ہیں اور کفر اور فتنوں کے مٹانے والے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۳۳۷ھ میں جب حضور برہانِ ملت کو دستارفضیلت سے نوازتے ہوئے پینتالیس علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت دی، پھر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا تو اس کی سند بھی عطا کی، جس میں ان کی ولایت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مفتی عبد السلام کو ان الفاظ میں یاد کیا ہے،" الفاضل الحامل جامع الفضائل قاطع الرذائل، مولانا المولوی عبد السلام وقد لقبتہ عید الاسلام"۔

(یعنی مفتی صاحب فاضل معقولات ومنقولات ہیں، حاملِ قرآن وحدیث ہیں کہ ان کو یاد کرنے والے اور روایت کرنے والے ہیں۔جامع الفضائل کئی فضیلتوں کے جامع ہیں۔قاطع الرذائل، بری عادتوں کو قطع کرنے والے ہیں۔مولانا ہیں مولوی ہیں، میں نے انہیں عید الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔

۱۳؍ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ کے مکتوب میں ان القاب کا اضافہ ہے،" کامل النصاب، جناب مستطاب، زین الزمن ۔(آپ کامل النصاب ہیں، (باکمال مرجع ہیں)۔جناب مستطاب ہیں، (شیریں اور اچھے حضرت)۔زین الزمن ہیں، (زمانے کی زینت ہیں)۔ (اکرام امام احمد رضا ص ۱۳۴)

شب بستم ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ کے مکتوب میں

ان القاب کا اضافہ ہے" ذی المجد الاتم والکرم الاعم، حسن الشیم والعلم والعلم ذی المجد الاتم" کامل تر مجد و بزرگی والے اور عام بخشش والے ہیں، حسن الشیم ہیں، (اچھی سیرتوں والے ہیں) حسن العلم والعلم (اچھا علم اور اچھی پہچان رکھنے والے ہیں)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں کامل دس ماہ حضرت عبدالسلام علیہ الرحمہ نے علم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ ۳/ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں اعلیٰ حضرت نے دستار فضیلت اور عربی تحریر میں سند عطا فرمائی، اس کے آغاز میں اعلیٰ حضرت نے آپ کو درج ذیل القاب سے یاد کیا ہے۔

اَلْعَالِمَ الْفَاضِلُ الْكَامِلُ تَقِيُّ الشَّبَابِ نَقِيُّ الثِّيَابِ الْمُتَحَلِّيّ بِحِلْيَةِ الْفَضْلِ الْمَعْنَوِيِّ وَالْكَمَالِ، الصُّوَرِيّ مَوْلَانَا الْمَوْلَوِيِّ عبد السلام الجبلفوری زَيَّنَ اللهُ وَجْهَهُ وَقَلْبَهُ بِالضِّيَاءِ النُّوْرِيِّ

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ عالم، فاضل اور صاحب کمال ہیں۔ تقی الشباب ہیں (جوانی ہی میں متقی و پرہیزگار ہو گئے) نقی الثیاب ہیں، (جسمانی اور روحانی اعتبار سے صاف کپڑوں کی طرح پاک وصاف ہیں) معنوی اور صوری فضل و کمال کے زیوروں سے مزین ہیں، آپ مولانا ہیں، مولوی ہیں۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے چہرہ اور قلب کو نوری ضیاء سے روشن و مزین فرمائے)

ساداتِ مارہرہ کے ایک بزرگ سید ارتضیٰ حسین صاحب نے سیتا پور (یوپی) سے ایک استفتاء ارسال فرمایا تھا، جس کے جواب میں حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ ہی رقم فرما دیا، جس کا نام رکھا۔" اجلال الیقین بتقدیس سید

المرسلین"۔(۱۳۳۷ھ)۔اس رسالہ کو آپ نے تقریظ کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔اعلیٰ حضرت نے نہایت جامع تقریظ لکھی۔اس کے ضمن میں حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کو درج ذیل خطابات سے یاد کیا ہے۔

"بحمد اللہ تعالیٰ! یہ ان (برہانِ ملت) کے والد ماجد عمدۃ العلما،زبدۃ الفضلاء، حامی السنن،ماحی الفتن،حسنۃ الزمن،زینۃ الایام،مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام سلمہ السلام لحمایۃ الاسلام ونکایۃ الکفرۃ والمبتدعین اللئام وادام فیضہ الیٰ یوم القیام کے برکات ہیں"۔ (یعنی مفتی عبدالسلام عمدۃ العلماء ہیں،علما کے معتمد ہیں،زبدۃ الفضلاء ہیں،فضلائے زمانہ میں عمدہ اور افضل ہیں،حامی السنن ہیں،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے حامی و مددگار ہیں،ماحی الفتن ہیں،(فتنوں کو مٹانے والے ہیں)۔زمانے کے اچھے ہیں،زمانے کی زینت ہیں،مولانا،مولوی،حافظ اور بادشاہ ہیں۔سلام یعنی سلامتی دینے والا اللہ انہیں اسلام کی حمایت اور کافروں اور کمینے بدعتیوں کو مغلوب کرنے و شکست دینے کے لیے سلامت رکھے۔اور ان کے فیض کو روزِ قیامت تک کے لیے دوام بخشے)۔

مفتی عبدالسلام کو عیدالاسلام کا خطاب:۔ حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ بہت محبت فرماتے تھے،ان پر خاص کرم کرتے اور بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔اسی لیے اعلیٰ حضرت دو بار جبل پور تشریف لے گئے۔ ایک بار ماہِ صفر ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں۔اور دوسری بار ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں۔ اور حضور مفتی عبدالسلام کا بھی کئی بار بریلی شریف جانا ثابت ہے۔۱۳۱۳ھ میں جب ندوہ کے پروگرام میں شرکت کے لیے پہنچے تو دس ماہ رہ کر علم دین حاصل کیا۔دوسری بار ۱۳۳۲ھ میں پہنچے اور ایک بار ۱۳۳۲ھ کے بعد اور ۱۳۳۵ھ سے قبل پہنچے جب حضور برہانِ ملت بغرض تعلم بریلی شریف میں تھے۔(اکرام امام احمد رضا،ص،۶۰)

اور ایک بار ۱۳۱۹ھ میں جب رد ندوہ کے خلاف کلکتہ میں جلسہ تھا، کلکتہ سے اعلیٰ حضرت کے ساتھ مفتی عبد السلام بھی بریلی شریف پہنچے۔ اور ایک ہفتہ رہے (اکرام امام احمد رضا، ص، ۷۴)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ جب ۱۳۳۷ھ میں جبل پور پہنچے تو آپ کا شاندار استقبال ہوا تھا۔ اسی موقع سے ایک جلسہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے عید الاسلام یعنی اسلام کی خوشی کا لقب دیا تھا۔ جب کہ اس سے پہلے اس کے علاوہ بھی کئی القاب و خطابات سے امام احمد رضا مفتی عبد السلام کو نواز چکے ہیں۔

حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ اکرام امام احمد رضا ص ۳۴ پر رقم طراز ہیں

"۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء کو امام احمد رضا، جبل پور تشریف لائے،

۲۶ / جمادی الثانیہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ / مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسۂ دستارِ فضیلت ہوا، اس میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی، آپ کی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی، ہر فرد محوِ سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتِ شان و رفعتِ مکان اور محبت و فنائیت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا، دورانِ تقریر حضرت والدِ ماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلماتِ خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:۔

"اے جبل پور کے مسلمانو" مولانا عبد السلام کی ذاتِ ستودہ صفات صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لیے عید الاسلام ہے اور میں آج سے مولانا عبد السلام کے القاب میں خطابِ عید الاسلام کا اضافہ کرتا ہوں، آئندہ آپ کے اسمِ گرامی کے ساتھ عید الاسلام بولا اور لکھا جائے"۔

ان مقدس کلمات کے سنتے ہی مجمع نے بلند آواز سے والہانہ انداز میں تکبیر

کہہ کر خلوص ومحبت کے ساتھ مسرت کا اظہار کیا، والدِ ماجد اعلیٰ حضرت کے قدموں کی طرف جھکے، اعلیٰ حضرت نے سینے سے لگا یا اور دیر تک لگائے رہے، عجب روح پرور، ایمان افروز اور دلکش منظر تھا اور نزولِ رحمت و برکت وسعادت کا وقت تھا، نعرہائے تکبیر و رسالت سے فضا گونج رہی تھی، والدِ گرامی نے اعلیٰ حضرت کے دستِ اقدس کا بوسہ لیا، اعلیٰ حضرت نے آپ کی پیشانی چومی، جب تک یہ منظر رہا، پورا مجمع کھڑا نعرہائے تکبیر و رسالت لگا تا رہا، پھر اعلیٰ حضرت منبر پر رونق افروز ہوئے اور مجمع بھی بیٹھ گیا۔

حضرت عید الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کئی القاب سے یاد کیا ہے۔ جو آپ کی تحریرات میں ملتے ہیں۔

(۱) اٰیَۃٌ مِّنْ اٰیَاتِ اللہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ آپ (اعلیٰ حضرت) اللہ رب العلمین کی آیات ونشانیوں میں سے ایک آیت ونشانی ہیں۔

(۲) نِعْمَۃُ اللہِ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔

(۳) اعلم العلماء المتبحرین۔ متبحر علما میں سب سے زیادہ علم والے آپ ہیں

(۴) افضل الفضلاء المتصدرین ۔ آپ صدر مجلس میں بیٹھنے والے فضلائے زمانہ میں افضل ہیں (سب سے فضیلت والے ہیں)

(۵) تاج المحققین ۔ علمائے محققین کے تاج ہیں۔

(۶) سراج المدققین ۔ علمائے مدققین کے آفتاب ہیں۔

(۷) مالک ازمۃ الفتاوی والمفتیین فتاویٰ اور مفتیوں کی زمام ولگام کے مالک ہیں۔

(۸) ذو المقامات الفاخرۃ والکمالات الظاھرۃ والباھرۃ ۔ قابلِ فخر مقام ومرتبہ والے اور ظاہر وروشن کمالات والے ہیں۔

اور ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ کے ایک مکتوب میں ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔

"بحضور پرنور، حضرت، آقائے نعمت، سلطان المحققین، برہان المدققین، سید العلماء المتبحرین، سند الفضلاء المتصدرین، فخر العلماء الراسخین، خیر اللحقۃ بالمھرۃ السابقین، تاج المفسرین، سراج الفقہاء والمحدثین، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، بحر العلوم، کاشف اسرار المکتوم، شیخ الاسلام، ملک العلماء الاعلام، العلامۃ الاجل الابجل الاکمل، حلال عقدۃ لاینحل مؤید الملۃ الطاھرہ، مجدد المائۃ الحاضرہ، مقتدائے اہلِ سنت، قبلۂ وکعبہ سیدی وسندی وملاذی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی، مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں دامت برکاتہ العالیہ"

مفتی عبد السلام کا سفرِ حج

چلا ہے سوئے طیبہ قافلہ تقدیر والوں کا
اثر ہو کچھ تو محرومانِ قسمت کے بھی ناموں کا

سفرِ حج :- مجاہدِ اہل سنت مفتی شاہ عبد السلام قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ ساتھ میں آپ کے فرزند ارجمند برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ اور دیگر احباب بھی تھے۔ اس مبارک و پرمسرت موقع پر جبل پور کے مسلمانوں نے آپ کو زبردست مبارک بادی۔ ادارہ جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور کی طرف سے محلہ اوپرین گنج میں ۱۵ر شوال المکرم بعد نمازِ عشا جلسۂ وداعی منعقد ہوا، ان حجاج کرام کے قافلہ سالار حضرت مفتی عبد السلام کے لیے بلند نشست گاہ بنائی گئی، دس بجے میلاد شریف کا پروگرام شروع ہوا، مبارک بادی کی کئی نظمیں شعرا نے تیار کی تھیں، جو وہاں پڑھی گئیں اور تاثر پیش کیا

گیا کہ ایک طرف حضرت مفتی صاحب اور دیگر حجاج کرام کے ان مقامات مقدسہ کو جانے پر خوشی و مسرت بھی ہے اور دوسری طرف افسوس بھی کہ ہم سے ان بزرگوں کا سایہ ایک عرصہ کے لیے چھوٹ رہا ہے، بارہ بجے رات سے دو بجے تک حضرت نے نصیحتیں فرمائیں، تمام حجاج کرام کی پھول، عطراور شیرینی سے تواضع کی گئی، جلسہ ساڑھے تین بجے رات ختم ہوا اس وقت تک تقریباً ہزار آدمیوں کا مجمع رہا، دو بجے دن ۱۶/شوال ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء اس قافلہ کی جبل پور سے روانگی ہوئی، مولانا سید عبدالکریم ناظمِ جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور لکھتے ہیں:۔

دوسرے دن حضرت قبلہ اور صاحبزادہ صاحب مسجد کوتوالی میں ڈیڑھ بجے تشریف لائے۔ نمازِ ظہر ہوئی، نماز سے فارغ ہوتے ہی لوگ تمام حجاج سے اور حضرت سے مصافحہ کرنے لگے، مسجد میں کہرام مچ گیا، عجب سماں تھا، ہر سڑک پر موٹریں، فیٹیں، پھولوں سے سجی ہوئی حجاج کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ خدام جماعت ظاہرین علی الحق کے سینوں پر نشان جماعت ظاہرین علی الحق لگا ہوا تھا، مجمع قریب پانچ ہزار آدمیوں کا ہوگا، حجاج سواریوں پر تھے تمام امیر و غریب پیدل تھے، نعرہ اللہ اکبر، الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ دو بج کر پانچ منٹ پر یہ حضرات روانہ ہوئے۔ ملخصاً"۔ (اعلیٰ حضرت اور علماے جبل پور)

مولانا عبدالکریم صاحب کی یہ رپورٹ اسی موقع سے ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور ۲۶/جون ۱۹۲۲ء ۔ ص۔ ۷، ۸ پر چھپی تھی۔

چار بج کر پندرہ منٹ پر آپ کی گاڑی جبل پور سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئی تو کل ہو کر بمبئی پہنچی، ۱۵/جون بروز جمعرات ۲/بجے دن اس قافلہ کا جہاز جدہ کے لیے روانہ ہوا تھا۔

وصال:۔ ۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۱/ فروری ۱۹۵۲ء کو آپکا وصال ہوا۔ طلوع آفتاب سے چند منٹ پہلے چھ بج کر ۵۴/ منٹ پر۔ اس طرح انگریزی سال کے لحاظ سے ۸۶/ برس کی عمر پا کر حضرت نے اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ یوں تو آپ کے انتقالِ پر ملال سے پورے ہندو پاک کو صدمہ پہنچا، مگر جانشینِ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلِ سنت، غوثِ زمن سیدی سرکار مفتیِ اعظم کو بہت زیادہ صدمہ وغم پہنچا، آپ پر غم واندوہ کا ایسا بادل چھایا کہ فوری طور پر تعزیت کرنے سے قاصر رہے، کئی روز کے بعد حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کے نام تعزیت نامہ اور قطعۂ تاریخ ارسال فرمایا،

نقل تعزیت نامہ منجانب سرکار مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ

یکم مارچ ۱۹۵۲ء ۱۴/ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ

حضرت گرامی منزلت دام فضائلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خبر ارتحال حضرت عید الاسلام موجب اندوہ وملال نے سخت صدمہ پہنچایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا انتقالِ پر ملال دنیائے سنیت کے لیے ایک سخت ترین صدمہ کا موجب ہے، اور یہ خلا، جو ان کے انتقال سے ہو گیا ہے، بظاہر اس کی تلافی ہوتی نظر نہیں آتی، ویسے اللہ قادر وقدیر ومقتدر عز جلالہ کے کرم سے ضرور امید ہے کہ آپ کو ان کا ایسا جانشیں فرما دے کہ آپ ان کے جمیع فیوض وبرکات بلکہ ان سے زائد کے حامل اور اہل سنت کو آپ سے بہ نسبت حضرت مذکور مرحوم ومغفور بہت زائد فیض پہنچے، میری دلی آرزو یہی ہے، اور میں اسی کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

قطعۂ تاریخ۔سن وصال بقلم حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان

قیل مات المولوی عبد السلام — قلت ای واللہ حی بالدوام

مات قبل الموت ھو ففنائہ — ظھر بان لہ الحیاۃ المستدام

انہ قد کان فانٍ فی الرضا — وجد البقاء باللہ من منعام

فنی فی الحق فانٍ فی الرضا — فاستحق الوصل باقٍ بالتمام

خاض فی بحر الفنا حتی وصل — اذ رأی برھان ربہ فی المنام

ادخلوھا اٰمنین بالسلام — عند ربہ دار السلام

قلت ارخ وصلہ دارالسلام (۱۳۷۱ھ)

ترجمہ:۔ (۱) کہا گیا کہ مولانا مولوی عبدالسلام کی وفات ہوچکی، مین نے کہا، ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! وہ تو ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے۔

(۲) وہ تو موت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے، تو ان کی موت نے یہ ظاہر کیا کہ ان کے لیے ہمیشگی کی زندگی ہے۔

(۳) بلا شبہ وہ فانی فی الرضا تھے، تو انہوں نے انعام فرمانے والے اللہ کی طرف سے بقا باللہ کا رتبہ پایا اور باقی باللہ ہو گئے۔

(۴) وہ فانی فی الرضا ہو کر حق کی راہ میں فنا ہو گئے، تو وہ وصل کے مستحق ہو گئے، اور پورے طور پر باقی باللہ ہو گئے۔

(۵) فنا کے سمندر میں غوطہ زنی کی، یہاں تک کہ وصل کو پا لیا، جب انہوں نے خواب میں اپنے رب کے برہان ودلیل کو دیکھا۔

(۶) حکم ہوا امن وسلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، دارالسلام میں اپنے رب تعالیٰ کی نظر عنایت کے پاس رہو۔

(۷) جب مجھ سے ان کی تاریخ وصال کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا عبدالکریم نقشبندی علیہ الرحمہ کے ساتھ بڑی عیدگاہ رانی تال، جبلپور میں آرام فرما ہیں۔ ان کی تاریخ وصال دارالسلام ہے۔ ۱۳۷۱ھ۔ (سلامتی کا گھر، جنت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ والہ وصحبہ اجمعین

حیات حضور برہانِ ملت

اللہ والے اور دنیا والے، دونوں برابر نہیں ہو سکتے، دین دار اور دنیا دار میں خط امتیاز کھینچا گیا ہے۔ جنتی اور جہنمی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلا گروہ کامیاب و فائز المرام ہے، جب کہ دوسرا نہایت ناکام ہے۔ یہ فیصلہ میرا نہیں، قرآن عظیم کا فیصلہ ہے، لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ، اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ (پارہ۔۲۸۔سورۃ الحشر۔آیت نمبر۔۲۰) (ترجمہ: جہنمی اور جنتی دونوں برابر نہیں ہوتے، جنتی لوگ ہی کامیاب ہیں)۔ قرآن مقدس ہی کا فیصلہ ہے کہ متقی اور غیر متقی برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی کتاب عظیم کے نازل کرنے والے پاک ربُّ العزت کا علم والے اور بے علم کے بارے میں یہ پیغام ہے، "ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" (پارہ۔۲۳۔سورۃ الزمر۔آیت۔۹)
(ترجمہ: علم والے اور بے علم دونوں برابر نہیں ہوتے)

اور جب یہ فیصلہ ہے اور حق و اٹل فیصلہ ہے تو حضرت آدم سے لے کر اس دم تک جتنے علم والے، دین دار، متقی و پرہیزگار آچکے اور صبحِ قیامت تک آئیں گے، سب کے سب دنیا و آخرت دونوں لحاظ سے کامیاب و کامران ہیں۔ یہ دنیا میں معرفتِ خداوندی، عشقِ رسول، خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کی دولتوں سے مالامال ہیں اور آخرت میں جنت کے باغ و بہار میں سیر کرنے والے ہیں۔ ایسی ہی برگزیدہ و پاکیزہ شخصیتوں میں عمدۃ العلما فخر الاماثل شہزادۂ عید الاسلام، خلیفۂ اعلیٰ

حضرت، برہانِ ملت سیدنا حضرت برہان الحق علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ موصوف دنیا میں رہے، دنیا ان میں نہ رہی، پانی میں کشتی رہے، سب کا بیڑا پار ہے، کشتی میں پانی آجائے، سب غرقاب ہیں۔

انہوں نے اپنی زندگی کے آغاز ہی میں سمجھ لیا تھا کہ انسان کب سر بلند ہوتا ہے؟ عند اللہ و عند الناس کب سرخرو ہوتا ہے؟ ان کے نفسِ مطمئنہ نے یہ باور کرا دیا تھا کہ انسان علمِ دین سے سر بلند ہوتا ہے، خدماتِ دین سے سرخرو ہوتا ہے، تقویٰ و پرہیز گاری سے عالی مرتبت ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ، "یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ" (پارہ۔ ۲۸۔ سورہ مجادلہ۔ آیت۔ ۱۱) (ترجمہ:۔ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات کو اللہ بلند فرمائے گا)۔ لہٰذا حضرت موصوف نے ایمان پر استقامت کے ساتھ سر بلند کرنے والی ان چیزوں کو اپنا لیا اور فائق و فائز ہو گئے۔

آیئے تھوڑی دیر یک سو ہو کر ہم اسی لائق و فائق، سر بلند اور عبقری شخصیت کے گوشۂ حیات کو اپنائیں اور اپنی دنیا و آخرت سنواریں۔

ولادت با سعادت:۔ حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت با سعادت ۲۱/ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ/ ۱۳/اکتوبر ۱۸۹۲ء کو بروز جمعرات بعد نمازِ فجر محلہ اوپرین گنج جبل پور میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش فال حسن ثابت ہوئی، گھر والوں نے کئی اعتبار سے آپ کی پیدائش کو با برکت سمجھا۔ کیونکہ آپ کی ولادت کے بعد ہی آپ کے والد گرامی عید الاسلام مفتی عبد السلام علیہ الرحمۃ والرضوان کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جیسے محدث، فقیہ، مجدد اور قطب الارشاد کی زیارت، شرف لقا، شرف تعلم اور اجازت و خلافت حاصل ہوئی، اس وقت حضور برہان ملت کی عمر شریف تین سال کی تھی۔

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کی امام اہلِ سنت امام احمد رضا سے ۱۳۱۲ھ میں ملاقات ہوئی تھی۔

اسم شریف:۔ جدا کرم مولانا عبدالکریم اور والدِ گرامی مفتی عبدالسلام علیھما الرحمۃ والرضوان نے آپ کا نام عبدالباقی برہان الحق منتخب فرمایا، برہان کا معنی ہے، دلیل یقینی۔ آپ واقعی اسم با مسمّٰی تھے، کیونکہ آپ دینِ حق کی دلیل اور حجت قاطع ہیں، اس معنی میں "برہان" کا لفظ قرآنِ مقدس میں آیا ہے، برہان الحق آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت آپ کی ولادت شریفہ ہوئی، اس وقت آپ کے جدامجد عارف باللہ مولانا مفتی عبدالکریم نقشبندی نمازِ فجر سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن فرمار ہے تھے، جس وقت آپ کی دادی صاحبہ نے انہیں آپ کی ولادت با سعادت کی خوش خبری دی، اس وقت وہ آیتِ کریمہ "قد جاء کم برھان من ربکم" (تحقیق کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان (دلیل) آگئی) تلاوت فرمار ہے تھے۔ جدامجد موصوف نے سنتے ہی فرمایا، "الحمدللہ! "برہان آگیا"۔ (اللہ کا شکر ہے، میرا پوتا دلیلِ اسلام بن کر آگیا)

بلفظِ دیگر یوں کہئے کہ اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کے وقت حضرت برہان ملت کا اس فرش گیتی پر جلوہ آرا ہونا، فالِ حسن ہے۔ یہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ آنے والا بچہ حق، برہان و دلیل بن کر آرہا ہے، جو اسلام وسنیت کی حقانیت کو دلائل و براہین سے ثابت واجاگر کرے گا، جدامجد موصوف نے آپ کی ولادت پر مادۂ تاریخ بھی ارشاد فرمایا تھا، جسے آپ کے والد گرامی حضرت عبدالاسلام قدس سرہٗ نے اپنی یادداشت میں اس طرح لکھا ہے۔

" تاریخ ولادت برخوردار، فرخندہ آثار، قرۃ العیون، میاں محمد برہان الحق مدعمرہ"، (اقبال مند، مبارک آثار، آنکھوں کی ٹھنڈک صاحبزادے ، میاں محمد

برہان الحق کا مادۂ تاریخِ پیدائش، اسے درازی عمر نصیب ہو) ریختہ از کلک گوہر سلک جدامجدش مدظلہ (اس کے جدامجد مولانا عبدالکریم مدظلہ العالی کے گہر وموتی سے پروئے ہوئے قلم نے اشعار کی صورت میں یہ نکالا۔

حبذا مولود خوش از فضل حق	جلوہ گر شد در فضاء آب و گل
بست و یک از اول ماہِ ربیع	صبح روز پنج شنبہ متصل
فکرِ تاریخِ ولادت گفت ای	آمدہ برہان حق درخانۂ دل

ترجمہ: (ا) واہ واہ! فضلِ الٰہی سے آب وگل (پانی ومٹی) کی فضا میں اچھالڑکا جلوہ گر ہوا

(۲) ۲۱ /ربیع الاول شریف جمعرات کی صبح میں جلوہ بار ہوا

(۳) میرے ذہن وفکر نے اس کی ولادت کا مادۂ تاریخ یوں نکالا)۔

"آہا خانۂ دل میں برہانِ حق آ گیا"

۱۰ ۱۳ھ

یہ تو جدامجد نے فارسی زبان میں مادۂ تاریخ فرمایا، والد گرامی عید الاسلام حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان اشعار کی ترجمانی کرتے ہوئے اردو اشعار میں یوں فرمایا: ؎

للہ الحمد ! پسر سے ہوا خانہ معمور	شکر نعمت کا کہ ایک جام پلادے ساقی
تھی وہ اکیسویں تاریخ ربیع الاول کی	صبح پنجشنبہ طلوع کا تھا کچھ عرصہ باقی
فکر نے سالِ ولادت میں لکھا یہ مصرع	آہا! کیا طرفہ بنی صورتِ عبد الباقی

۱۰ ۱۳ھ

والدِ گرامی موصوف نے درج ذیل آیت کریمہ سے بھی آپ کی ولادتِ شریفہ کا مادۂ تاریخ نکالا۔

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (۱۳۱۰ھ)

(ترجمہ: اللہ کے ان بندوں پر سلام ہو، جو برگزیدہ ہیں)

اب وجد کے ان مستخرجہ تاریخی مادوں سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ برہانِ ملت حضرت مفتی عبدالباقی برہان الحق علیہ الرحمۃ والرضوان رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے روشن دلیل ہیں، حق تعالیٰ کا ان پر سلام ہے۔ وہ خود سلامتی پانے والے اور دوسروں کو بھی سلامتی کا پیغام دینے والے ہیں۔ ساتھ ہی وہ برگزیدہ بھی ہیں۔

القاب وخطابات:۔ عبدالباقی محمد برہان الحق تو آپ کا نام نامی اسمِ گرامی ہوا، مگر آپ کے علم وعمل اور فضل وکمال کے مدنظر وقت کے جید علمائے کرام ومشائخ عظام نے آپ کو کئی القاب وخطابات سے بھی یاد کیا ہے۔

(۱) برہان ملت (دین وملت کی دلیل)۔

(۲) برہان الحق والدین (حق اور دین کی دلیل)۔

(۳) برہان الاسلام (اسلام کی دلیل)۔

(۴) برہان السنۃ (سنت کی دلیل)۔

(۵) برہان الطب والحکمت (طب وحکمت کی دلیل)

(۶) ناصر الدین المتین (دین متین کا مددگار)۔

(۷) کاسر رؤوس المفسدین (مفسدین کے سروں کو کاٹنے والا)

مطلب یہ ہے کہ آپ بیک وقت کئی چیزوں کے لیے برہان ودلیل ہیں۔ ملت کی دلیل و برہان، حق اور دین کی دلیل و برہان، سنت وحدیث کی برہان، علم طب وعلم حکمت کی دلیل، دین متین کے ناصر ومددگار، مفسدین ومبتدعین کے سروں کو کاٹنے والے آپ ہیں۔

"الاجازات المتینہ" میں آپ کی اجازت وخلافت کے ذیل میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو ان القاب سے یاد کیا ہے۔

برہان الحق المبین، ناصر الدین المتین، کاسر رؤوس المفسدین"۔

اسی طرح ایک مکتوب میں انہوں نے آپ کو ان الفاظ سے نوازا ہے۔

(۱) نُورِ حدقۂ افضال (۲) نور حدیقۂ کمال

نسب شریف:۔ آپ کا نسب شریف صحابیٔ رسول خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شہزادہ صحابیٔ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک جا پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نسباً صدیقی ہیں۔

نسب نامہ یوں ہے۔ مفتی برہان الحق بن مفتی عبدالسلام بن مفتی عبدالکریم بن مولانا شاہ محمد عبدالرحمٰن بن مولانا شاہ محمد عبدالرحیم بن مولانا شاہ محمد عبداللہ بن مولانا شاہ محمد فتح بن مولانا شاہ محمد ناصر بن مولانا شاہ عبدالوہاب صدیقی طائفی علیہم الرحمۃ والرضوان

مولانا مفتی عبدالکریم علیہ الرحمہ کے حالات زندگی میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ کے آباء واجداد مدینہ شریف سے طائف منتقل ہو گئے تھے، اس لیے طائفی کہلاتے ہیں، پھر وہاں سے منتقل ہو کر حیدر آباد دکن متوطن ہوئے، بعد میں یہی خاندان جبل پور میں سکونت پذیر ہوا، حضور برہانِ ملت کی نویں پشت کے جدِ اعلیٰ حضرت مولانا عبدالوہاب صدیقی طائفی علیہ الرحمہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حیدر آباد دکن (ہندوستان) کو زینت بخشا۔

رسمِ بسم اللہ خوانی:۔ قمری مہینے کے لحاظ سے جس تاریخ میں آپ کی ولادت شریفہ ہوئی تھی، ٹھیک اسی تاریخ میں ۵/ سال کی عمر میں آپ کی رسمِ بسم اللہ خوانی

آپ کے جد امجد پیر طریقت رہبر شریعت مفتی عبد الکریم نقشبندی قدس سرہٗ نے کرائی۔

"اکرام امام احمد رضا" میں آپ خود فرماتے ہیں،

۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ کو حضرت جد امجد نے بسم اللہ شریف کا افتتاح فرمایا اور مبارک دعاؤں، نیک تمناؤں کے ساتھ مجھے پڑھایا،

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ يَسِّرۡ وَلَا تُعَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَيۡرِ ۔ يَا فَتَّاحُ يَا عَلِيۡمُ اِفۡتَحۡ بِاِسۡمِكَ ۔ ا، ب، ت، ث، ج۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَنۡعَمَ عَلَيَّ وَاَحۡسَنَ اِلَيَّ۔"

(ترجمہ:۔ اے اللہ! اے میرے رب!! آسانی پیدا فرما سختی نہ فرما، اور بھلائی کے ساتھ مکمل فرما، اے کھولنے والے! اے بہت علم والے!! اپنے مبارک نام کے وسیلے سے کھول دے۔ ا، ب، ت، ث، ج۔ تمام حمد وثنا اللہ کے لیے ہے کہ اس نے میرے اوپر انعام واحسان فرمایا۔

تعلیم وتربیت:۔ رسم بسم اللہ خوانی کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ دور شروع ہوگیا، پھر تو نماز وتلاوت اور دیگر ضروریات کی تکمیل کے بعد آپ کا تمام وقت تحصیل علم میں گزرتا، اتنا وقت بھی نہ ملتا کہ عام بچوں کی طرح کھیل کود کریں۔ آپ کے جد امجد اور والد محترم نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی اور پڑھنے کے لیے آپ کے اوقات کو اس طرح تقسیم کر دیا کہ صرف نماز، روزے، درسگاہ اور مطالعہ سے کام رکھا، اسی میں آپ لطف پاتے۔

اکرام امام احمد رضا میں آپ خود رقم طراز ہیں،

" میری تعلیم صبح سے ۱۲ بجے تک اور ظہر کے بعد سے عصر تک اور عشا

کے بعد سے دس بجے تک ہوتی ۔عربی والد ماجد سے، فارسی چچا بشیر الدین صاحب سے جاری رہتی ۔

درس کے درمیان اکثر دورانِ گفتگو اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر ہوتا تو میرا دل زیارت اور قدم بوسی کی تمنا میں بے تاب ہو جاتا" ۔ (اکرام امام احمد رضا مصنفہ مفتی برہان قدس سرہٗ ص ۔ ۵۳، مرتبہ: جناب پروفیسر مسعود احمد پاکستان، ناشر مجلس العلما، مظفر پور)۔

اساتذۂ کرام:۔ (۱) جدِ اکرم پیرِ طریقت فاضل معقولات ومنقولات مولانا مفتی عبدالکریم نقشبندی قدس سرہٗ ۔

(۲) والدِ گرامی پیرِ طریقت فاضلِ معقولات ومنقولات عیدالاسلام مولانا مفتی عبد السلام قادری رضوی قدس سرہٗ ۔

(۳) عمِّ محترم پیرِ طریقت حضرت مولانا قاری بشیر الدین نقشبندی قادری رضوی قدس سرہ۔

(۴) حضرت مولانا عبدالرحمٰن افغانی مرحوم

(۵) مولانا جلال میر پشاوری مرحوم

(۶) فاضلِ معقولات ومنقولات مولانا ظہور حسین رامپوری قدس سرہٗ ،سابق صدر المدرسین دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف ۔

(۷) مولانا رحم الٰہی منگلوری قدس سرہٗ سابق استاذ منظرِ اسلام،

(۸) مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ ،

آپ کی تعلیم مذکورۃ الصدر پانچ اساتذۂ کرام سے جبل پور ہی میں مکمل ہو چکی تھی ، ناظرہ سے لے کر علمِ صرف ،نحو، تفسیر ، حدیث ، فقہ، ادب ، تاریخ، عروض، ریاضی ، حساب ، جغرافیہ وغیرہ میں کمال حاصل کر لیا تھا۔

قاری بشیر الدین علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت عید الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کی تعلیم کے لیے ایک خوش عقیدہ ولایتی عالم کو بھی مقرر کرلیا تھا۔ حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کے زیر درس معیاری ومنتہی کتابیں رہی ہیں۔ حضور عید الاسلام سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں،

"بضرورت ایک قابل خوش عقیدہ عالم ولایتی کو مبلغ بیس روپے مشاہرہ پر کچھ عرصہ سے مقرر کرلیا ہے۔ چند سبق وہ پڑھاتے ہیں اور چند میں پڑھالیتا ہوں، صدقہ برکات حضور پُرنور (اعلیٰ حضرت) سلّمھم اللہ تعالیٰ، کا۔ بعونہ تبارک وتعالیٰ فی الحال، مطول، میر زاہد، امور عامہ، قاضی مبارک، صدرا، ہدایہ شریف، حسامی، برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے درس میں ہیں"۔ (مکتوب حضور عید الاسلام، ۸ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ بحوالہ صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی، ص ۴۰، واعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور ص ۱۲۱۔ ناشر مدرسہ اہلِ سنت رضویہ، گوونڈی بمبئی)

مطول، میر زاہد، قاضی مبارک اور صدرا، یہ وہ کتابیں ہیں، جو آج کے اکثر فارغین کو صرف نام سننے کو ملتے ہیں۔ ان معیاری کتابوں کو پڑھ کر اور باکمال ہو کر پھر تقریباً تین سال تک بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں رہ کر خوشہ چینی کرنے والا کس تبحر علمی کا حامل ہوگا۔ اس کا اندازہ لگانا، سب کے بس کی بات نہیں۔

ذہانت وفطانت:۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ بچپن سے ہی نہایت ذہین وفطین، مطالعہ کے شوقین اور پڑھنے میں تیز تھے۔ چنانچہ حضرت عید الاسلام اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نام لکھے گئے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

"بحمد اللہ، رب عزوجل کے فضل وکرم سے بمیامنِ حضور پُرنور، عقل وفہم و طبع، نہایت سلیم ومستقیم اور تیز ہیں، اور ذہن بہت روشن وصاف ہے، تحفظ واستحضار

قوی ہے، محض مطالعہ سے مطلب کو پہنچ جاتا ہے، ادنیٰ اشارہ میں سمجھ جاتا ہے، کچھ انگریزی کا سلسلہ بھی جاری ہے، ایک بی، اے ماسٹر گھر آکر پڑھا جاتے ہیں۔ حضور پُرنور (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) دامت برکاتھم العالیہ کے نام نامی اسمِ گرامی کا والہ وشیدا ہے"۔ (صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی، واعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور ص ۱۲۱۔ مؤلفہ مولانا غلام جابر شمس مصباحی)

بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں :۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ سے تو حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ اپنے والدِ گرامی اور دیگر علمائے کرام کے ذریعہ آراستہ ہوگئے، مگر ان کے علاوہ بھی کچھ علوم ہیں، وہ ہیں علومِ باطنی، جو حقیقت میں وہبی ہیں، خاصانِ خدا کو حاصل ہوتے ہیں، اور خاصانِ خدا سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کی پیاس آپ کو ہمیشہ تڑپا رہی تھی۔ انہیں حاصل کرنے کے لیے بارگاہِ اعلیٰ حضرت کے متمنی رہنے لگے، خود ہی فرماتے ہیں کہ

"درس کے درمیان اکثر دورانِ گفتگو اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر ہوتا تو میرا دل زیارت اور قدم بوسی کی تمنا میں بے تاب ہو جاتا"۔

یہ آرزوئیں جوش زن ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ قسمت نے یاوری کی اور ایک وہ وقت آیا کہ والدِ گرامی حضور عید الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳۳۲ھ میں اپنے ساتھ لے کر بریلی شریف پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ر سال تھی، اس موقع سے حضور برہانِ ملت اپنے والد گرامی کے ساتھ دو ہفتے بریلی شریف میں مقیم رہے، اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے خوب فیوض و برکات لوٹتے رہے، اسی سنہرے موقع سے حضور عید الاسلام علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے یہ عرض کیا کہ،

"حضور کی خدمت میں اکتسابِ فیض وتہذیب وتربیت وتکمیلِ علومِ ظاہری و باطنی و

روحانی کے لیے بھیجنے کی اجازت چاہتا ہوں" چنانچہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بخوشی اجازت دے دی۔

اس اجازت کے بعد حضور عید الاسلام اور حضور برہانِ ملت شاداں وفرحاں ہوکر اپنے گھر جبل پور واپس ہوئے، پھر ۸ر شوال ۱۳۳۲ھ بروز جمعرات بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں تکمیل علوم وفنون اور فیوض و برکات کے لیے حاضر ہو گئے۔ اس طرح ۱۳۳۵ھ تک تقریباً تین سال بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں رہے۔ جس وقت حضور عید الاسلام نے حضور برہانِ ملت کو بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں روانہ کرنا چاہا، اس سے پہلے ایک مکتوب ارسال خدمت کیا تھا، اس کے ایک حصہ میں یوں رقم طراز ہوئے۔

"حضور کا خانہ زاد غلام برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ، ان شاء اللہ العزیز، ۷ر شوال بدھ کو یہاں سے روانہ ہوگا، اور پنج شنبہ کی شام کو غالباً عشا کے وقت بریلی شریف پہنچ کر قدم بوسی سے سرفراز ہوگا۔ میں نے اسے اپنے طور پر معقول ومنقول کی درسی کتابیں بقدرِ ضرورت وکفایت پڑھا دی ہیں"۔

صدقہ برکاتِ میامنِ حضور اقدس اعلیٰ حضرت دامت برکاتھم العالیہ کا غلام زادہ (برہان میاں) حفظہ اللہ تعالیٰ بفضلہٖ عزوجل نہایت فہیم وذکی وذہین ہے۔ اور فہم مقاصد ومطالب کتب واخذ وادراکِ مسائل علوم وفنون کی کافی استعداد و قابلیت رکھتا ہے، لیکن واقعی وہ علوم عالیہ جو علوم حقہ ہیں، ان کا مالک، ان کا خازن و قاسم رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وعطا سے حضور اقدس کو ہی بنایا ہے، اور آنحضور اقدس سلمھم اللہ تعالیٰ کے رشحاتِ نگاہِ لطف وکرم مربّیانہ کا ایک رشحہ زکیہ باذن اللہ تعالیٰ اشراق علم معرفت، وتنویر فہم وذہن وذکاء وحل دقائق کے لیے کافی ہے۔ ملخصاً۔ (اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور ص ۱۲۲)۔

برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی یہ تیسری ملاقات تھی، اس سے قبل پہلی بار ماہ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ میں اعلیٰ حضرت کی زیارت حرمین شریفین سے واپسی کے وقت بمبئی میں ہوئی۔ اور دوسری بار ماہِ صفر ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں جب مولانا حسن رضا خاں بریلوی برادرِ اوسط قدس سرہ حج سے فارغ ہوکر بمبئی کے راستے واپس آرہے تھے، تو ان کے استقبال کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بمبئی تشریف لے جاتے ہوئے جبل پور میں چار (۴) یوم قیام فرمایا۔ اس تیسری ملاقات میں کس تیاری کے ساتھ حضرت برہانِ ملت قدس سرہٗ بارگاہِ رضا میں حاضری دے رہے ہیں اور انہیں کیسا انعام خسروی مل رہا ہے، اس داستان کو بھی ذہن نشیں کرتے چلیں۔ لکھتے ہیں،

بریلی حاضری کی یہ صورت ہوئی کہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں مسلۂ اذانِ ثانی کے سلسلے میں مخالفین نے اعلیٰ حضرت پر مقدمہ دائر کردیا، والدِ ماجد کے نام اعلیٰ حضرت کا رقعہ آیا تو والدِ ماجد بریلی روانہ ہوئے، میں بھی ساتھ ہی روانہ ہوگیا، چچا حافظ عبدالشکور صاحب اور منشی عبدالغفار صاحب بھی ساتھ تھے، دورانِ سفر میں نے فارسی میں اشعار کا سلام لکھا، بریلی حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا، اس خادم برہان کی بریلی میں یہ پہلی حاضری تھی، الحمدللہ! اور اعلیٰ حضرت کی زیارت وقدم بوسی کا تیسرا موقع تھا۔

بریلی میں جمعہ کو نمازِ جمعہ کے بعد اعلیٰ حضرت مسجد سے آکر پھاٹک کے اندر پلنگ پر رونق افروز ہوئے، والدِ ماجد قریب ہی کرسی پر اور تقریباً چالیس عقیدت مند کرسیوں، بنچ، چارپائی اور تخت پر بیٹھے، خادم برہان حضرت کے پیر دبانے لگا، پلنگ کے بائیں جانب تخت پر منشی عبدالغفار اور کچھ لوگ بیٹھے تھے، اعلیٰ حضرت کسی سوال کے جواب میں کچھ فرمارہے تھے، میں نے جو سلام دورانِ سفر

لکھا تھا، منشی عبد الغفار کو دے دیا تھا کہ اچھی طرح دیکھ لیں، کسی وقت اعلیٰ حضرت کو سنانا ہوگا، یہ بہترین موقع تھا، میں نے منشی جی کو اشارہ کیا، منشی جی نے عرض کی، حضور کچھ نعت شریف پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بسم اللہ فرما کر حضرت پیر کھینچ کر با ادب بیٹھ گئے، میں دار الافتاء کے کمرے میں چلا گیا، سب لوگ درود شریف پڑھنے لگے، منشی جی نے بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر سلام شروع کیا۔

حضور سیدِ خیر الوریٰ سلام علیک	بہ بارگاہِ شفیع الوریٰ سلام علیک
روم بسوئے تو، بر ہر قدم کنم سجدہ	نوائے قلب شود سیدا، سلام علیک
بجز درت نہ کشایم بہ ہیچ در دستم	توئی ست قبلۂ حاجات، سلام علیک
عَطَاكَ عَمَّ عَلٰى كُلِّ ذَرَّةٍ فَامْطِرْ	عَلَيَّ غَيْثَ عَطَا مِنْ عَطَا سَلَامٌ عَلَيْكَ

اعلیٰ حضرت کے پلک مبارک پر کچھ قطرے جھلک رہے تھے، جب منشی جی نے یہ شعر پڑھا۔

بہ احمدے کہ رضایش ہمہ رضائے خدا است بگو زمن بصلوٰۃ، اے صبا سلام علیک

سامعین اور اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد کی طرف دیکھا، اس شعر کو بار بار پڑھا گیا، جب مقطع پڑھا گیا تو وہ بھی کئی بار پڑھا گیا۔

رسی چوں بر درِ احمد رضا بگو برہاں
بصد ادب بہ شما سیدا سلام علیک

اعلیٰ حضرت نے والدِ ماجد سے فرمایا، برہان میاں نے لکھا ہے؟ ماشاء اللہ! بارک اللہ! پھر فرمایا، میں غور کر رہا تھا کہ جامی کے طرز پر کس نے طبع آزمائی کی ہے، کہاں ہیں برہان میاں؟ میں ادب کے ساتھ سامنے حاضر ہوا، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:۔

”حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نعت شریف پیش کرنے کی اجازت چاہی، حضور نے منبر پر کھڑے ہو کر سنانے کی اجازت دی، نعت شریف کو بہت پسند فرمایا، جسم اقدس پر بردِ شامی (شامی چادر) تھی، اتار کر حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر اڑھا دی، فقیر کیا حاضر کرے:۔

اتنا فرما کر سرِ اقدس سے عمامہ اتار کر خادم کے جھکے سر کو سرفراز فرمایا اور دعائے درازئ عمر و ترقئ علم و ثبات و استقامت فرمائی، نمازِ جمعہ حضرت نے اسی عمامے سے پڑھائی تھی، یہ اعلیٰ حضرت کے دستِ کرم سے خادم کی پہلی سرفرازی تھی الحمد للہ! عمامہ مقدس تبرکات میں محفوظ ہے اور عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیدِ غوثیہ قادریہ میں تقریر کے دوران اسے زیب سر کرتا ہوں۔

بارگاہِ رضا سے کیا کیا ملا:۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ ماہرِ علوم وفنون تھے، کئی علوم میں درک رکھتے تھے، درسی کتابوں پر کافی دسترس حاصل تھی، مگر بعد میں فقہ و فتاویٰ کے زیادہ شوقین ہو گئے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے جہاں آپ نے علمِ توقیت، ہیئت، زیجات، علم جفر، مقابلہ اور ہندسہ حاصل کیا، وہیں آپ کی صحبت بافیض میں رہ کر فتاویٰ نویسی خوب سیکھی، یہاں تک کہ اس میں کمال حاصل کرلیا۔

بریلی شریف کے دورانِ قیام کے کچھ حالات پر درج ذیل اقتباس سے روشنی پڑتی ہے، آپ اکرام امام احمد رضا میں رقم طراز ہیں:۔

” دورانِ قیام بریلی، والدِ ماجد نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اکتسابِ فیض وتہذیب وتربیت وتکمیل علوم ظاہری وباطنی وروحانی کے لیے بھیجنے کی اجازت چاہی، ہم دو ہفتہ بریلی رہ کر چلے آئے، پھر شوال ۱۳۳۲ھ کے دوسرے ہفتہ میں بریلی حاضر ہوگیا۔ دارالافتاء دیکھا، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بیٹھ کر

حضرت کے ارشادات لکھتا، وقت ملتا تو دارالعلوم منظرِ اسلام میں صدر مدرس مولانا ظہور حسین صاحب، رامپوری کے پاس بھی درس میں شریک ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مولانا امجد علی صاحب، ہم تینوں ساتھ ہی کھانا کھاتے، ہم تینوں کا زیادہ وقت دارالافتاء ہی میں گزرتا"۔

(اکرام امام احمد رضا، ص ۵۷)

نوٹ :۔ یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے ان کی چوتھی ملاقات ہوئی اور بریلی شریف کا دوسرا سفر ہوا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ علم کے سمندر تھے، بے شمار علوم وفنون کے ماہر تھے، محققین کی تحقیق کے مطابق، پچاس سے زائد علوم وفنون پر کمال رکھتے تھے، ان میں سے کئی علوم کا ماہر حضور برہانِ ملت کو بنایا، جب آپ کا قیام کم وبیش تین سال بریلی شریف میں تھا، جس کا تذکرہ مندرجہ بالا سطور میں گزرا۔ اور جب ۱۳۳۷ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ حضور برہانِ ملت کے دولت کدہ جبل پور تشریف لائے، اس وقت بھی خوب نوازا۔

گویا حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے بریلی شریف سے مراجعت کے بعد سلسلۂ تعلم منقطع نہیں کیا، بلکہ اعلیٰ حضرت سے استفادہ برابر بحال رکھا۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ ایک مقام پر رقم طراز ہیں،

"۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء میں جب اعلیٰ حضرت جبل پور تشریف لائے، تو چونکہ دورانِ قیام بریلی علمِ توقیت سے خادم کا شوق ملاحظہ فرمایا تھا، جبل پور میں خادم کے لیے فنِ توقیت پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ رات کی نشست کے بعد آرام فرمانے سے پہلے آدھ گھنٹہ خادم کو فنِ توقیت میں رسالے کے نکات تعلیم فرماتے۔

اعلیٰ حضرت کے بریلی مراجعت کے بعد میں نے ”جدول تعدیل النہار“ بنا کر حاضر کی تو بڑی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

جدول کی تصحیح حاضر، ماشاء المولیٰ، ابتدائی کام اتنا صحیح، بارک المولیٰ۔ اب جدول مطالع البروج بافق جبل پور عرض شمالی بنایئے“۔

(اکرام امام احمد رضا، ص ۵۷)

بیعت وارادت:۔ بیعت وارادت یعنی کسی سنی صحیح العقیدہ متصل السلسلہ عالمِ باعمل شیخ طریقت سے بیعت ومرید ہونا سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، یہ مستحب وبہتر ہے، کئی صحابۂ کرام حضور پُرنور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مرید تھے۔ جیسے حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرید ہونے کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔

حضور غوثِ پاک، حضور خواجہ غریب نواز، حضور شہاب الدین سہروردی، حضور بہاء الدین نقشبند قدست اسرارھم نے سلسلۂ بیعت وارادت کو کافی فروغ دیا، اسی لیے سلسلۂ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ کے یہ چاروں امام ہیں۔ بانیانِ سلاسل اربعہ ہیں۔ لہٰذا جو شخص اکابرینِ امت کی سنت اختیار کر کے ان کے سلسلہ میں داخل ہو جاتا ہے، وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت بے پایاں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض وبرکات کا مستحق بن جاتا ہے، حضور غوثِ پاک اور دیگر اکابرِ اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیضان سے وہ سرشار ہونے لگتا ہے، اس لیے ہر سنی صحیح العقیدہ کو کسی صالح پیر سے ضرور مرید ہو جانا چاہیئے، تاکہ پیر کے واسطے سے رحمت وبخشش کا حظِ وافر ملے۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ بھی ان خوش نصیبوں میں ہیں جنہیں کامل وواصل وموصل پیر طریقت، رہبرِ شریعت سے مرید

ہونے کا شرف ملا، ارادت کے ساتھ اگر کسی کو سلسلے کی اجازت و خلافت بھی مل جائے تو کیا کہنا، سونے پر سہاگہ ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں گزر چکا ہے کہ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ شوال ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء تا جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء کم وبیش تین سال امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں رہے۔ اسی دوران ان سے بریلی شریف میں مرید ہوئے۔ جناب الحاج محمد رمضان عبدالعزیز سلامی جبل پوری مرحوم کی تحریر کے مطابق تعلیم کے آخری سال ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں بیعت ہوئے۔ مگر اس وقت آپ کی دستار بندی نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی خلافت ملی تھی۔ کیونکہ بریلی شریف سے جبل پور آپ کا اچانک آنا ہوا تھا، آپ کی شہزادی رضیہ طلعت کے انتقالِ پُر ملال کا تار آیا تھا، اور جب پہنچے تو دیکھا کہ یہاں پلیگ (طاعون) نے آج کل (۲۱-۲۰۲۰ء) کے کرونا وائرس کی طرح آفت برپا کر رکھی ہے، روزانہ دو سو کیس کم وبیش ہوتے رہے، شہر میں قیامت صغریٰ تھی۔ جس کے سبب پھر بغرض تعلم بریلی شریف حاضر نہ ہو سکے۔

خلافت اور دستار بندی:۔ حضور عید الاسلام اور حضور برہانِ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کی دعوت و اصرار پیہم پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ۱۳۳۷ھ میں دوسری بار جبل پور تشریف لے گئے اور ایک ماہ چار دن ان حضرات کے دولت کدے پر جلوہ بار رہے، اسی سنہرے موقع سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے وہیں جبل پور میں دستار بندی کی، ۵۴/ علوم کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور دیگر سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ/ ۲۹/ مارچ ۱۹۱۹ء بروز سنیچر بعد عشا عید گاہ کلاں جبل پور میں جلسۂ عام

ہوا تھا، جس میں تین چار ہزار کا مجمع تھا، اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ خطیب لاثانی مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی علیہ الرحمہ اور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کی بھی تقریریں ہوئی تھیں۔اسی جلسۂ عام میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کی دستار بندی فرمائی تھی، آگے کی تفصیل خود حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی زبانی سماعت فرمائیے۔

"جب والدِ ماجد پر عنایات و نوازشات کا سلسلہ جاری تھا اسی وقت حضرتِ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں صاحب نے سر پوش ڈھکا ہوا ایک طباق اعلیٰ حضرت کے حضور پیش کیا، اعلیٰ حضرت نے سر پوش ہٹا کر عمامہ کی تہ کھولتے ہوئے کچھ دیر دعا پڑھی، پھر اس خادمِ آستانہ برہان کے متعلق نہایت محبت و اکرام کے ساتھ اور والدِ ماجد کو مبارک خطاب عید الاسلام سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مولانا عید الاسلام! برہان میاں آپ کے جسمانی فرزند ہیں اور میرے روحانی فرزند، دورانِ قیام بریلی میں فقیر نے ان کا ذہنی، علمی، عملی جائزہ بخوبی لیا ہے، اخلاق، تقویٰ، افتاء، اتباعِ سنت و شریعت وغیرہا میں ہر پہلو سے آزمالیا ہے، میں اپنے اس روحانی فرزند سعادتمند محمد برہان الحق کو دستارِ فضیلت سے مزین کر کے پینتالیس علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت دیتا ہوں"۔

اتنا فرما کر اپنے دستِ مبارک سے عمامہ میرے سر پر تین پھیرے لپیٹ کر والد ماجد کو دے کر فرمایا، "آپ تکمیل کردیں" والد، ماجد نے تین پھیرے کے بعد حضرتِ حجۃ الاسلام کو دیا، آپ نے تکمیل فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ اکرامہ وانعامہ واحسانہ، اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے فرمایا:۔

"رب العزت تبارک وتعالیٰ میرے روحانی ولدِ اعز کو اس کے نام برہان الحق

کے ساتھ، برہان الدین، برہان الملۃ، برہان السنۃ بنائے اور حضرتِ عید الاسلام کے ظلِ رحمت و عافیت کے تحت دین متین و شرعِ مبین کی خدمت وحمایت پر ثابت قدم رکھے، میں یہ رسم بریلی میں منظرِ اسلام کے سالانہ اجلاس میں انجام دینے والا تھا مگر حسنِ اتفاق کہ جبل پور میں آپ حضرات کے درمیان موقع مل گیا، بارک اللہ"!

اعلیٰ حضرت کے منبر پر رونق افروز ہونے کے وقت بطور تشکر وسپاس نامہ میں نے کچھ کلمات عرض کیے، اس وقت فی البدیہہ چند اشعار ذہن میں آئے جو بہت پسند کئے گئے، سب اشعار تو یاد نہیں، صرف تین اشعار یاد رہے ؂

جب عید ہوگی ، ہوگی یہاں عید آج ہی | وابستگانِ دامنِ احمد رضا کی ہے
گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے کلفت سفر کی ہے | ان سب پہ ریلوے کی صعوبت بلا کی ہے

خالی گئی نہ پھر بھی تری آستاں رسی
برہاؔن یہ خوبی ترے خلوص و صفا کی ہے

دو بجے رات کو صلوٰۃ وسلام و دعا پر نہایت کامیابی کے ساتھ مبارک جلسہ ختم ہوا، الحمد للہ! مصافحہ وقدم بوسی کے لئے مجمع نے اسٹیج کو گھیر لیا، صبح چار بجے مکان پر پہنچے، نمازِ فجر کے بعد آرام فرمایا۔

جبل پور میں اعلیٰ حضرت نے دستار فضیلت وسندِ اجازت کے ساتھ ساتھ سندِ خلافت سے بھی نوازا، یہ عربی سند ضروری ترمیم و اضافے کے ساتھ دوسرے خلفاء عرب وعجم کو بھی عنایت فرمائی، خادم برہان کو جو سند عطا فرمائی، اس میں اپنے دستِ مبارک سے یہ کلمات تحریر فرمائے:۔

سند خلافت

یا ولدی وبرد کبدی و قرۃ عینی و عزۃ زینی ابن الفاضل الحامل جامع الفضائل قامع الرذائل مولانا المولوی عبد السلام و قد لقبتہ عید الاسلام جعلک اللہ کاسمک برھان الحق المبین و ناصر الدین المتین و کاسر رؤوس المفسدین، آمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

فی جبلفور بخطہٖ (اکرام امام احمد رضا، ص ۶۸ تا ۶۹)

(ترجمہ:۔ اے میرے لڑکے، میرے کلیجے کی ٹھنڈک، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے زیب و زینت، برہانِ ملت! ابن فاضل، خوبیوں کے حامل، فضیلتوں کے جامع، رذیل چیزوں کے قلع قمع کرنے والے، مولانا مولوی عبد السلام، جن کو میں نے عید الاسلام (دین اسلام کی خوشی) کا لقب دیا ہے۔ تجھے اللہ اسم با مسمیٰ کر دے کہ برہان الحق تیرا نام ہے تو تیرے نام کی طرح تجھے حق مبین کے لیے برہان و دلیل بنا دے، دینِ متین کا ناصر و مددگار کر دے اور فسادیوں کے سروں کو کاٹنے والا کر دے۔ آمین

(ترجمہ: از عابد حسین قادری)

حیات برہانِ ملت بزبانِ اعلیٰ حضرت

چھوٹے بڑے کی تعریف وتوصیف کریں تو یہ ان کا ادب واحترام ہے، ایسا کرنا ہی چاہیے، مگر بڑے چھوٹے کی تعریف کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور صاحبِ کمال ہے، اس کے حق میں بڑے کی دعا کمال کو پہنچا دے گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ علم وفن اور فضل وکمال کے اعتبار سے بہت قدآور ہیں وہ بیک وقت کئی خوبیوں کے مالک ہیں، وہ عالم ہیں، فقیہ ہیں، مفتی ہیں، مجدد ہیں، قطب عالم ہیں، معلوم نہیں کیا کیا ہیں، انہوں نے جہاں اور بہت سے علمائے کرام اور مشائخ عظام کی قرار واقعی تعریف کی ہے، انہیں اچھے القاب سے یاد کیا ہے، وہیں عالم نبیل مولانا مفتی عبد السلام قادری جبل پوری اور برہانِ ملت مفتی برہان الحق علیہ الرحمہ کے بھی خوب اوصاف بیان کیے اور اچھے اچھے القاب وخطابات سے یاد کیے ہیں۔

۱۳۳۷ھ میں جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جبل پور سے بریلی شریف واپس ہوئے تو ایک مبسوط مکتوب لکھا، اس کے آغاز میں اشعار کی صورت میں شکریہ نامہ لکھا،

اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد پہلے عید الاسلام مفتی عبد السلام قدس سرہٗ کا شکریہ، ان کی تعریف اور ان کے حق میں دعائیہ کلمات کا ذکر کیا ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ ان کا شکریہ اس لیے ادا کر رہا ہوں کہ لوگوں کا شکریہ ادا کرنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "وطن آرام وآسائش کے لائق ومناسب ہوتا ہے مگر ہمیں جبل پور وطن سے بھی زیادہ اچھا لگا، آخر یہ مقام اس قدر خوش تر اور فرحت

افزا کیوں کر ہو گیا، کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ عید الاسلام مولانا عبد السلام کی وجہ سے ہوا ہے۔شاہ عبد السلام حضرت سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سلامت رہیں۔"

آگے فرماتے ہیں،

"الٰہی! مولانا برہان الحق کی تو حفاظت فرما، اس پر نگاہِ کرم رکھ، اس کے ذریعہ ہمیشہ اعلانِ حق ہوتا رہے۔اے مولانا عبد السلام و برہان الحق! اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے احمد رضا کا لطف و کرم تمہارے لیے اور تمہاری نسل کے لیے جاری وساری رہے۔"

اس مکتوب میں لکھتے ہیں۔"نور بصری، ثمرۃ فؤادی مولانا برہان میاں، عزیزہ سعیدہ ہمشیرہ کی شادی کب ہے؟" یعنی اس خط میں حضور برہانِ ملت قدس سرہٗ کو نور بصری کہہ کر اپنی آنکھوں کا نور اور ثمرۃ فؤادی فرما کر اپنے دل کے پھل سے تعبیر فرمایا ہے، یہ ۱۳۳۷ھ کا مکتوب ہے۔

۱۳۳۹ھ کے مکتوب میں نور عینی سے تعبیر کرتے ہیں یعنی میری آنکھوں کی روشنی، پھر فرماتے ہیں کہ انہیں اور ان کی اخوات و بنات کو دعا۔

۱۳۳۲ھ کے ایک مکتوب میں آپ کوکئی طور سے نوازا ہے۔

(۱) آپ کو نور حدقۂ افضال سے یاد کیا ہے، یعنی فضل والی آنکھ کا نور روشنی برہان ملت ہیں۔
(۲) دوسرا القب یہ ہے، نَورِ حدیقۂ کمال یعنی کمال والے باغ کی کلی۔گویا حضور برہانِ ملت کمالات کے باغیچہ کی کلی ہیں، (۳) عزیز بجان۔یعنی میری جان سے بھی زیادہ پیارے۔(۴) سعادت نشان یعنی سعادت والے برہان الحق۔نیک بختی کا نشان۔(۵) مولوی۔بڑا عالم۔کیونکہ اس زمانے میں بڑے عالم اور بڑے مولانا کو مولوی سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۶) نورہ اللہ بتجلیات النور المطلق ۔ یہ دعائیہ کلمہ ہے، جس کا معنی ہے
"اللہ تبارک وتعالیٰ اسے نور مطلق کی تجلیات سے منور وروشن کرے"
(۷) تمہارے لیے ظاہری وباطنی ترقیات کی میری طرف سے دعا ہے۔

۱۳۳۷ھ کے ایک مکتوب میں ان القاب سے یاد کرتے ہیں، جن کے مطالب یہ ہیں۔

(۱) ولدی الاعز۔ یعنی اے میرے بہت پیارے لڑکے، بہت عزت والے لڑکے،
(۲) میری جان کی راحت وچین (۳) میرے دل کی رونق وشادابی۔
(۴) اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں حق کی کھلی دلیل بنائے۔

شوال ۱۳۳۷ھ کے ایک مکتوب میں آپ ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔
(۱) نور عینی۔ میری آنکھوں کی روشنی (۲) میرے زیب وزینت والے موتی۔
(۳) اللہ تعالیٰ تمہیں اسم بامسمّٰی بنائے، تمہارے نام (برہان الحق) کی طرح تمہیں حق کی دلیل بنائے۔

۱۳۳۲ھ کے ایک مکتوب میں یوں یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ، برہان میاں کو برہان السنۃ ، برہان الاسلام ، برہان الدین کرے، یعنی انہیں حدیث وسنت کی دلیل بنائے ، اسلام کی دلیل بنائے اور دین متین کی بھی دلیل بنائے۔اس دعا پر آمین لکھا ہے۔ جو قبولیت کی دلیل ہے،

اللّٰھم آمین، اللّٰھم آمین، اللّٰھم آمین

دوبار عمامہ شریف سے نوازا۔ ایک بار ۱۳۳۲ھ میں جب حضرت برہانِ ملت کا نعتیہ کلام پڑھا گیا تھا اور دوسری بار ۱۳۳۷ھ میں جب جلسۂ عام میں دستار بندی فرمائی۔

۴؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں۔

"مولیٰ عزوجل قرۃ العین (میری آنکھوں کی ٹھنڈک) مولوی برہان میاں سلمہٗ کو بفضلہٖ وکرمہ ولد صالح، عالم باعمل عطافرمائے، اوران کے گھر شفا۔آمین،

۱۶؍ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ میں اس طرح یادفرماتے ہیں،

"نورعینی ودرۃ زینی مولوی برہان الحق۔یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور زینت افروز وخوبصورت موتی مولانا برہان الحق"۔

ایک بارحضور برہان ملت نے "جدول تعدیل النہار" بنا کراعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ارسال فرمایا تھا، اسے ملاحظہ فرما کراعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس طرح حوصلہ افزااوردعائیہ کلمات سے نوازا تھا۔

جدول کی تصحیح حاضر، ماشاءالمولیٰ، ابتدائی کام اتنا اچھا، بارک اللہ!۔

۲۶؍جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ/ ۲۹؍مارچ ۱۹۱۹ء میں عیدگاہ کلاں جبل پور کے ایک بڑے جلسہ میں حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی دستار بندی کی اوراپنے دست اقدس سے آپ کے سر پراعلیٰ حضرت نے عمامہ باندھا۔اس موقع سے اعلیٰ حضرت نے حضور عیدالاسلام مولانا عبدالسلام کوان الفاظ میں مخاطب کیا ہے،جن سے حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کے اوصاف مترشح ہوتے ہیں۔جن کی قدرے تفصیل مندرجہ بالاسطور میں گزرچکی ہے۔

برہانِ ملت کے سر پرعمامہ باندھنے کے بعدان کے حق میں نہایت پُرمغز دعافرمائی، الفاظ یہ ہیں۔

"رب العزت تبارک وتعالیٰ، میرے روحانی ولد اعز کو ان کے نام برہان الحق کے ساتھ، برہان الدین، برہان الملۃ، برہان السنۃ بنائے اور حضرت

عیدالاسلام کے ظلِ رحمت و عاطفت کے تحت دین متین وشرع مبین کی خدمت و حمایت پر ثابت قدم رکھے۔"   (اکرام ص ٦٨)

۱۳۳۷ھ کے جلسۂ عام میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو دستار فضیلت اور سند اجازت کے ساتھ سندِ خلافت سے بھی نوازا تھا، اس میں بھی کچھ خاص القاب اور اچھوتے دعائیہ کلمات سے حضور برہان ملت کو نوازا تھا، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

یا ولدی و برد کبدی و قرۃ عینی و عزۃ زینی۔

(اے میرے فرزند اور میرے کلیجے کی ٹھنڈک، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری عزت و زینت ۔۔ اللہ تعالیٰ تجھے اسم با مسمّٰی کرے کہ تیرا نام برہان الحق ہے تو تجھے حق مبین کی برہان و دلیل بنائے اور دین مبین کا ناصر و مددگار بنائے۔ مفسدین کے سروں کو توڑنے والا بنائے۔

حضور برہانِ ملت نے جب رسالہ "اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین" ۱۳۳۷ھ میں لکھا تو اس پر اعلیٰ حضرت نے تقریظِ جلیل لکھی۔ اور درج ذیل الفاظ سے حوصلہ افزائی فرمائی۔

"الحمد للہ! فقیر غفرلہ القدیر، اس تالیفِ منیف و ترصیف نظیف کے مطالعہ سے سے مسرور ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کے مؤلف سعید حمید رشید فرزند دلبند سعادت مند مولانا برہان الحق کو دارین میں مدارج عالیہ و معارج جلیلہ مرحمت فرمائے۔

۱۲ر شعبان ۱۳۲۶ھ کے ایک مکتوب بنام حضور عیدالاسلام میں نورالعین برہان میاں کے لفظ سے یاد کیا۔ یعنی میری آنکھ کی روشنی۔

۹ر صفر ۱۳۴۰ھ کے ایک مکتوب میں اس طرح سے یاد کیا۔

”جانِ پدر، نورِ بصر **جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ برھان الحق المبین** وعزیزہ عفیفہ ام زکیہ سلمھا اللہ تعالیٰ۔

یعنی اعلیٰ حضرت نے حضرت برہان ملت کو ہمیشہ اپنی روحانی اولاد تصور کیا، اسی لیے انہیں جانِ پدر سے تعبیر کیا، پھر نورِ بصر لکھا یعنی آنکھوں کی روشنی گردانا، پھر دعا کی کہ اے برہان الحق اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے نام کی طرح تمہیں واقعی حق مبین کی برہان ودلیل بنائے۔ یعنی تمہیں اسمِ بامسمّٰی بنائے۔

کچھ دعائیہ کلمات کے بعد صبر وتسلی کا پیغام دیتے ہوئے، فرماتے ہیں،

میرے عزیز بچو! مولیٰ تعالیٰ تمہیں صبر جمیل واجرِ جزیل ونعم البدل عطا فرمائے۔

محبت کا انداز بھی بڑا انرالا ہے، اس مکتوب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں،

”میرے پیارو“،

اعلیٰ حضرت کی زیارت کی تمنا:۔ حضور برہان ملت بچپن سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زیارت وقدم بوسی کے متمنّی رہے ہیں۔

اکرام امام احمد رضا میں خود رقمطراز ہیں،

”درس کے درمیان اکثر دورانِ گفتگو اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر ہوتا تو میرا دل زیارت اور قدم بوسی کی تمنا میں بے تاب ہو جاتا“

اور حضور عید الاسلام اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں،

”حضور پرنور دامت برکاتھم العالیہ کے نام نامی اسمِ گرامی کا والہ وشیدا ہے۔ ہر وقت حضور سرکار اقدس سلمھم اللہ تعالیٰ کا دم بھرتا ہے۔ بارگاہِ اطہر میں حاضری اور قدم بوسی اور اس گرامی آستانہ قدسیہ کا کتّا بننے اور حضور پُرنور کے زیر اقدام میں رہ کر تکمیل علوم وفنون اور اکتساب فضائل وانوار، فیوض وبرکات نورانی وروحانی کا

بے حد مشتاق ہے اور ہمیشہ اس آرزو میں بے قرار رہتا ہے، الحمد للہ! یہ سب میری خوش نصیبی ہے اور اس کی اعلیٰ سعادت وارجمندی کی دلیل ہے، اور یہ سب حضور انور ہی کا پرتوِ انوار وتجلیات وتوجہاتِ قدسیہ ہے“

ایک مقام پر حضرت مولانا عبد السلام قدس سرہ لکھتے ہیں،

بندہ زادہ (برہان میاں) حفظہ اللہ تعالیٰ، اب حاضری بارگاہِ اقدس کے لیے بے قرار ہے اور تمام تر ہمت وعزیمت اس کی حضوری آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہے“ (اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور ص ۱۲۱، ۱۲۵)

الٰہی نگہ دار برہان حق
بود دائما از وے اعلانِ حق

ترجمہ:۔اے اللہ! مولانا برہان الحق کی تو حفاظت فرما۔اس کے ذریعہ ہمیشہ اعلانِ حق ہوتا رہے) ازقلم: امام احمد رضا قدس سرہٗ

فتویٰ نویسی:۔ فتاویٰ نویسی کوئی آسان کام نہیں، نہایت مشکل کام ہے، کافی وقت لگانے اور مشقتوں سے گزرنے کے بعد یہ فن حاصل ہوتا ہے، جس طرح حکیم وطبیب بننے کے لیے ضروری ہے کہ طبیبِ حاذق کی صحبت میں رہے اور تربیت پائے، جب ہی وہ طبیب بن سکتا ہے، اسی طرح مفتی بننے کے لیے ضروری ہے کہ مشاق مفتی وفقیہ کی بارگاہ میں مدتوں زانوے ادب تہہ کرے، جب ہی وہ کمال کو پہنچے گا، اور حقیقت یہ ہے کہ خاص فضلِ الٰہی ہی سے یہ دولت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے،

حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، "مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ"۔ (اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کا فقیہ بناتا، دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے) اور اس حقیقت پر ایمان ویقین ہے کہ فضل ربانی سے ہی اسباب بھی فراہم ہوتے ہیں۔ مطلوب ومقصود کی طرف علل واسباب کو پھیرنے کا نام توفیق ہے، حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی خوش بختی کہئے کہ آپ کو ایسے دو ماہر فقیہ ومفتی مل گئے، جو فقیہ ہی نہیں فقیہ اعظم تھے، مفتی ہی نہیں مفتی گر تھے، ایک شخصیت کا نام ہے، عیدالاسلام مولانا مفتی عبد السلام جبل پوری اور دوسری شخصیت ہیں۔ مجدد اعظم، مفتی امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدست اسرارھما، ان دونوں نے آپ کو فنِ افتا کے اسرار ورموز سے واقف کرا کر عظیم فقیہ ومفتی بنا دیا، انہوں نے پڑھایا بھی اور پلایا بھی، حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۹ھ سنہ ۱۹۱۱ء ہی میں والدِ گرامی کے سلامی دارالافتا میں فتویٰ تحریر فرمانا شروع کر دیا تھا، مگر آپ نے مستقل اور باضابطہ افتا کی ذمہ داری ۱۳۳۵ھ سنہ ۱۹۱۷ء میں سنبھالی۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بارگاہِ اقدس سے کم وبیش تین سال کی تربیت افتا لے کر آئے۔

آپ کے فتاویٰ نویسی پر عبور کا عالم یہ ہے کہ سادات مارہرہ کے ایک بزرگ سید ارتضیٰ حسین نے سیتاپور، اتر پردیش سے ایک استفتا بھیجا تھا، اس کے جواب میں سنہ ۱۳۳۷ھ میں آپ نے ایک رسالہ ہی لکھ دیا، جس کا نام ہے، "اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین" یہ فتویٰ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو بھی بہت پسند آیا، چنانچہ اس کی تقریظ میں آپ رقمطراز ہیں،

" الحمدللہ! فقیر غفرلہ القدیر، اس تالیف منیف وترصیف نظیف کے

مطالعہ سے مسرور ہوا، مولیٰ عز وجل اس کے مؤلف سعید، حمید، رشید، فرزند دلبند، سعادت مند مولانا مولوی برہان الحق (جعلہ اللہ تعالیٰ کا سمہ دلیل الصدق و برھان الحق) کو دارین میں مدارج عالیہ و معارج جلیلہ کرامت فرمائے"۔ (اکرام امام احمد رضا ص ۷۰)

آپ کے فتاویٰ دلائل و براہین سے پُر رہتے ہیں۔ جو بات کہتے ہیں دلیلوں سے مزین کرتے ہیں، آپ کے فتاویٰ قرآنی آیات، تفسیری عبارات، احادیثِ کریمہ، فقہ، سیرت اور تاریخ کی کتب معتبرہ کے حوالے سے مزین ہیں، بہت سے استفتا کے جوابات پہلے آپ نے اجمال کے ساتھ مختصر لفظوں میں دیے، پھر یہ خیال آیا کہ اس سے سائل کو تسلی نہیں ہوگی تو کئی صفحوں پر ان کے جوابات دیئے ہیں، کچھ جوابات تو ایسے ہیں کہ رسالہ کی شکل میں ہیں، آپ کے فتووں میں سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاویٰ کی جھلک نظر آتی ہے، ان کے استدلالات کا رنگ جھلکتا ہے، راقم الحروف کے سامنے ابھی حضرت موصوف کے چار فتوے ہیں، ہر ایک کئی صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱) المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ (۲) عظمتِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۳) اسلام اور ولایتی کپڑا (۴) المسلك الا زھر فی تحقیق اُزر۔ ان چاروں کو "رسالہ سلامی ایمان افروز فتاویٰ کے نام سے خلیفۂ حضور محمود ملت مولانا محمد اسرار احمد برہانی صاحب جھریا نے حال ہی میں ادارۂ برہان ملت، اشاعت الاسلام، جامع مسجد، جھریا، دھنباد (جھارکھنڈ) سے شائع کیا ہے۔

"المعجزۃ العظمیٰ المحمدیہ" یہ رسالہ متوسط سات صفحے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے، جس کا عدد ہے ۱۳۴۵ھ۔ ہوا یہ تھا کہ اس

سال شام میں مغرب کے وقت قبلہ یعنی پچھّم کی طرف آسمان میں ایک روشن ستارہ دکھائی دیا۔ جس میں صاف طریقے سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک "محمد" لکھا ہوا تھا، جسے جبل پور، سی، پی، کے اکثر مقامات کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا، اس تعلق سے نور اللہ کاتب الہ آبادی نے حضور برہان ملت علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ کیا اس کرشمہ یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جا سکتا ہے، اس کا جواب حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے نہایت مدلل طور پر دیا ہے۔

پہلے آیات ومعجزات کی تعریفیں پھر ان کے ثبوت کو کئی حوالوں سے مزین کیا ہے، اس کے بعد ایک مقام پر رقمطراز ہیں۔

"مذکورہ سوال کہ ستارہ کا بصورت شہابِ ثاقب نازل ہونا، مطلع ہلال پر قرار پکڑنا، پھر اس کا کچھ تغیرات کے بعد علم پاک "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جانا، حسب تصریحات بالا یقیناً وہ سرکار رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بین معجزہ ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ کسی انسان کا کام نہ تھا، نہ کسی مجہول الحال کا نام تھا، نہ کوئی مہمل و بے معنیٰ کلمہ تھا، بلکہ وہ ایک فعل الٰہی اور کرشمۂ قدرتِ کبریائی تھا، جس نے اپنے پیارے محبوب حقیقی، مطلوب حقیقی، مختار مطلق برگزیدہ نبی برحق پیغمبر اعظم رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم محترم واسم پاک معظم کو چمکا کر، روشن فرما کر، بہتوں گمراہوں کو متنبہ کر دیا اور سوتوں، غفلت آشناؤں کو بیدار فرما دیا، یہ وہی سرکار ابد قرار ہیں، جن کا دین متین قیامت تک قائم وباقی اور جس کی نبوت کریمہ ورسالتِ عظیمہ دائم ولازوال ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اسی اسم اعظم علم معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں، حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کو بشارت عظیمہ دی کہ جس پیارے نبی کی پیروی

جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت، جس رسول معظم کی اتباع میں تمہیں مراتب سعادت عطا ہوں، تمہیں عقاب الٰہی، فتنۂ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے، اس کا نام پاک، علم مبارک ہم نے مشعلِ ہدایت بنا کر مطلع ہلال پر چمکا دیا اور حسب وعدۂ قرآنی "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا) اسم پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ سایہ فگن فرما دیا، جو اپنی سعادت افروز تجلی اور مسرت افروز روشنی میں عامۂ امت اجابت و دعوت کو طریق خیر و سعادت اور صراطِ رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بلا رہا ہے، "اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ" (پارہ۔۶۔سورۃ الانعام۔ آیت۔ ۱۵۴) (یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے تو تم اس پر چلو اور دوسری راہ اختیار نہ کر کہ وہ تمہیں سیدھی راہ سے بہکا دیں)

بلا شبہ ظہور اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت کی بقا و قیام و دوام کی بین شہادت اور دین مصدق و برحق اسلام کی برہان ساطع اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلیل قاطع ہے، جس کے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفین مبہوت اور مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ یہی معجزہ کی تعریف اور تمامھا اس پر صادق۔ الخ" ملخصاً (سلامی ایمان افروز فتاویٰ ص ۸ تا ۱۰)

ان فتاویٰ اور رسالوں کی اہمیت کے پیش نظر راقم الحروف کوشش کرے گا کہ آخر میں اسے شاملِ کتاب کرے، تاکہ قارئین اصل کی زیارت اور اس کی خوبیوں سے محظوظ ہوں۔

دوسرا رسالہ ہے، عظمتِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بارہ (۱۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۳۵ھ کا ہے۔ مستفتی نے سوال کیا ہے کہ ناگپور

کے ایک شخص مولوی ظہیر علوی رئیس مالگزار نے چند مسلمانوں کے سامنے علانیہ یہ کلمات استعمال کئے کہ

"میں میلاد شریف پر پیشاب کرتا ہوں (نعوذ باللہ من ذلک) اور نعوذ باللہ یہ بھی کہا، عیسیٰ علیہ السلام حرام کے اولاد تھے"۔ لہٰذا میلاد شریف منانے اور مذکورہ شخص کے بارے میں کیا حکم شرع ہے۔ اس استفتا کا جواب بھی کافی مبسوط طریقے پر حضرت نے دیا ہے، قرآن وحدیث اور سیرت کی کتابوں سے ثابت کرنے کے بعد ایک جگہ لکھتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مجلس میلاد شریف منعقد کرنا ایک امرِ مستحسن ہے، جسے دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمان عالم اور عامی سب ہمیشہ اور اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ محبت و تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بین دلیل ہے۔ اسی لیے آج کل اور آئندہ عامۂ مسلمین ہر اگلے صلحائے مومنین کا اتباع کرتے ہوئے، اس عمل خیر کا کرنا واجب اور موجب صد ہزار خیر و برکت سمجھتے ہیں، اس عملِ خیر سے انکار کرنے والا وہابی ہے اور وہابی لوگ اپنے سوا تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، اسی لیے علمائے کرام نے ان کی تکفیر کی جیسا کہ دلیل نمبر ۸ سے ظاہر ہے، یہ آپ کے سوال نمبر ۱، ۲، ۳، کا نہایت مختصر جواب ہوا۔

شخص مذکور فی السوال نے میلاد مبارک کی نسبت کی سخت توہین کی، وہ کلمات بکے، جو کسی مسلمان کی نوک زبان تک نہیں آسکتے، نہ کسی مسلمان کے کان انہیں سننا گوارا کر سکتے ہیں۔ محفلِ میلاد مبارک کی اس حیثیت سے توہین کرنا کہ وہ محبوب رب العلمین سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ذکر کی محفل ہے، یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مقدس و معظم کی توہین و تنقیص ہے اور ہمیں قرآن

عظیم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم ہے۔قال عزوجل،

"اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ، الاٰیہ" (پارہ۔۲۶۔سورہ فتح۔آیت۔۹)(یعنی اے حبیب! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ بنا کر اپنے بندوں پر ان کو بشارت دینے والا اور عذاب الٰہی کا ڈر سنانے والا تاکہ اے مسلمانو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی عزت وتوقیر کرو۔)۔الخ۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اقدس کو قرآنی آیات سے اجاگر کرتے ہوئے توہین کرنے والے مذکورہ شخص کے بارے میں یہ حکم صادر فرماتے ہیں کہ،

"شخص مذکورہ درسوال نے عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے انکار کیا، ان کی شان اقدس میں سخت سے سخت تنقیص وتوہین کے کلمات استعمال کئے۔ اوراسی کے ساتھ اس نے قرآن عظیم کی تکذیب کر کے اس کی تحقیر کی اور قوانین ودفعات مصرحہ اور مسلمات اجماعیہ شرعیہ کی بنا پر شریعت مطہرہ کے حکم سے وہ شخص کافر ومرتد ہوگیا۔اور سخت ترین سزا اور عذاب کا مستحق ہے الخ"۔

اس کے بعد شفائے قاضی عیاض، الصارم المسلول، کتاب الخراج لسیدنا الامام ابی یوسف اور فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ کی عبارات سے اپنے مدعیٰ کو ثابت کیا ہے۔

اسلام اور ولایتی کپڑا:۔ ہندوستان میں ایک زمانہ وہ گزرا ہے کہ بعض نام نہاد مولوی مشرکین کے ہمنوا بن گئے تھے۔ان ہی کی ہمنوائی میں اسلام کے خلاف بہت سے مسائل گڑھے،ان میں سے ایک یہ کہ ولایتی کپڑا پہننا ناجائز وحرام ہے،اس کو پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے، لہٰذا سائل نے استفتا کیا کہ ہمارے یہاں چند شخصوں نے یہ مسئلہ درپیش کیا ہے کہ ولایتی کپڑے سے نماز پڑھنا حرام ومنع ہے۔ کوئی شخص اس کا

منکر نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب بھی حضرت نے کئی صفحات میں دیا ہے، اور کئی آیات کریمہ سے ثابت کیا ہے کہ ولایتی کپڑا پہننا جائز و درست ہے، ہرگز حرام یا مکروہ نہیں ہے۔
رقمطراز ہیں:

"کپڑا دیسی ہو یا ولایتی، اعلیٰ درجے کا یا ادنیٰ درجے کا، موٹا ہو یا باریک، دستی بنا ہو یا مل کا اور مشین کا، بشرطیکہ خارجی شرعی وجوہ حرمت و کراہت سے خالی ہو، شرعاً مباح و جائز الاستعمال علی الاطلاق ہے، شریعتِ مطہرہ نے جو حلال فرمایا، وہ ہمیشہ حلال ہے، کسی کے حرام کیے حرام نہیں ہو سکتا، نماز ہر پاک و صاف طیب و طاہر کپڑے کے ساتھ جائز ہے، خواہ ولایتی ہو یا دیسی، نماز جائز ہونے کے لیے دیسی کپڑے کی تخصیص کرنا اور ولایتی کپڑے سے نماز حرام و منع بتانا شریعت مطہرہ پر جھوٹا افترا کرنا اور دل سے نئی شریعت گڑھنا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (پارہ۸، رکوع ۱۰۔ سورۃ الاعراف۔ آیت۔ ۳۲) اے محبوب کہہ دو کون ہے، جو حرام کرے اللہ کی دی ہوئی، اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمایا اور پاک رزق کو)

مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں، "مسلمانو! جو لوگ تمہاری نمازوں بلکہ تمہارے باپ دادا کی اور ان تمام بزرگوں کی نمازوں کو حرام بتا رہے ہیں، جنہوں نے ولایتی کپڑے ہی پر گزر کی اور عمر بھر کی نمازیں ولایتی کپڑے کے ساتھ ہی ادا کیں۔ وہی حلال کو حرام بتانے والے نام نہاد مولوی آج اللہ عزوجل کے احکامات و ارشادات کے خلاف حلال کو حرام ٹھہرا کر ایک مشرک کو اپنا دلی دوست کیا، یعنی اپنا رہبر، رہنما، پیشوا، سردار اعظم بنایا اور اس مشرک کو معاذ اللہ نبی تک ماننے کے لیے تیار ہیں۔

ان نام نہاد مولویوں نے اپنے ایمان تو بگاڑے اور اب تم سے اس مشرک کی پیروی کرا کے تمہارے ایمان کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور ولایتی کپڑا، جس کا پہننا شرعاً مباح ہے، آج اسی مشرک کے خبط کا پیروکار اور متبع بنانے کے لیے تم پر حرام کیا جا رہا ہے، الخ"۔

آزر کی تحقیق:۔ چوتھا فتویٰ ہے آزر کی تحقیق سے متعلق۔ ۱۴۰۱ھ میں وحید احمد خاں محلہ قلعہ، بانس بریلی (بریلی شریف) کی طرف سے استفتا آیا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا نہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ مسلمان اور موحد تھے یا نہیں، جب کہ آزر کے بارے میں صراحت ہے کہ وہ مشرک تھا۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے اس سوال کا جواب بھی اتنا بسیط دیا ہے کہ رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کا نام "المسلك الازهر فی تحقیق آزر" رکھا۔

چونکہ حضرت کا مزاج تحقیقی ہے، اس لیے، اور فتاویٰ کی طرح اس فتویٰ کو بھی نہایت تحقیق و تدقیق اور شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اور احادیث و سِیَر کی کتابوں کے حوالے سے رقم فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر نہیں، تارخ تھے اور آزر اگرچہ مشرک تھا، مگر تارخ مسلمان موحد تھے۔ ایک مقام پر منیفہ اور زرقانی کی درج ذیل عربی عبارت سے بھی اپنے دعویٰ کو ثابت کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

لیکن آزر سے متعلق ارجح جیسا کہ امام رازی نے کہا، وہ یہ ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے، ان کا باپ نہیں، اور سلف کی ایک جماعت نے اس طرف سبقت کی، پس ہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ ابن عباس اور مجاہد اور جریج اور مسدی سے روایت کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں،

یقیناً آپ ابراھیم بن تارخ ہیں۔ میں تفسیر بن منذر میں ایک اثر پر واقف ہوا، اس میں تصریح ہے کہ آزر آپ کا چچا ہے، اب ہماری اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد کرام آدم علیہ السلام سے ابراھیم علیہ السلام تک سب کے ایمان کی تصریح کی گئی اور اس پر اتفاق ہے، اختلاف صرف اس سلسلے میں ہے کہ آزر ان کا باپ ہے یا چچا"۔

اسرار التنزیل، سبل حلبیہ، مسالک، مواھب میں ہے،

ان اٰزر لم یکن والد ابراھیم علیہ السلام بل کان عمہ

۔اھ (یقیناً آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا، بلکہ چچا تھا)۔

برہانِ ملت بحیثیت مفتی شریعت:۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت اور تبحرِ علمی پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کافی اعتماد و ناز تھا۔ اسی لیے جس وقت بریلی شریف میں پورے ہندوستان کے لیے دارالقضاءِ شرعی قائم فرمایا اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو قاضی ہند اور مفتی اعظم ہند اور برہان ملت کو ان کے معاون کی حیثیت سے مفتی مقرر کیا۔ اس موقع سے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے بغل میں حضور برہانِ ملت کو بٹھاتے ہوئے فرمایا، میں نے تمہارے فتاویٰ دیکھے، افتا کے لیے دماغ کو مستعد پایا، میں تمہیں مسندِ افتا پر بٹھا کر دارالقضا شرعی کے لیے مفتی مقرر کرتا ہوں۔ بقیہ تفصیل حاجی رمضان عبدالعزیز جبل پوری کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے، وہ رقم طراز ہیں،

"شعبان ۱۳۳۹ھ مناظرۂ بریلی ابوالکلام آزاد کے بعد اوائل شعبان میں بریلی میں قیام کے دوران نواب مرزا سلطان احمد صاحب اور ان کے بھائی صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے عرض کیا کہ حضور ہندوستان کو انگریزوں کی

حکومت سے نجات ملے گی اور ملک کو ان کی حکومت سے آزادی حاصل ہوگی۔ لہٰذا حصولِ آزادی کے بعد جمہوری تقاضوں کی بنیاد پر قاضی شرع و مفتی شرع کا تقرر کیسے ہوگا ؟۔ ارشاد فرمائیں، حضور سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت نے ارشاد فرمایا، ہاں! ملک انگریزوں کے تسلط سے تو ضرور آزاد ہو جائے گا، قاضی شرع و مفتی شرع کے تقرر کے مسئلہ پر میں غور کروں گا۔

اس مختصر گفتگو کے بعد دوسرے یا تیسرے دن سرکار مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت نے بیٹھک میں صبح سے خاص طور سے بہ نفس نفیس کچھ انتظام کرائے، بیٹھک کے تخت کو مخصوص تین نشستوں کے ساتھ مزین کرایا گیا، اور خود حضور امام اہلِ سنت تخت کے سامنے خلاف معمول ایک علیٰحدہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ روزانہ کے حاضرینِ دربار جمع ہو گئے، تو سرکار اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:

”ملک انگریزوں کے تسلط سے ضرور آزاد ہوگا۔ جمہوری بنیادوں پر اس ملک کی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا، مگر ملک میں قاضی شرع اور مفتی شرع کے تقرر کے لیے اسلامی شرعی قانون کی بنا سخت دشوار ہوگی۔

چونکہ ملک کے بنیادی قوانین میں ایسا کوئی لائحۂ عمل نہ ہوگا، جس بنا پر قاضی شرع و مفتی شرع کا تقرر صحیح طور پر ہو سکے۔ لہٰذا میں آج ہی اس کی ابتدا کرنے جا رہا ہوں، تا کہ یہ سلسلہ جاری رہے اور آزادی کے بعد کوئی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا:

آج میں پورے ملک ہندوستان کے لیے (حضرت) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کو قاضی شرع مقرر کرتا ہوں، پھر حضرت صدر الشریعہ کی دستگیری فرماتے ہوئے ان کو قاضی شرع کی مخصوص نشست پر دعاؤں کے ساتھ بٹھا دیا۔

پھر حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو طلب فرمایا، اور ان کا بھی ہاتھ تھام کر قاضی شرع کی مدد کے لیے مفتی شرع انہیں مقرر فرمایا، اور انہیں بھی دعاؤں کے ساتھ قاضی شرع کے بازو میں بٹھایا، پھر حضرت برہانِ ملت مولانا محمد برہان الحق صاحب کی دستگیری فرماتے ہوئے انہیں بھی قاضی شرع کی مدد کے لیے مفتی شرع مقرر فرما کر مبارک دعاؤں کے ساتھ دوسری جانب انہیں بٹھا دیا۔ پھر ہر سہ اصحاب کو ان کے مناصب سے متعلق نصیحتیں اور ہدایات ارشاد فرما کر مبارک دعاؤں سے نوازا۔

(تذکرۂ حضرت برہانِ ملت ص ۲۰ تا ۲۲)

شعر وشاعری:۔ شاعری کا فن بھی ایک عمدہ اور قابلِ داد و تحسین فن ہے، اس کی اصناف بہت ہیں، مگر حمدِ الٰہی اور صنفِ نعت کی شان ہی الگ ہے۔

اگر شاعری میں حدودِ شریعت کا پاس ولحاظ ہو تو محمود ہے، اور جس میں اس کا لحاظ نہ ہو، بیہودہ گوئی ہو، لغو اور برے خیالات ہوں، شہوتِ نفسانی کو برانگیختہ کرنے والے مضامین ہوں، وہ بلا شبہ ناجائز وگناہ ہے۔ بلکہ بعض اشعار تو کفر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ویسے شعرا جہنم کے ایندھن اور ان کے اشعار قابلِ مذمت ہیں ان کی کافی مذمت قران وحدیث اور کتبِ فقہ میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ،

"وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ"

(پارہ ۱۹، سورہ شعراء، آیت، ۲۲۴، ۲۲۵)

گانے بجانے کے اشعار کے حرام ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، بہت سی خانقاہوں اور درگاہوں پر جو قوال قوالی کے اشعار پڑھتے ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر شریعت سے ناواقف، گناہوں پر جری اور فاسق وفاجر معلن رہتے ہیں، نماز

پڑھنے اور داڑھی سے اپنے چہروں کو سجانے سے دور رہتے ہیں، اس لیے ان کے بھی کئی اشعار گناہ اور بسا اوقات کفر پر مشتمل ہوتے ہیں اور بعض کے کلام میں کذب وجھوٹ اور بے جا مبالغہ آرائیاں رہتی ہیں۔

حمدِ الٰہی، نعت گوئی اور منقبت گوئی کا حق اسی کو ہے، جو اللہ عز وجل سے کافی محبت، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور اولیائے کرام سے الفت رکھتا ہو، مسائلِ شریعت کا جانکار اور ان پر عمل پیرا ہو۔ آزاد خیال شعرا حقیقت میں دین سے آزاد ہیں۔ نماز روزے سے آزاد ہیں، ویسوں ہی کو کچھ لوگ عزت دیتے ہیں، پڑھنے کے لیے بلاتے ہیں، جبکہ وہ لائقِ مذمت ہیں، قابلِ توہین ہیں، افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ جن شعرا کو دنیا دار حضرات ترجیح دیتے ہیں، ان میں سے اکثر شرابی ہیں، پھر وہ شریعت کا پاس ولحاظ کب جانیں۔

جب کہ نعت جہاں مقدس صنف ہے، وہیں نہایت نازک بھی ہے، اسی لیے اپنے دور کے نعت گویوں کے سردار، نعت گوئی کے امام اعلیٰ حضرت نے جن کو امام الکلام اور ان کے کلام کو کلام الامام، امام الکلام کہا جاتا ہے۔ فرمایا ہے:

"نعتِ رسول نہایت ہی مشکل امر ہے، اس میں تلواروں کی دھار پر چلنا پڑتا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت کو پہنچا دیتا ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے"۔ (ملفوظ)

نعتیہ شاعری کی ابتدا قرن اول ہی میں ہوگئی تھی۔ صحابۂ کرام میں سے کئی ایک نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیں پیش کیں اور انعام یافتہ ہوئے۔ ان میں حضرت حسان بن ثابت، عبداللہ ابنِ رواحہ، حضرت علی بن طالب اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنھم خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

حضور کے کئی درباری شاعر تھے، ان میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بہت بلند ونمایاں ہے، حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، اے حسان! میرے اس منبر پر چڑھو اور نعت پڑھو۔ ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں ایک بیش بہا ردائے مبارک (بردۂ شامی) بھی نعت شریف پڑھنے کے انعام میں عطا فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کی نعت گوئی کو اس قدر پسند فرمایا کہ دعا فرمائی، "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (اے اللہ اس کی روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) سے تائید فرما"۔

اسی طرح حضرتِ کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک خاص انعام سے نوازا تھا۔

اس سے واضح ہوا کہ جس شاعری میں احکامِ شرعی کی پابندی ہو، محبتِ الٰہی اور عشقِ رسالت پناہی کا درس ہو، جو کلام تقدیس الوہیت اور تعظیم رسالت کا آئینہ دار ہو، اسے حضور پُرنور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی توثیق وتصدیق حاصل ہے، اسے حضور کی طرف سے مقبولیت کی سند ملی ہے، بلاشبہ یہ مغفرت و رحمت اور عزت و تمکنت کے باعث ہیں، ان ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی سنت و روش کو اپناتے ہوئے بعد کے شعراءِ اسلام نے بھی طبع آزمائی کی۔ امام زین العابدین، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت امام بوصیری، امیر خسرو، شیخ سعدی، ملا جامی، مولانا کافی مرادآبادی، استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مگر زمانۂ قریب میں اشعر الشعرا عاشقِ رسول امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے اس صنف کو شہرت کے بام عروج تک پہنچا دیا، انہیں کے فیوض و برکات سے سرشار ہو کر حضرت برہانِ ملت کے کلام بھی قلوب واذہان کو معطر کرتے

نظر آتے ہیں۔

مفتی اعظم مدھیہ پردیش مفتی محمود احمد قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:۔

"آپ خود اندازہ کریں گے کہ بقول امام اہلِ سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ انہوں نے "تلوار کی دھار پر چل کر" کتنا محتاط طریقہ اس راہ میں اپنایا ہے کہ "فن شعر، پاس شرع اور طریقت و ادب" کے تمام اصول وضوابط اور قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی عقیدت ومحبت کے پھول حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نذر کیے ہیں، جس کی مہک سے قلوبِ محبانِ رسول کریم معطر اور جن کی پاکیزگی اور چمک سے منور ہو رہے ہیں۔ یہ سب فیضانِ سرکار امام اہلِ سنت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برکات، انہیں کے صدقات اور انہیں کی دعاؤں کے ثمرات ہیں۔ اور یہ وہ اکتساب نورانی اور فیضانِ محبت ہے جس نے عرفان کی منزلوں پر پہنچا کر موصوف کو اعلیٰ حضرت کا مخصوص شاگرد وتربیت یافتہ خلیفہ مجاز بنا دیا،

اس گلدستۂ نعت وسلام ومناقب کو جب آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو اس کی خوبیوں میں عقیدت ومحبت کی فراوانی کے ساتھ فن شاعری کے محاسن بھی آپ کو نظر آئیں گے۔ ان شاءاللہ" (عرض مرتب:۔ انتخاب برہان ص ۶، ۷)

مفتی موصوف ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

"حضرت برہانِ ملت قدس سرہٗ کا نعتیہ کلام سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد ومناقب اولیاءِ کرام کا ایک بہترین وحسین تحفہ ہے، جو درحقیقت ان کے عشق نبی اور سیدنا غوثِ اعظم وسلطان الہند خواجہ غریب نواز اور امام اہلِ سنت فاضلِ بریلوی علیھم الرحمہ کے حضور پاکیزہ و صاف ستھرے جذباتِ عقیدت و محبت اور

اعترافِ غلامی کا آئینہ دار ہے“۔

سوال یہ ہے کہ حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کو یہ فن کب ودیعت ہوا، کس عمر میں آپ نے اس حوالے سے طبع آزمائی کی ، اس سلسلے میں حاجی محمد رمضان عبدالعزیز سلامی جبل پور مرحوم نے فرمایا کہ ” آپ نے پہلی نعت شریف صرف نو سال کی عمر شریف میں لکھی یعنی ، ۱۳۱۹ھ میں اسے لکھ کر سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بطور نذر پیش کیا۔“ (تذکرۂ حضرت برہانِ ملت ص ۱۵)

آپ کی شاعری بہت اہمیت اور تفوق رکھتی ہے، کلام میں معنویت اور ندرت پائی جاتی ہے، شیفتگی اور درد و کسک ہے، سوز و گداز ہے۔ ۱۳۳۲ھ میں جب آپ کی عمر شریف صرف بائیس سال کی تھی تو عربی و فارسی زبان میں نعت و سلام پر مشتمل ایک ایسا اچھوتا کلام پیش خدمت کیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بھی عش عش کرنے لگے۔ آپ کو کافی سراہا اور فرمایا کہ یہ اس نے تو عاشقِ رسول حضرت ملا جامی قدس سرہٗ السامی کے طرز پر طبع آزمائی کی ہے۔ پھر دعا کے ساتھ داد و دہش سے بھی بایں طور سرفراز کیا کہ اپنا عمامہ سرِ مبارک سے اتار کر آپ کے سر کو سرفراز فرمایا، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ جیسے نعت گو شاعر، عاشق رسول، مجدد اعظم کے ہاتھوں سے عمامہ شریف کا ملنا اور سراہا جانا بلاشبہ آپ کے لیے باعثِ صد افتخار تھا۔ گویا آپ کے فکر وفن اور نعت گوئی کی اس دربار عالی سے سند تھی ، بلکہ دربار محبوب میں محبوبیت و مقبولیت کی سند تھی ، پورے کلام کو قارئین کسی اور مقام پر ملاحظہ کریں ، مگر اس کے تین اشعار یہاں بھی ملاحظہ کرلیں۔

عَطَاكَ عَمَّ عَلٰی کُلِّ ذَرَّةٍ فَاَمْطِرْ　　　عَلَیَّ غَیْثَ عَطَا مِنْ عَطَا سَلَامٌ عَلَیْكَ

(ترجمہ:۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عطا و بخشش ہر ذرے پر عام ہے۔ میرے اوپر بھی

اپنی عطاو بخشش کا بادل برسائیے۔آپ پر سلام ہو)۔

اس کا مطلع اور مقطع یہ ہے،

حضور سید خیر الوریٰ سلام علیک　　　ببارگاہِ شفیعِ الوریٰ سلام علیک

رسی چو بر در احمد رضا بگو برہاں　　　بصد ادب بشما مرشدا سلام علیک

کلام وہ ہے، جس میں فنی محاسن کے ساتھ، ندرت ہو، فکر کی بلندی ہو، معنویت و جاذبیت اور سوز و گداز ہو، جاذبیت و کشش کی فراوانی اس قدر ہو کہ نہ صرف صاحبِ کلام بلکہ سامعین کے قلوب بھی جانِ جاناں کی یاد میں کھو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام عشق و محبت سیدنا اعلیٰ حضرت کے ساتھ سرکار مفتی اعظم ہند اور سیدنا محدث اعظم ہند علیھم الرحمۃ والرضوان بھی آپ کے کلام سے متأثر تھے، اور سب نے سراہا ہے۔ یہاں پر دو واقعے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

"ایک مرتبہ جبل پور میں حضور مفتی اعظم کے دورانِ قیام رات کی مجلس میں کافی رات تک نعت خوانی کا سلسلہ چلتا رہا، جس میں مختلف شعرا کے کلام پڑھے گئے۔ اسی مجلس میں حضرت برہانِ ملت کی لکھی ہوئی نعت، "فرقت کی آگ ہے میرے دل میں لگی ہوئی" پڑھی گئی، تو حضرت مفتی اعظمِ ہند بڑے انہماک کے ساتھ محوِ تصور ہو کر نعت شریف سماعت فرما رہے تھے، پلکیں بھیگی جا رہی تھیں، جب مقطع کا شعر پڑھا گیا تو آنکھیں کھول کر دیکھا، تو اس وقت محفل میں برہانِ ملت نہ تھے، فرمایا، بہت عمدہ اور عشق و محبت سے بھری ہوئی نعت ہے، سرکار رسالت مآب سے سچے عشق و محبت کی چاشنی ہے۔ (حضرت برہانِ ملت حیات و خدمات، ص ۱۴۵)

ایک مرتبہ کچھوچھہ مقدسہ کے عرس کے لیے حضور محدث اعظم ہند نے سرکار برہانِ ملت کو دعوت دی اور مشاعرہ کے لیے مصرعِ طرح "نور باطن دیکھنے

کو قلب روشن چاہیئے‘‘۔تحریر کیا۔حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے مصرعِ طرح مذکورہ پر نعت تو لکھی، مگر کسی وجہ سے کچھوچھہ شریف کے عرس مبارک میں شرکت نہ کر سکے، پھر ناگپور کے ایک جلسہ میں حضرت محدثِ اعظم ہند سے ملاقات ہوئی تو عرس مبارک میں شریک نہ ہونے کے شکوہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، ’’حضور کی خدمت میں عدمِ حاضری کی معذرت تو کر چکا ہوں، حسبِ حکم نعت شریف ضرور لکھی، جو بھیج نہ سکا اس وقت حاضر ہے۔پھر یہ نعت اکابر کی موجودگی میں پڑھی گئی، اس میں جذبات محبت وعقیدت، درس اتباع رسالت، شانِ عظمت و رفعت اور سلاست زبان کے ساتھ مضمون کی بے ساختگی نے وہ سماں پیدا کیا کہ حضرت محدثِ اعظم ہند اور حضرت سرکار مفتی اعظم ہند ایک ایک شعر پر جھوم اٹھے، اس نعت شریف کے چند اشعار یہ ہیں ؂

سعی قربِ حق میں گر فوزاً عظیماً چاہیئے	اتباعِ سید اکرم یقیناً چاہیئے
کلمہ گوئی تو فقط اسلام کو کافی نہیں	حبِّ احمد دل سے قولاً اور فعلاً چاہیئے
تم کو اے زاہد! مبارک قصرِ جنت کا خیال	بس ہمیں سرکار کے سایہ میں مسکن چاہیئے
سایۂ دامانِ رحمت یوں تو مل سکتا نہیں	سنیت کا خوب گہرا رنگ و روغن چاہیئے

یہ چند اشعار بار بار پڑھائے گئے لیکن جب یہ مصرع پڑھا گیا ؂

ہے جہنم ذات لہب کی صدا ’’ھل من مزید‘‘

اس کو ایندھن کے لیے حضرت کا دشمن چاہیئے

تو نعرۂ تکبیر ورسالت سے پورا مجمع گونج گیا اور کافی دیر تک یہی صدا سنائی دیتی رہی۔

آپ کے اس کلام پر داد وتحسین کے بہت سے واقعات ہیں، جن سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کا کلام نہایت معیاری ہے، علم وادب کا شاہکار ہے۔اور کیوں

نہ ہو جب کہ بقول مولانا عبد الوحید صاحب مصباحی جالون (یوپی) ”حضرت برہانِ ملت کے بہتیرے نعتیہ کلام اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت، حضور مفتی اعظم ہند اور دیگر اکابر اہلِ سنت کی سماعت مبارکہ سے گزر چکے ہیں“۔

”مشتے از خروارے“ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

یہ وہ عظیم الشان کلام ہے، جو بیک وقت عظیم البرہان کی حمد و ثنا، اس کے محبوبِ اعظم کی نعت شریف، ذکرِ نفی و اثبات، درود شریف کی قرأت، بارگاہِ عالی کو وسیلہ ماننے پھر مچل مچل کر اس بارگاہ میں استغاثہ کرنے کا پتہ دیتا ہے۔

لا الٰہ الّا اللّٰہ — اٰمنا برسول اللّٰہ
بحرِ سخاوت صلیّ اللّٰہ — برجِ صداقت صلیّ اللّٰہ
ختمِ رسالت صلیّ اللّٰہ — شمسِ ہدایت صلیّ اللّٰہ
لا الٰہ الّا اللّٰہ — اٰمنا برسول اللّٰہ
نورِ مجسم صلیّ اللّٰہ — سیدِ اکرم صلیّ اللّٰہ
سرورِ اعظم صلیّ اللّٰہ — شاہِ دو عالم صلیّ اللّٰہ
لا الٰہ الّا اللّٰہ — اٰمنا برسول اللّٰہ
آپ سراپا رحمت ہیں — آپ مزیلِ زحمت ہیں
آپ ہی بحرِ شفاعت ہیں — مالکِ جود و سخاوت ہیں
لا الٰہ الّا اللّٰہ — اٰمنا برسول اللّٰہ
ہم ہیں گناہوں میں سرشار — وِردِ زباں ہے یا غفار
آپ کے ہیں ہم اے سرکار — کیجئے ہمارا بیڑا پار
لا الٰہ الّا اللّٰہ — اٰمنا برسول اللّٰہ

کلام کا بانکپن اور بھیک مانگنے کا اندازِ دلربا ملاحظہ ہو۔

سرکارِ دو عالم شہِ بطحا ہے ہمارا
مطلوبِ خدا سیدِ والا ہے ہمارا

یوں واجب و ممکن میں رقابت ہے نمایاں
ہر ایک یہ کہتا ہے ہمارا ہے ہمارا

کیوں اس مداد گل سے نہ ہوں طالبِ امداد
ماویٰ ہے ہمارا وہی ماویٰ ہے ہمارا

کچھ مل کے رہے گا درِ اطہر پہ رضاؔ کے
بیٹھو یہاں برہان وہ مولیٰ ہے ہمارا

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ شفاعت اور علمِ غیب پر استدلال ملاحظہ ہو۔

کہیں "مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ" سے یوں تنبیہ فرمائی
نہیں کوئی شریک اس ذات اقدس کا شفاعت میں

"عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمۡ" سے واضح کر دیا
رازِ قدرت کے مرے مولیٰ تمہیں ہمراز ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور شبِ اسریٰ کے دولہا کی عظمت و رفعت میں بھی فرق کو یوں اجاگر کرتے ہیں۔

وہاں تھا "لن ترانی" "رب ارنی" کی تمنا پر
نہ تھی تابِ تجلی حضرت موسیٰ کی عظمت پر

شبِ اسریٰ تقاضا ”اُدنُ یَا اَحمَدُ“ مسلسل تھا
کہ محبوبِ خدا بڑھ کر ہیں سب سے اپنی رفعت میں

قرآنِ مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، ”وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ، الایہ (پارہ۔۲ سورۃ البقرہ۔آیت ۔۱۵۵)۔ (اور ہم تمہیں ضرور کچھ خوف، بھوک سے، مالوں، جانوں اور پھلوں کو کم کرکے آزمائیں گے، تمہارا امتحان لیں گے)۔شہیدِ اعظم امام حسین اور دیگر شہداءِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو ان سب امتحانات سے گزرنا پڑا، ان کی بارگاہ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے حالات کی عکاسی یوں کرتے ہیں۔

”لنبلون“ کا مومن کو جب خطاب آیا تو صابرین کے بشریٰ کا ایک باب آیا
تھا امتحان نفوس مقدسہ منظور ثبات صبر و شہادت کا یہ نصاب آیا

وہ چلچلاتی دھوپ ، خوف بھوک و پیاس
لبِ فرات ، جو وہ ابنِ بو تراب آیا

وفا کیشی کے وہ وعدے ، ”اوفوا“ سے یہ غفلت
نبی کے لاڈلے پر یہ ستم وہ بھی مسلماں سے

”نزد حسناً“ کا وعدہ ہے نبی زادوں کے صدقہ میں
وسیلہ مانگ تو ان کا لپٹ کے ان کے داماں سے

رضا و صبر ، خوف و جوع و نقصِ مال ، انفس پر
سبق کیا بہترین امت نے پایا شاہِ ذیشاں سے

ہے ورثہ سرورِ دیں کا کتاب اللہ اور عترت
یہ جس نے پالیا وہ مطمئن ہے اپنے ایماں سے

عاشقِ صادق صرف اپنے محبوب سے عشق و محبت نہیں رکھتا، اس کی طرف ہر منسوب شئ سے محبت رکھتا ہے، وہ نسبت کا خوب احترام کرتا ہے، وہ اپنے محبوب کی گلی کوچے، پیراہن مبارک، قدم، نعلین مبارک اوران کے نقشوں کو بھی جان و دل سے لگاتا ہے، کبھی انہیں بوسہ دیتا اور کبھی سر پر رکھتا ہے۔ عشق کی سرفرازی کلامِ برہان میں یوں ملتی ہے۔

اے نقشۂ نعلِ پاک نبی ، یہ تیری وجاہت کیا کہنا !
جس نعل کی تو تصویر بنا ، اس نعل کی عزت کیا کہنا !

جن پیارے پیارے قدموں کی ، پا پوش بنی ، پا بوس رہی
ٹھنڈی ہوں مری آنکھیں جس سے، اس نعل کی صورت کیا کہنا!

ہے ناز ہمیں بھی قسمت پر ، گو نعل نہیں تصویر تو ہے
کافی ہے عقیدت مندوں کو ، یہ پیاری نسبت کیا کہنا !

مدحِ نقشِ نعل پاک کے حوالے سے اس کلام کو فضل مولیٰ تعالیٰ سے اس قدر مقبولیت ملی کہ ایک زمانہ سے بریلی شریف اور رضا اکیڈمی بمبئ سے، نقشۂ نعلِ پاک کا طغریٰ جو پوری دنیا میں پہنچ رہا ہے، اس پر جہاں استاذِ زمن مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کا یہ شعر لکھا رہتا ہے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور
پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

وہیں برہانِ ملت کا آخری شعر اور مقطع بھی لکھا رہتا ہے ۔

مرشد نے جو نقشہ پیش کیا ، اس نعلِ مبارک کا برہان
لاریب سند سے ثابت ہے، پھر اس کی صداقت کیا کہنا!

سینے سے لگا آنکھوں میں بسا، سر پر اسے رکھ کر مانگ دعا
ہاں! اس کے توسل سے برہاں کھل جائے گی قسمت کیا کہنا

اس زمین پر ۲۲؍ سے زائد اشعار ہیں، جو دیدنی ہیں۔ پڑھئے اور اسے آنکھوں کا سرمہ بنائیے۔

کلامِ اعلیٰ حضرت "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کو عند اللہ و عندالرسول کافی مقبولیت حاصل ہے، اسی لیے پوری دنیا کے عاشقانِ رسول اس سے محبت کرتے اور پڑھتے پڑھواتے ہیں، اس کے کئی اشعار پر حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے تضمین کی ہے، جو نہایت معنی خیز و فکر انگیز ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں ملاحظہ ہو۔

مظہرِ سرِّ وحدت پہ لاکھوں سلام
منبعِ ہر فضیلت پہ لاکھوں سلام
صدرِ بزمِ نبوت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تاجدارِ شفاعت پہ روشن درود
اس سراپا ہدایت پہ روشن درود
بحرِ جود و سخاوت پہ روشن درود
مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

باعثِ خلقِ کل ، سرورِ محترم
مرکزِ علم و اخلاق و حِلم وحِکم
سیدِ انبیاء سرورِ باغِ کرم
شہرِ یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ قادری تھے، سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے، تو اس دربارِ عالی سے کافی فیوض و برکات پائے تھے، اس لیے حق نمک ادا کرتے ہوئے کبھی وہ یا شیخ عبد القادر جیلانی کا وظیفہ پڑھتے ہیں، کبھی یا غوث کا نعرہ لگاتے ہیں، اور کبھی "غوثِ اعظم سلام علیک" کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ پیشِ خدمت ہے۔

سیدی غوثِ اعظم سلام علیک
میرے آقائے اکرم سلام علیک

سرورِ اولیا سرِّ حق کے امیں
ظلِّ شاہِ ہدیٰ ، روحِ صدق و یقیں
نام عبدِ قادر، لقب محی دیں
حق کے ہیں سرِّ اعظم سلام علیک
سیدی غوثِ اعظم سلام علیک

ہے تری پشت پر دستِ شاہِ امم
اور تیرے ہاتھ میں غوثیت کا علم
گردنِ اولیا پر ہیں ، تیرے قدم

اے ولیِّ معظم سلام علیک
سیدی غوثِ اعظم سلام علیک

آپ کے پاک دامن سے جو بندھ گیا
جو با اخلاصِ دل آپ کا ہو گیا
اسمِ اعظم کا جس نے وظیفہ کیا

آخرت سے ہے بے غم سلام علیک
سیدی غوثِ اعظم سلام علیک

خدا ہے تمہارا ولی غوثِ اعظم ہوئے تم خدا کے ولی غوثِ اعظم
ہوئے نکہتوں سے معطر دو عالم گلِ بوستانِ نبی، غوثِ اعظم

ہاں ہند کے راجہ، ہمارے خواجہ، آلِ نبی، عطاءِ رسول، سیدہ فاطمہ زہرا کے مہکتے ہوئے پھول حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں ممنونیت کا اندازِ دلرُبا بھی ملاحظہ ہو۔

سرکارِ کرم کے صدقے میں خواجہ کا روضہ دیکھ لیا
خواجہ کی غریب نوازی کا دربار میں نقشہ دیکھ لیا

مسکین وتونگر سب یکساں جذبات سے کھنچے آتے ہیں
اس قبر میں سونے والے کا انساں پہ قبضہ دیکھ لیا

جس نور کا جلوہ کعبہ اور طیبہ کو منور کرتا ہے
بغداد میں اور اجمیر میں بھی اس نور کا جلوہ دیکھ لیا

حضور برہانِ ملت قدس سرہٗ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے شاگرد رشید ان کے مرید خاص، خلیفۂ مجاز اور عاشقِ صادق تھے۔ اس لیے ان کا بھی حقِ غلامی ضرور ادا کرتے ہیں، ہر مجلس میں، ہر کلام میں ان کا ذکر کرتے ہیں، ان کا نام نامی اسمِ گرامی بہت ممنونیت کے ساتھ لیتے ہیں۔ فیضانِ رضا کا چرچا بار بار کرتے ہیں، ان کی یاد میں لذت و چاشنی پاتے ہیں، اور بار بار اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب فیض ہے ان کے در کا، وہ ہمارے بہترین وسیلہ ہیں۔

عشقِ نبی میں متوالا سایہ رضا کے دامن کا
برہاؔن حاضر ہے آقا لطف و کرم ہو اے مولیٰ

برہان کھڑا ہے در پر دامن رضا کا تھامے
تیری گلی کا منگتا بے نان نہ رہ جائے

احمد کا ہمیشہ سے رضا جو رہا برہاؔن
یہ فیضِ رضا ہے کہ وہ مولیٰ ہے ہمارا

کچھ مل کے رہے گا درِ اطہر پہ رضاؔ کے
بیٹھو یہاں برہاؔن وہ مولیٰ ہے ہمارا

برہان کو کب شعر و سخن کا ہے سلیقہ، صدقہ ہے رضا کا
پھر لطف کہ ہر شعر محبت سے بھرا ہو، اے سرورِ عالم

برہان تھام دامن احمد رضا کا تو ہے اس کی ڈور سوئے پیمبر لگی ہوئی
عاقبت برہان کی فیضِ رضا سے بن گئی ہے یہی اپنا وسیلہ بس خدا کے سامنے

دامانِ رضا کے سایے میں رحمت کا سہارا ہے ان کی
کیوں برہان فکرِ فردا ہو جب غوث وسیلہ ہو جائے

فیضِ رضا سے دوستو! برہانؔ کے نظم کو سنو
سینے پہ دشمنوں کے آج، برچھی سی چبھ نہ جائے کیوں

تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب مستطاب جذبات برہان اور انتخاب برہانِ ملت۔

تصنیف وتالیف:۔ علمی دنیا میں لوح وقلم کی خاص اہمیت ہے، اس کی تاثیر و افادیت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر دور میں زبان وقلم کو بروئے کار لاکر پیغام پہنچایا گیا اور پہنچایا جاتا رہے گا۔تقریر کے مقابلے میں اس کے اثرات دیرپا ہیں، یہ حقیقت ہے کہ تقریر سننے کے بعد بہت سی باتیں بھلادی جاتی ہیں، مگر وہ پیغامات جو ضبطِ تحریر میں لا دیئے گئے، ہر زمانے میں اور ہر قوم کے لیے محفوظ ہو گئے۔ مشہور مقولہ ہے "اَلْعِلْمُ صَیْدٌ وَالْکِتَابَۃُ قَیْدٌ" (علم شکار ہےاور تحریر اس کا پنجڑا ہے، جب تک اس کو پنجڑے میں قید نہ کرلیا جائے، وہ علم محفوظ نہیں رہے گا) رب تبارک وتعالیٰ نے سورۂ اقرأ میں فرمایا،

"اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" (وہ اللہ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا) اس آیتِ شریفہ سے جہاں کتابت اور تصنیف وتالیف کی فضیلت واہمیت اجاگر ہوتی ہے وہیں اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ تصنیف وتالیف سے ہی علوم وفنون محفوظ رہتے ہیں اس آیت کے تحت حضرت صدرالافاضل قدس سرہ تفسیرِ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں کہ "کتابت ہی سے گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں، کتابت نہ ہوتی تو دین ودنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے"۔

اس راز کو ہر دور کے علمائے کرام اور مشائخِ عظام نے بخوبی سمجھا اور تصنیف وتالیف پر کافی زور دیا۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام بخاری، امام ابو یوسف، امام محمد، امام غزالی، امام رازی، حضور غوثِ اعظم، امام برہان الدین مرغینانی، علامہ ابن نجیم، علامہ جلال الدین سیوطی، امام شعرانی، امام احمد رضا، حضور مفتی اعظمِ ہند اور صدر الشریعہ وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اسی کے پیشِ نظر درس وتدریس اور تقریر وتبلیغ کے ساتھ تحریر وتصنیف پر کافی زور دیا، ان حضرات کی ہزاروں کتابیں آج ہمارے لیے، تاریخی یادگار، مشعلِ راہ اور سرمایۂ حیات ہیں۔

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی ان بزرگوں خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے نقشِ قدم کو اپناتے ہوئے تبلیغ دین کے لیے درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کو اپنا مشغلہ بنایا اور فضل مولیٰ تعالیٰ سے اس میں کافی کامیاب بھی رہے۔

کمال وخوبی کی بات یہ ہے کہ آپ کی تحریر میں غضب کی تاثیر پائی جاتی ہے، انداز بیان نرالا ہے، زبان وقلم میں سلاست وروانی ہے، استدلال نہایت ٹھوس ہوتا ہے،، اپنے مدعی کو دلائل وبراہین سے مبرہن کر کے پیش کرتے ہیں۔ کسی بھی تحریر کی جامعیت اور دل پذیری اس وقت تسلیم کی جاتی ہے جب قاری پڑھے تو پڑھتا ہی چلا جائے، اسے کہیں اکتاہٹ محسوس نہ ہو، ماشاء اللہ! یہ اثر انگیزی آپ کی تصنیف وتالیف میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

تحریر کی اہمیت ہی کے پیشِ نظر آپ نے زمانۂ طالب علمی سے ہی اس پر خاص توجہ دی اور اس میں کافی درک حاصل کر لیا، البرھان الاجلیٰ، فقہ الاھلال، اجلال الیقین، چھپے تھانوی کے پرخچے، اتمام الحجہ، سوافلِ وہابیت کی تصویر اور سوالف وہابیت کی تصویر وغیرہ آپ کی جواں عمری کی تصنیفات ہیں، جو

آپ کی تحریری صلاحیت اور قلمی عظمت کا لوہا منواتی رہی ہیں، آپ کی جولانی فکر، جودتِ طبع، اور طرزِ استدلال کو صاحبِ تصانیف کثیرہ مصنفِ اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی خوب سراہا اور دعائیں دیں۔

جب حضور برہانِ ملت نے رسالہ " البرہان الاجلیٰ " لکھ کر بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں ارسال فرمایا تو اس سلسلہ میں حضور مفتی عبد السلام علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

" مولانا برہان الحق کا رسالہ در بارۂ تقبیل قبر، مدت سے آیا ہوا ہے، ماشاء اللہ! بہت اچھا لکھا ہے، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقیر کا مختار در بارۂ مزارات طیبہ بہ لحاظ ادب منع عوام ہے"۔ (اکرام امام احمد رضا ص ۱۲۹)

اور آپ کی ایک اور کاوش جدول تعدیل النہار پر مسرت فرماتے ہوئے اسے سراہتے ہوئے اور دعا دیتے ہوئے رقم طراز ہیں،

" جدول کی تصحیح حاضر۔ ماشاء اللہ! ابتدائی کام اتنا صحیح۔ بارک اللہ المولیٰ۔ اب جدول مطالع البروج بافق جبل پور عرضِ شمالی۔۔ بتایئے"۔ (اکرام ص ۶۷)

حضرت برہانِ ملت کی کل تصانیف ۲۶ ر سے زائد ہیں، اس کے علاوہ ۹ ر خطبات ہیں۔ جو خطبۂ صدارت اور خطبۂ استقبالیہ کی شکل میں ہیں۔ ملک کے گوشے گوشے میں آپ مدعو ہوتے، بڑی بڑی کانفرنسوں کے سرپرست اور صدر منتخب ہوتے، ان کانفرنسوں میں بحیثیتِ صدر جو آپ نے خطبات دیئے، وہ کافی مقبول ہوئے، ان کی بڑی پذیرائی ہوئی۔

آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہیں ہوتی کہ آپ کی تصنیفات ایمان وعقیدے سے متعلق ہوں یا نماز روزے سے متعلق،

معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثبات کے حوالے سے ہوں یا سیرتِ نبوی اور میلاد کے حوالے سے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر کی تحقیق کے تعلق سے ہوں یا ولایتی کپڑے کے جواز و عدمِ جواز کے تعلق سے، بدمذہبوں کی تردید اور مناظرہ کے حوالے سے ہوں یا مسئلہ ہلال کے حوالے سے، سب میں سیر حاصل گفتگو فرما کر ملت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ چونکہ آپ کا مطمحِ نظر حقائق کو اجاگر کرنا ہے، اس لیے آپ کی تصنیفات میں تقدیس و تعظیم کا عنصر ضرور ہوتا ہے۔

مولانا عبدالوحید مصباحی رقمطراز ہیں،

"آپ کی جملہ تصانیف میں تقدیسِ الوہیت اور عظمتِ رسالت کا وصف جگہ جگہ ملے گا۔ سطر سطر سے خوفِ خدا اور عشقِ رسول کی ایسی خوشبو پھیلتی ہے جو عاشقانِ مصطفیٰ کو مسرور و سرشار کر دیتی ہے، موقع بموقع عقائد و معمولات اہلِ سنت کا مضبوط و پختہ ثبوت بھی آپ کی تحریر کا خاص وصف ہے، جسے پڑھ کر اپنوں کے دل مسرور اور غیروں کے سینے جل جاتے ہیں۔ (برہان ملت، حیات وخدمات ص۹۱)

حقیقت یہ ہے کہ رضا اور غلامانِ رضا کی نوکِ قلم کی مار ہی ایسی مؤثر ہوتی ہے کہ دشمنانِ خدا اور رسول (عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سینے میں غار کر دیتی ہے، ان کا وار ہی ایسا ہوتا ہے جو ہر وار سے پار ہوتا ہے۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، یہ وار وار سے پار ہے

آپ کا قلم نہایت شستہ اور رواں دواں ہے، جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں، آغاز میں اگرچہ اختصار مطلوب ہوتا ہے مگر قلم اٹھتا ہے تو ایک مبسوط کتاب معرض وجود میں آجاتی ہے۔

تصانیف کی فہرست

(۱) البرھان الاجلی فیما یجوز بہ تقبیل اماکن الصلحا۔ ۱۳۳۳ھ مطبوعہ
(نیکوں کی قبروں کو بوسہ دینے سے متعلق جو روشن دلیل ہے)

(۲) درّۃ الفکر فی مسائلِ الصیام و عید الفطر۔ ۱۳۴۴ھ
روزے اور عید الفطر سے متعلق یہ رسالہ ہے جو فکر کا موتی ہے)

(۳) اجلال الیقین بتقدیس سیّد المرسلین مع تقریظ امام اہل سنت۔
۱۳۳۷ھ مطبوعہ
(رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تقدس سے متعلق، جس سے عظیم یقین حاصل ہوتا ہے)

(۴) سوافل وہابیت کی تصویر۔ ۱۳۳۷ھ مطبوعہ

(۵) چھپے تھانوی کے پرخچے ۔ ۱۳۳۷ھ مطبوعہ

(۶) سوالفِ وہابیت کی تصویر۔ ۱۳۳۷ھ مطبوعہ

(۷) اتمام الحجۃ ۔ ۱۳۳۶ھ مطبوعہ

(۸) روح الوردہ لنفح سوالات ہردہ ۱۳۴۰ھ مطبوعہ

(۹) اسلام اور ولایتی کپڑا ۱۳۴۰ھ مطبوعہ

(۱۰) چار فقہی فتوے مع تقریظ امام اہلِ سنت ۱۳۳۹ھ مطبوعہ

(۱۱) فقہ الاھلال لشہادات رویۃ الھلال ۱۳۴۲ھ مطبوعہ
(چاند کے شرعی ثبوت سے متعلق)

(۱۲) تعلیم الاسلام فی تمیز الاحکام ۱۳۷۲ھ مطبوعہ

(۱۳) اکرام امام احمد رضا ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء مطبوعہ لاہور

(۱۴) صیانۃ الصلوات عن حیل البدعات ۱۳۸۹ھ مطبوعہ لاہور

(۱۵) المعجزة العظمیٰ المحمدیه ۱۳۴۵ھ مطبوعہ

(۱۶) المسلك الازهر فی تحقیق اُزر ۱۳۴۱ھ مطبوعہ

(۱۷) کراماتِ مجددِ اعظم

(۱۸) قیامتِ صغریٰ گولہ باری بر گنبدِ خضراء ۱۳۲۵ھ مطبوعہ

(۱۹) نیر جلال مجددِ اعظم ۱۳۸۶ھ مطبوعہ

(۲۰) سوانحِ مجددِ مأۃ حاضرہ ۱۳۸۱ھ مطبوعہ

(۲۱) حالاتِ ارتقاء عید الاسلام ۱۳۸۹ھ مطبوعہ

(۲۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت کا ایک ورق

(۲۳) زبدۃ الاصفیاء صدر الشریعہ مولانا امجد علی

(۲۴) مسئلہ گائے قربانی

(۲۵) حیاتِ حضرت مولانا عبد الکریم و خاندانی حالات ۱۳۷۶ھ مطبوعہ

(۲۶) نعتیہ دیوان، جذباتِ برہان

(۲۷) التوجیه الجلی لسوالات رجب علی۔

یہ کل ستائیس کتابیں ہوئیں۔ ان کے علاوہ فتاویٰ کی ضخیم ضخیم ۱۹/ جلدیں ہیں جو" العطایا الربانیه بالفتاوی السلامیه والبرهانیه " کے نام سے موسوم ہیں۔ فل اسکیپ سات ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، ابھی تک تشنۂ طبع ہیں۔ کاش حضرت کے مریدوں یا رضویات پر کام کرنے والوں میں سے کوئی خوش قسمت اس طرف اپنی توجہ مبذول کرتے اور انہیں منظرِ عام پر لے آتے۔

خطباتِ استقبالیہ وصدارت

(۱) ضلع مسلم لیگ کانفرنس مطبوعہ ۱۹۴۰ء

(۲) آل انڈیا سنّی جمیعۃ العلماء برہان پور، ۲۰؍رجب ۱۳۷۷ھ مطبوعہ

(۳) آل برار سنّی کانفرنس، کارنجہ، آکولہ، برار، ۱۰؍شعبان ۱۳۷۷ھ مطبوعہ

(۴) جماعت رضائے مصطفیٰ کانفرنس بھڑوچ، ۱۰؍شوال ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء

(۵) خطبۂ صدارت چھتیس گڑھ مسلم کنونشن (مسلم متحدہ محاذ) جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

(۶) یومِ ولادت امام احمد رضا ناگپور، ۱۳۸۱ھ مطبوعہ

(۷) آل انڈیا کانفرنس مسلم متحدہ محاذ دہلی۔ ۷/۸/۹؍دسمبر ۱۹۶۱ء مطبوعہ

(۸) بہار صوبائی کانفرنس سیوان۔ ۱۱ تا ۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ،
۱۰ تا ۱۲ مئی ۱۹۶۸ء مطبوعہ

(۹) میرج ایکٹ ۱۹۳۶ء کے خلاف تقریر صدارت، ۱۹۳۶ء مطبوعہ

مولانا مفتی محمد معراج القادری علیہ الرحمہ سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، آپ کی تحریری صلاحیت، قوتِ استدلال اور تصانیف پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں،

"حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے عصری و مذہبی تقاضے اور ضرورت کے مطابق مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جو ندرت، قوتِ استدلال و تنقیح کے اعتبار سے اپنے موضوع پر فیصلہ کن ہیں، نو پیدا بہت سے الجھے مسائل پر نہایت محققانہ بحثیں قلمبند فرمائی ہیں، جو دلائل و براہین کے لحاظ سے مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں، نو ایجاد مسائل میں لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ بھی

علماء عصر کے مابین بحث کا موضوع بنا تھا کہ اس کی آواز پر رکوع و سجود مفسدِ نماز ہے یا نہیں، آپ نے اس کا شرعی، فنی، اصولی تجزیہ فرما کر نہایت مدلل بحث فرمائی اور یہ ثابت فرمایا کہ اس کی آواز پر رکوع و سجود مفسدِ نماز ہے، آپ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب مسمیٰ بہ "صیانۃ الصلوٰۃ عن حیل البدعات" تصنیف فرمائی۔ ماضی قریب کے اکابر علما کرام نے بھی یہی نظریہ پیش فرمایا اور پوری زندگی اس پر کاربند رہے۔ موجودہ دور کے اکابر علماء کرام و مفتیانِ عظام یہی فتویٰ دیتے اور اسی پر عمل پیرا رہے، بلکہ ہندوستان کے جتنے بھی اہم اور مستند دارالافتا ہیں، ان سب کا فتویٰ یہی ہے کہ اس کا استعمال نماز میں جائز نہیں ہے، اس کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والوں کی نماز فاسد ہوگی، فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا"۔

(تقریظ: حضرت برہانِ ملت، حیات وخدمات ص ۱۷)

تقریر و خطابت:۔ تحریر اور تصنیف و تالیف کی طرح خطابت و تقریر کی افادیت بھی مسلم ہے، کیونکہ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے اور مافی الضمیر کو ادا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہاں اور بے شمار سنتیں ہیں، وہیں خطابت بھی آپ کی سنت ہے، جو آج بھی کتبِ احادیث و سیر کا حصہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ اور عیدین میں تو خطبہ دیتے ہی تھے، ان کے علاوہ جب بھی ضرورت پڑتی یا کسی مسئلہ پر ابھارنا مقصود ہوتا، تو مسجدِ نبوی وغیرہ میں صحابۂ کرام کو جمع کرتے اور خطابت فرما کر انہیں برانگیختہ کرتے، سپہ سالاروں کو دیکھا جاتا ہے کہ جب بھی فوج میں سستی دیکھی فوراً یکجا کر کے اپنی مؤثر خطابت کے ذریعہ جوش زن کر دیا۔ حدیث شریف میں ہے، "ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا" (بلا شبہ کچھ اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں، اور کچھ بیان جادو کا کام کرتے ہیں)۔

عرب کا ’’سحبان‘‘ فصاحت و بلاغت کے ساتھ تقریر اور جادو بیانی میں مشہور اور ضرب المثل ہے، یہ فن بھی عطیۂ ربانی ہے۔ جو خاص فضلِ الٰہی سے کسی عالم کو ملتا ہے، ماضی اور دورِ جدید کے علما میں سیدنا اعلیٰ حضرت، حضور صدر الافاضل، حضور عید الاسلام، حضور حافظِ ملت، حضور مجاہدِ ملت، حضرت بحر العلوم، حضور قائدِ اہلِ سنت، حضور پاسبانِ ملت، اور حضور محدّثِ کبیر نے اور اوصاف کے ساتھ اس وصف میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔

حضور برہانِ ملت کو بھی تحریر وتصنیف اور افتا وغیرہ کی خوبیوں کے ساتھ اپنے والدِ گرامی حضور عید الاسلام کی طرح عہدِ شباب سے ہی تقریر وخطابت میں ملکہ تھا، بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں آپ مدعو کیے جاتے، ان میں آپ کی شرکت ضروری سمجھی جاتی، آپ کی شرکت جلسوں اور کانفرنسوں کی کامیابی کی ضمانت تھی۔ آپ نے بازاری مقررین کی طرح اپنی تقریروں کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا، بلکہ رضائے الٰہی کے لیے خدمتِ دین متین کے طور پر اس مشغلہ کو بروئے کار لایا۔ اہلِ سنت و جماعت کی اشاعت اور بد مذہبوں کی بیخ کنی آپ کی غرض تھی، بے عملوں کی اصلاح ہو، بد مذہب اپنی بد مذہبی سے باز آئیں، لوگوں کے دل محبتِ الٰہی اور عشق رسالت پناہی سے آباد ہوں، یہ سب آپ کے مقاصد تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی تقاریر اور پند ونصائح سے بے شمار گمراہ گمراہیت سے دور ہوئے، اور فساق وفجار گناہوں سے تائب ہوئے، سخت جری بے نمازی، منٹوں میں ہمیشہ کے لیے نمازی بن گئے، داڑھی منڈوں نے اپنے چہروں کو داڑھی سے سجالیا۔ آپ کی تقریر کی اثر انگیزی ذیل کے واقعہ سے ملاحظہ کیجیے۔ حضرت برہانِ ملت سرکار مفتی اعظمِ ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی سنتوں پر سختی سے کاربند

رہنے والی صفت کو اجاگر کرنے کے ضمن میں رقمطراز ہیں۔

"۱۳۷۲ھ میں حضور مفتی اعظم ہند کے ساتھ اجمیر شریف سے واپسی پر حاجی شیخ احمد حسین صاحب کی دعوت پر جے پور جانا ہوا، ہماری قیام گاہ کے بالکل سامنے مسجد تھی ، جمعہ کے دن حضرت کو جمعہ کی نماز پڑھانے کی گزارش کی گئی ، حضرت نے یہ خدمت خادم کو تفویض فرمائی، جب جمعہ کا وقت آیا، اذان ہوئی، ہم نے مسجد جانے کی تیاری کی ،مگر حضرت میرے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئے ، میں نے حضور سے مسجد چلنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ یہاں کے مسجد کے لوگ بہت ضدی ہیں، اذانِ ثانی مسجد کے اندر دیتے ہیں۔مسئلہ بتانے اور سمجھانے کے بعد بھی باز نہیں آتے ، اور میں خلافِ سنت فعل اپنے سامنے ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، جب خطبہ شروع ہوگا، آجاؤں گا، میں نے عرض کی حضور تشریف لے چلیں، آج اذان مسجد کے اندر نہ ہوگی، اس پر فرمایا، بہت سمجھا چکا، اور دیکھ چکا ہوں، یہ لوگ نہیں مانتے ، خدا کرے آج آپ کے سمجھانے اور مسئلہ کی وضاحت سے خدا انہیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔میں تنہا مسجد میں حاضر ہوا اور سنت کے بعد مجھ سے خطبہ کے لیے کہا گیا، میں منبر پر بیٹھ گیا۔مؤذن نے بالکل منبر کے قریب سامنے کھڑے ہو کر اذان دینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ میں نے مؤذن کو روک کر حاضرین مسجد کو مخاطب کر کے اذان سے متعلق مختصراً شرعی احکام سنائے۔اذان کے مقصد سے آگاہ کیا، اذان اندر دینے پر کیا گناہ ہے،اس سے باخبر کیا اور یہ بھی کہا کہ آپ حضرات کے جو شکوک وشبہات ہوں گے بعدِ جمعہ میں ان کا جواب دے دوں گا۔خدا کا فضل ہوا کہ میری بات ان کی سمجھ میں آگئی اور ان سب نے اس بات کو مان لیا کہ اذان مسجد کے باہر ہو، چنانچہ مؤذن نے مسجد سے باہر منبر کے سامنے

اذان دی، جب مسجد کے باہر اذان خطبہ ہونے لگی تو حضرت کو معلوم ہوا کہ اذان تو مسجد کے باہر ہو رہی ہے، اس پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بڑی مسرت سے فرمایا، "الحمدللہ! آج تو اذان مسجد کے باہر ہو رہی ہے، برہان میاں نے صحیح کہا تھا کہ آج اذان مسجد کے اندر نہ ہوگی" اور حضور فوراً مسجد میں تشریف لے آئے اور نمازِ جمعہ کے بعد سرکار مفتی اعظم ہند نے قیام گاہ میں خادم کو اس کامیابی پر بہت دعاؤں سے سرفراز فرمایا"

(استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر)

حضور برہانِ ملت نے تبلیغِ دین کے لیے ہندو پاک میں کافی دورے کیے ہیں، بے شمار مقامات پر آپ کی تقریریں ہوئیں اور خلقِ خدا فیض یاب ہوئی، مدھیہ پردیش، مہاراشٹرا، راجستھان، دہلی، بہار، یوپی کے دورے فرمائے، جھریا، دھنباد، سیوان، چھپرہ، جبل پور، کانپور، پونا، پٹنہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے کافی مشقتیں اٹھائی ہیں، کافی دور تک دیہاتوں میں پیدل چل کر بھی دورے کیے ہیں۔ ناز و نخرے کے بجائے سادگی اور عاجزی و انکساری پیش کی ہے۔ شہر دموہ کے ایک صاحب نے بیان کیا کہ:

" حضرت برہانِ ملت کو ایک دفعہ ہمارے رشتہ داروں نے ایک ایسے کوردہ علاقہ کے لیے تقریر کی دعوت دی، جہاں راستہ خراب ہونے کی وجہ سے کوئی سواری نہیں پہنچ سکتی تھی، بلکہ تین چار کیلومیٹر مسافت پیدل ہی طے کرنا پڑتی تھی، ان لوگوں نے دعوت تو دے دی، حضرت نے منظور بھی فرمالی، لیکن منتظمین بہت شش و پنج میں تھے کہ پتہ نہیں حضرت آئیں گے کہ نہیں۔ اتنا پُر پیچ راستہ کیوں کر

طے کر سکیں گے، بالآخر یہ سوچ کر جلسہ کی تمام تیاریاں مکمل کر لیں کہ اگر حضرت نہ آسکیں گے تو کسی کو بھیجیں گے ضرور۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے اور لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نماز مغرب سے چند منٹ قبل ہی حضرت اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ پیدل مسکراتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ لوگوں نے دیکھ کر نعرۂ تکبیر و رسالت سے آپ کا استقبال کیا، پھر رات میں آپ نے تقریر فرمائی، جو وعظ و نصیحت اور عشقِ نبی سے سرشار تھی، جس کو سن کر لوگوں کے دلوں میں جلا و تازگی پیدا ہوئی، اس کوردہ علاقے کے لوگ، جو مذہب و مسلک سے نابلد و غافل تھے، وہ سب اسلام و ایمان و مسلک اہلِ سنت کے سچے دل سے معترف و مقر ہو گئے۔ اور اسی پر مرنے جینے کا عہد و پیمان کر لیا، ان کے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ دنیا کی سرخروئی اور آخرت کی کامیابی مسلک اہلِ سنت و جماعت ہی پر منحصر ہے۔

صبح میں جب آپ واپس آنے کی تیاری کرنے لگے تو ایک جم غفیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی بارگاہ میں منت و سماجت کی کہ ہم سب کو داخلِ سلسلہ کر لیا جائے۔ اولاً تو سرکار نے منع کیا اور کسی دوسرے وقت کے لیے ٹالنا چاہا، لیکن وہ عقیدت مند حضرات نہ مانے اور اڑے رہے کہ ایسا سہانا موقع ہاتھ آئے کہ نہ آئے، لہٰذا ہم کو ابھی ہی اپنی غلامی میں داخل فرمالیں، حضرت نے جب محسوس فرمالیا کہ یہ کسی طرح سے نہ مانیں گے تو آپ نے ان کی تمنا و خواہش کو پورا کرنے کے لیے ان کو داخلِ سلسلہ فرمالیا"۔

آپ کی شان تحریر و تقریر اور زبان و بیان کے حوالے سے صاحبِ تصانیف کثیرہ مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب چریا کوٹ رقمطراز ہیں،

" ملک کے بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں بھی آپ کی شرکت

ضروری سمجھی جاتی، چنانچہ آپ حسب فرصت شریک ہوتے اور پُر مغز بیانات بھی فرماتے۔آپ اپنے ہم عصروں میں نہایت عمدہ مقرر اور سلجھے ہوئے خطیب تھے، زبان و بیان کے اعتبار سے آپ کی تحریر ہو یا تقریر نہایت معتدل، اور حشو و زوائد سے پاک ہوتی، انتہائی شستہ اور جامع ہوتی، اندازِ بیان علمی ہوتے ہوئے بھی عام فہم ہوتا۔ (تقدیم حضرت برہانِ ملت حیات وخدمات ص ۱۲)

عالمِ ربانی سیاست کے افق پر

آج ملکی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر نظر دوڑائیے تو آپ کے نزدیک واضح ہو جائے گا کہ سیاسی دنیا میں مسلمان خصوصاً اہلِ سنت کے مخالفین ہر طرف چھائے ہوئے ہیں۔وہی ایم۔ایل۔اے، ایم۔پی، ضلع پریشد، مکھیا، سرپنچ اور دیگر عہدوں پر براجمان ہیں۔اہلِ سنت و جماعت کے علمانے تو سیاست کو شجرۂ ممنوعہ سمجھ لیا ہے۔ آخر ہر شخص اس سے دور رہے گا تو اہلِ سنت و جماعت کا کام کیسے ہوگا۔ان کی نمائندگی کون کرے گا، ان کا وجود کیوں کر ممکن ہوگا۔کسی بھی ملک میں رہنے والے کے لیے سیاست میں بھی حصہ لینا اور اس کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہونا ہوگا، اس راز کو علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے بخوبی سمجھا۔ایک مرتبہ حضرت علامہ علیہ الرحمہ سے ایک شخص نے کہا کہ حضور! آپ مولانا ہو کر سیاست میں کیوں رہتے ہیں۔آپ نے اسے بہت معقول جواب دیا، فرمایا، ”تو بیت الخلاء جاتا ہے، اس نے کہا ہاں ضرور جاتا ہوں، فرمایا کیوں جاتا ہے۔وہ تو بدبودار جگہ ہے، اس نے جواب دیا کہ حضور وہاں جانا، مجبوری ہے، وہاں جائے بغیر کام نہیں چلے گا۔ آپ نے فرمایا، میں بھی مجبوراً سیاست میں کچھ حصہ لیتا ہوں، مذہب و ملت کی

ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے ساحل پہ جاتا ہوں اور پوری ہو جانے کے بعد اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہوں۔"

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے بھی اس مجبوری کے تحت بسا اوقات حصہ لیا اور اپنی سیاسی بصیرت سے اسلام کے دشمنوں کے دجل وفریب اور بد مذہبوں کی دسیسہ کاریوں کا بھر پور جواب دیا۔ مذہب وملت کی مانگ حکومت سے پوری کروائی، مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی کرائی۔ مگر ان سب کے باوجود تاریخ گواہ ہے کہ آج کل کے نام نہاد مولویوں کی طرح اپنی عزت نفس کا کبھی سودا نہ کیا، اپنی ملت کو کبھی داؤ پر نہیں چڑھنے دیا، اپنی عالمانہ شان اور اسلامی پہچان کے ساتھ افق سیاست پر چمکتے رہے، کبھی داغ دار نہ ہوئے۔

راز دارِ شریعت وطریقت خلیفۂ حضور برہانِ ملت مولانا عبد المبین نعمانی رضوی صاحب رقم طراز ہیں:

"گونا گوں خوبیوں کے مالک تھے، جہاں فقہ وفتویٰ میں کامل دست گاہ کے حامل تھے، وہیں حکمت وطبابت میں بھی نہایت کامیاب طبیب تھے۔ ساتھ ہی ساتھ سیاسی بصیرت بھی خوب رکھتے تھے، صرف گوشہ نشیں مولوی نہ تھے، بلکہ فکرو نظر میں انقلاب برپا کر دینے والے اور حکومت کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر باتیں کرنے والے تھے، مفکر اور نڈر قائد بھی تھے۔ ایک صوبائی الیکشن میں حصہ لیا، کامیاب ہوئے اور پانچ سال تک ایم۔ایل۔اے بھی رہے۔ پورے مدھیہ پردیش میں سیاسی طور پر نہایت بااثر شخصیت مانے جاتے تھے۔ بڑے بڑے سیاسی لیڈر آپ کی بارگاہ میں عقیدت مندانہ حاضری دیتے، سیاسی لوگ مشورہ لیتے اور آپ کی رائے سے استفادہ کرتے، لیکن ان سب کے باوجود آپ نے کبھی بھی

ملک کی گندی سیاست میں حصہ نہیں لیا، نہ ہی کسی سیاسی سودے بازی میں کبھی ملوث ہوئے اور نہ وقار وتمکنت اور عالمانہ شان کو کبھی ہاتھ سے جانے دیا۔ گویا آپ نے سیاست کو مسلمان کرلیا تھا یا اسلام سے بہت قریب۔

آپ کا نظریہ غالباً یہ تھا کہ مسلمان سیاست سے کٹ کر آبرومندانہ زندگی نہیں گزار سکتا، جس ملک میں ہمیں رہنا ہے، وہاں کی سیاست میں شریک ہونا ضروری ہے۔ البتہ سیاسی سودے بازی، مفاد پرستی، جاہ طلبی اور خوش آمدانہ پالیسیوں سے ضرور دور رہنا چاہیئے، اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ ہاں ملک وقوم کی خدمت نیز آوازۂ حق کی تبلیغ واشاعت میں سیاسی اثر ورسوخ کو کام میں لانا چنداں برا نہیں، بلکہ بسا اوقات ضروری ہے"۔

تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت

غیر منقسم ہندوستان میں ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء نہایت افراتفری کا دور گزرا ہے۔ مسلمانوں کے لیے نہایت فتنہ وامتحان اور کشمکش کی گھڑی تھی۔ موالات کے معنی ہیں دوستی اور محبت، ظاہر ہے کہ جو بھی کافر ہوگا خواہ انگریز خواہ ہنود سب سے دوستی اور موالات ناجائز وگناہ ہے۔ البتہ معاملات اپنی قیود وشرائط کے ساتھ جائز ہیں۔ اسی طرح غیروں کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد بھی ناجائز وگناہ ہے، مگر اس دور میں شریعت اسلامیہ سے نابلد، جری وبے باک اور گناہ کرنے میں نڈر لیڈروں نے ایک غیر مسلم کی اتباع میں اسلام وشریعت کے خلاف تحریک ترکِ موالات اور ہندو مسلم اتحاد چلادی۔ اسی طرح سلطان اور خلیفۃ المسلمین میں فرق ہے، خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہونے کے لیے قریشی ہونا شرط ہے، کیونکہ

حدیث شریف میں ہے۔ ”الائمۃ من قریش“ ظاہر ہے اس شرط کی بنیاد پر سلطان ترکی خلیفہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ قریشی نہ تھا، لیکن ہندوستان کے اس دور کے گیدڑوں نے اسے خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین لقب دینا شروع کیا، اور اس کے پس پردہ ان کے قائد کی نیت نہایت خراب تھی، جن کو یہ سمجھ نہ سکتے تھے، اس کا نام تحریک خلافت رکھا، اسی طرح وقت وہ آیا کہ تحریک ہجرت کے ذریعہ بھی ہندوستان سے جلاوطنی کا مسموم ارادہ کرلیا گیا۔ مگر پردہ کے پیچھے کیا ہے، اسے کون سمجھ سکتا ہے؟ ہاں وہی جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید غیبی حاصل ہو، اس راز کو فضلِ مولیٰ تعالیٰ سے سیاسی بصیرت، نور ایمانی اور فراست اسلامی رکھنے والے امام احمد رضا، صدرالافاضل، صدرالشریعہ، حجۃ الاسلام، عیدالاسلام اور برہان ملت وغیرھم نے سمجھا اور اول دن سے ان تحریکات کے مضمرات اور نقصانات سے قوم کو آگاہ کیا۔ اس دور کے حالات کو درج ذیل سطور میں پڑھئے اور اس دور کے لیڈروں کے بارے میں اندازہ لگایئے کہ وہ کس ہوا کے رخ پر چل رہے تھے، ساتھ ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ان دو شعروں کو بھی ذہن نشیں کرتے چلیے:۔

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد، مشرک، یہود و گبر ترسا
مشرک را بندہ باش و با نصرانی
ہر کار حرام، ایں ست زشیطان فتویٰ

امام احمد رضاؔ

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں،

سنہ ۱۳۳۸ھ/ سنہ ۱۹۲۰ء میں گاندھی کی تحریک ترکِ موالات اور ہندو مسلم اتحاد بہت زور کے ساتھ چلا، اسی کے ساتھ مسئلہٗ خلافت کو ملا دیا گیا، سلطانِ ترکی کو خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین کہا جانے لگا، اس تحریک میں ہندوستان کے بعض پختہ مغز، نامور، ذی اثر، معزز مسلمان شامل ہو گئے اور تحریک زور پکڑ گئی۔ شوکت علی، محمد علی، ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرھم نہ صرف شامل تھے بلکہ پیش پیش ہو کر عام مسلمانوں کو شمولیت کی دعوت دینے لگے۔

اعلیٰ حضرت اور جن علما اور صاحب اثر مسلمانوں نے ان تحریکات کو خلافِ شرع اور فتنہ سمجھ کر ان میں حصہ نہیں لیا اور ان کا ساتھ نہیں دیا، ان کے خلاف تقریروں اور اخباروں میں دھمکیاں دی گئیں، مکمل مقاطعہ اور بائیکاٹ کی تحریک چلائی گئی۔

اعلیٰ حضرت کو اور ہم لوگوں کو شامل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا، خلافت کمیٹی قائم ہوئی اور کانگریس کمیٹی سے اس کا اتحاد ہو گیا، تحریک زور پکڑ گئی یہاں تک کہ جن حق پسندوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا ان کے بائیکاٹ اور ان سے مکمل مقاطعہ کا اعلان کر دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت اور حضرت عید الاسلام مولانا عبد السلام جبل پوری اور دوسرے علما کے خلاف نہایت گندے حملے کئے جانے لگے، آخر مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی جانب سے اعلیٰ حضرت اور علماءِ حق کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا، اعلیٰ حضرت کی جانب سے الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ) لکھ کر مولانا عبدالباری کو رجسٹری کی گئی، اور چھاپ کر شائع کی گئی، مولانا پر اس کا اچھا اثر ہوا، انہوں نے ان کا ساتھ تو نہیں چھوڑا لیکن رفتار سست ہو گئی۔ خلافت کمیٹی کی

طرف سے ترکوں کے لیے خلافتِ راشدہ کے نہج پر خلافت کے حق میں مضامین اور بیانات شائع ہوئے تو مسئلۂ خلافت کی شرعی تحقیق اور وضاحت کے لیے کتاب "دوام العیش فی الائمۃ من قریش" (۱) اعلیٰ حضرت کی طرف سے شائع ہوئی۔ تاہم سلطانِ اسلام کی حیثیت سے ان کی اور سلطنتِ اسلام کی حیثیت سے ترکی کی امداد واعانت ہر مسلمان پر بقدرِ استطاعت فرض ہے۔

ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں آیت کریمہ، "لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین" الآیہ (پارہ۔ ۲۸۔ سورۃ الممتحنہ۔ آیت۔ ۸) پر بہت زور دیا گیا، اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے فتویٰ، "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنہ" (۱۳۳۹ھ) شائع ہوا جس میں قوی دلائل سے ثابت کیا گیا کہ ہندوستان کے مشرکین، حربی کفار ہیں ان سے وداد واتحاد اس آیت کریمہ کے تحت نہیں آتا، ہندوستان کے طول وعرض میں اس غیر شرعی ممنوعہ اتحاد کے سلسلے میں جابجا جلسے اور شور وشغب بہت زوروں پر تھا۔

رجب شریف ۱۳۳۹ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء میں اجمیر شریف کی حاضری کے بعد بریلی حاضر ہوا، آستانہ پر چند مقتدر علماء کرام کی مجلس شوریٰ ہو رہی تھی، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب صدرِ مجلس تھے، سب سے سلام ومصافحہ کے بعد میں بیٹھ گیا، معلوم ہوا کہ جمیعت علماء ہند کے اہتمام سے ابوالکلام آزاد کی زیرِ صدارت ایک کھلا اجلاس بریلی میں ہو رہا ہے، جس میں وہ اپنے مخالفین پر اتمام حجت کریں گے، اس امر کا اظہار انہوں نے مختلف اشتہار میں شائع کر کے کیا ہے، کانگریسی اور خلافتی

---

(۱) یہ رسالہ مکتبہ قادریہ، لاہور نے ۱۹۸۰ء میں راقم کے مبسوط مقدمہ کے ساتھ دوبار شائع کر دیا ہے۔ مسعودؔ

لیڈروں کی طرف سے ہونے والی غیر اسلامی حرکات کو بند کرانے ، رفعِ نزاع اور متفقہ لائحۂ عمل تیار کرنے کے لیے علماء کی تازہ کوششوں کا جائزہ لیا گیا، صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستّر سوالات بعنوان " اتمام حجتِ تامہ" (۱۳۳۹ھ) شائع ہوکرارا کین خلافت کمیٹی تک پہنچ چکے تھے، ابوالکلام آزاد نے ان تمام کوششوں کے برعکس اعلیٰ حضرت کو جلسہ میں شرکت اور رفع منازعت کی دعوت بھیج دی، آستانہ پر حاضر علماء، جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے اس سے پہلے جمیعت علمائے ہند کے اجلاس میں شرکت کرنے اور رفعِ نزاع کے لیے ایک وفد کا اعلان بذریعۂ اشتہار کر چکے تھے جو کھلے اجلاس میں ابو الکلام آزاد اور دوسرے خلافتی لیڈروں سے جا کر گفتگو کرے گا۔ میں نے بھی وفد میں شامل ہونے کا ارادہ کیا، مگر مولانا سید سلیمان اشرف نے یہ فرمایا کہ چونکہ اس عام اجلاس کے مہتمم کو وفد کے علماء کے نام لکھ کر دیئے جا چکے ہیں، اب کسی اور کو وفد میں شامل کیا جانا قاعدہ کے خلاف ہوگا، آپ دیگر معاون علماء کی طرح وفد کے ہمراہ جاسکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے موقف کے مطابق مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستر سوالات کا مجموعہ مسمیٰ بہ اتمام حجت تامہ طویل اشتہار کی شکل میں چھپ چکا تھا اور وفد کے جانے سے پہلے اجلاس عام کے منتظمین کو بھیجا جا چکا تھا تا کہ وہ ان سوالات کا جواب تیار رکھیں۔ میں نے اتمامِ حجت تامہ بہت غور سے مطالعہ کیا، ایک دو خاص شدید اعتراضات ۔ جو اتمام حجت تامہ میں نہ تھے مگر میرے ذہن میں پورے ثبوت کے ساتھ تھے، میں نے انہیں تازہ کرلیا۔

علماء کا وفد ۹ ربجے شب کانگریسی جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا، میرے علاوہ بے شمار علماء اور عوام اہلِ سنت بھی وفد کے ہمراہ بڑے وقار و تحمل کے ساتھ جا

رہے تھے، صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے مجھے اپنے درمیان لے لیا، ہم جلسہ گاہ پہنچے، بہت بڑا اجتماع تھا۔

کانگریسی والنٹیرس نے ہمیں اسٹیج پر پہنچا دیا، مجمع کے درمیان اسٹیج تھا، اسٹیج کے درمیان صدرِ جلسہ ابوالکلام آزاد براجمان تھا۔ مولانا نثار احمد کانپوری، مفتی کفایت اللہ دیوبندی وغیرہم اسٹیج کی زینت تھے، وفد کے ہمراہ بے شمار مسلمان نعت خوانی کرتے ہوئے اور نعرہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے ہوئے بڑی شان و شوکت سے مجمع میں پہنچ گئے۔ اس وقت مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے اور کانگریس کا ساتھ نہ دینے والے علما پر اشارۃً کنایۃً جملے کس رہے تھے، تقریر ختم ہوئی۔ علماء وفد آزاد کے قریب تھے، میں آزاد کی پشت پر تین چار آدمیوں کے پیچھے تھا، ابوالکلام آزاد نے بلند آواز سے کہا:

"آپ لوگوں کا صدر کون ہے؟"

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے کچھ فرمایا، میں ان کا جواب نہ سمجھ سکا۔

ابوالکلام آزاد نے سید سلیمان اشرف کو تقریر کرنے کی دعوت دی، سید سلیمان اشرف تقریر کے لیے کھڑے ہو گئے، تقریر کے دوران انہوں نے اپنے موقف کی حمایت میں قوی دلائل پیش کیے، اتمام حجت تامہ کے سوالات کا جواب طلب کیا، آزاد کے کچھ اخباری بیانات، کچھ تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کیے، اپنی کتاب الرّشاد اور ایک اور کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے آزاد سے جواب طلب کیا اور اپنی پوزیشن صاف کرنے کا مطالبہ کیا۔ آزاد کے پاس ان تمام باتوں کا جواب نہ تھا، اصل جواب سے پہلوتہی کرتے ہوئے اس نے اپنی

جوابی تقریر میں کہا:۔

"کچھ مولویوں کا وفد آیا ہے جس کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ مقصد، مجھ پر جو الزامات لگائے جارہے ہیں، سب غلط اور بے بنیاد ہیں، جن کا کوئی ثبوت نہیں"۔

آزاد نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہا کہ اب یہ حضرات جاسکتے ہیں، اسی دوران میں بہت پیچ وتاب کھا رہا تھا کہ غیر اسلامی حرکات جن کا ارتکاب یہ لیڈران کرتے ہیں، اوران کی مصدقہ اطلاعات اخبارات کے ذریعے ملک بھر میں پھیل چکی ہیں، ان کا کس طرح انکار کررہے ہیں۔ میں کھڑا ہوگیا، کفایت اللہ اور ایک اور صاحب نے میرا دامن کھینچا مگر میں بڑھ کر آزاد کے پیچھے جا کھڑا ہوا، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ بھی کچھ کہیں گے؟"۔ میں نے کہا کہ" آزاد صاحب سے کچھ پوچھنے کے لیے کھڑا ہوا ہوں"۔ آزاد نے کہا "کہیے"۔ اسٹیج کا ہر فرد اور پورا مجمع مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے آزاد سے ذرا بلند آواز سے کہا:

"آنجناب نے ابھی ابھی اپنی جوابی تقریر میں زور دے کر فرمایا کہ مجھ پر تمام الزامات غلط اور بے بنیاد لگائے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں، میری گزارش یہ ہے کہ اخبار زمیندار، لاہور کے فلاں نمبر، فلاں تاریخ میں نہایت نمایاں جلی سرخیوں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ، ناگپور میں خلافت کانفرنس کے پنڈال میں، امام الہند ابوالکلام آزاد صاحب نے جمعہ پڑھایا اور خطبۂ جمعہ میں مہاتما گاندھی کی صداقت وحقانیت کی شہادت دی، ۔۔۔ ایک مشرک کی صداقت وحقانیت کی شہادت خطبۂ جمعہ میں؛۔۔۔۔۔ یہ کیسا اسلام ہے؟

یہ سنتے ہی آزاد کا چہرہ فق ہوگیا۔۔ ایک دومنٹ تک مجھے دیکھتا رہا، پھر بولا،"لعنۃ اللہ علیٰ قائلہٖ"

میں نے کہا،

" آزاد صاحب! یہ کلمات لعنت اسی اخبار میں بالاعلان شائع کرادیجئے تو امید کہ توبہ کے قائم مقام ہوجائیں"۔

پھر میں نے کہا ایک بات اور عرض کرنی ہے:

اخبار تاج (جبل پور) فلاں نمبر میں ہے کہ الٰہ آباد کے ایک جلسۂ عام میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے کرسیِ صدارت سے اعلان فرمایا کہ مقاماتِ مقدسہ کا فیصلہ اگرچہ ہمارے حسبِ دلخواہ بھی ہوجائے تب بھی ہم اس وقت تک چین نہ لیں گے۔ جب تک کہ گنگا جمنا کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرالیں گے، بحیثیت مسلمان ہونے کے گنگا جمنا بھی آپ کے نزدیک مقدس ہیں؟ استغفر اللہ!

اس پر آزاد نے کہا:

"میں نے پرچے نہیں دیکھے، "لعنة الله علىٰ قائله"

اس پر بھی پھر میں نے یہی کہا:

" لعنت کے یہی الفاظ توبہ کے قائم مقام اخبارات میں بالاعلان شائع ہونے چاہئیں"۔اس کے ساتھ ہی میں نے اتمام حجت تامہ کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے ابوالکلام آزاد سے کہا:

" یہ ستّر سوالات کا ایک مجموعہ ہے جس کے ہر سوال کا مفصل اطمینان بخش جواب آپ کی طرف سے دیا جانا چاہیئے۔

اس کے بعد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے ابوالکلام آزاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

" مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور خلافتِ اسلامیہ کی خدمت ہر مسلمان پر

بقدرِ وسعت فرض ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں، آپ کی خلافِ شرع حرکات میں سے کچھ کا بیان تو مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر میں آ چکا ہے، باقی کا ذکر جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے شائع شدہ اشتہار بعنوان اتمام حجت تامہ میں ہے، وہ اشتہار آپ کو پہنچ چکا ہے، علاوہ ازیں بعض غیر اسلامی حرکات پر حضرت مولانا برہان الحق صاحب نے آپ کا مواخذہ کیا ہے، آپ جب تک ان تمام حرکات سے رجوع نہ شائع کریں گے ہم آپ سے علیٰحدہ ہیں۔"

آزاد نے وعدہ کیا کہ اجلاس کی روداد میں ان تمام غیر اسلامی حرکات سے رجوع کا اعلان شائع کر دیا جائے گا۔۔ ہمارا وفد اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس روانہ ہوا، میں بھی پیچھے پیچھے چلا۔۔ والنٹیر وں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے کر پنڈال کے باہر تک پہنچا دیا، ہم سب واپس چلے۔۔۔ راستہ میں وفد کی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"برہان میاں! آپ کے ابتدائی دو سوالوں نے تو ابوالکلام کو بالکل مبہوت کر دیا"

ہم سب مکان پر پہنچے، معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت انتظار فرما رہے ہیں۔۔ یہاں اعلیٰ حضرت کو پہلے ہی سے کانگریسی پنڈال میں ابوالکلام کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کی پوری رپورٹ مل گئی تھی۔۔۔ پردہ کرا کے اندر ہی وفد کو اعلیٰ حضرت نے بلوایا، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے یہ ضرور عرض کیا:

"حضور! برہان میاں نے بہت جرأت و ہمت سے کام لیا، یہ صرف حضور ہی کا فیض ہے"۔

اعلیٰ حضرت نے دعائیں دیں، ہم سب باہر آگئے، مولانا نعیم الدین صاحب اور مولانا سلیمان اشرف صاحب جو باہر سے تشریف لائے تھے، اسٹیشن روانہ ہو گئے، ہم لوگوں نے آرام کیا۔۔۔۔صبح نمازِ فجر کے بعد ایک صاحب اسٹیشن سے آئے جو اسٹیشن پر بسکٹ وغیرہ بیچتے تھے، انہوں نے بتایا، " دِہرادون میل میں ابوالکلام کو ایک مجمع گھیرے ہوئے تھا، میں بھی کھڑا ہوگیا، ان کی زبان سے یہ الفاظ سنے:

" بعض باتیں حقیقت ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اب ہمیں آزادی کا جو مسئلہ حل کرنا ہے اس کے آگے اب تمام باتیں فی الحال زیادہ توجہ کے قابل نہیں ہیں مگر احتیاط بہر حال ضروری ہے"۔ (۱)

میں دو ہفتے بریلی رہا، پھر واپس چلا آیا۔

تعارف جماعت ظاہرین علی الحق:۔ کوئی بھی تحریکی وتنظیمی کام کرنے کے لیے پلیٹ فارم چاہیئے، اس کے بغیر کام کرنا مستبعد ہے۔ جس طرح کسی بھی ادارہ کے لیے دفتر مغز ہے، اس کے بغیر کوئی ادارہ نہیں چل سکتا، حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ایک زمانے میں تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ کے صدر بھی رہے ہیں، اور اس کے پلیٹ فارم سے بھی بہت کچھ کام کیا ہے، مگر انہوں نے جبل پور میں

---

(۱) یہ واقعہ ۱۴/رجب ۱۳۳۹ھ کو پیش آیا، تمام تفصیلات " روداد مناظرہ " کے نام سے جماعت رضائے مصطفیٰ (بریلی) نے نادری پریس، بریلی سے چھپوا کر اس زمانے میں شائع کر دی تھیں، حال ہی میں محمد جلال الدین قادری نے " ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" کے عنوان سے مفصل ومبسوط مقدمے کے ساتھ یہ تفصیلات مرتب کی ہیں جو لاہور سے مکتبہ رضویہ نے ۱۹۸۰ء میں شائع کر دی ہیں۔ مسعود

جماعت ظاہرین علی الحق کی بھی بنیاد رکھی تھی ۔ مولانا الحاج رمضان عبد العزیز صاحب سلامی نے جو دربار سلامیہ برہانیہ کے حاضر باش تھے، حضور برہانِ ملت کو اس تحریک کا بانی قرار دیا ہے ۔ یہ نہایت متحرک و فعال تحریک تھی ، اس نے ماضی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ۔ اسی تنظیم کے تحت میونسپل کمیٹی جبل پور کی طرف سے پاس کیے ہوئے میرج ایکٹ کے خلاف کوتوالی، جبل پور میں احتجاج کیا تھا، اوراس میں حضرت موصوف نے ایک مبسوط اور جامع خطبۂ صدارت پیش فرمایا تھا ۔ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء میں جب حضرت عید الاسلام اور حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے حج فرمایا تو اس موقع سے اس تنظیم کے ناظم اور دیگر اراکین نے نہایت تزک و احتشام سے وداعیہ پروگرام کرایا تھا اور شاندار طریقے سے ان دونوں حاجیوں کو سفرِ حرمین شریفین کے لیے رخصت کیا تھا، جب تحریک آزادی کی لہر کے دوران ایک طبقہ کا مطالبہ ہوا مسلمان گاؤ کشی بند کریں اور کانگریسی علمائے دیو بند نے اسے تسلیم کیا تھا ۔ اس موقع سے ۱۹۲۲ء میں یہ خبر شائع ہوئی کہ کونسل نے گاؤ کشی کے ترک کی تجویز پاس کر دی ہے تو جماعت ظاہرین علی الحق ہی وہ تحریک تھی ، جس نے سخت نوٹس لیا ۔ جیسا کہ اس کی رپورٹ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ۱۹۲۲ء ۔ ص ۸ پر شائع ہوئی تھی ۔

اس تنظیم کے ناظم سید عبد الکریم اور نائب ناظم جناب محمد ابراہیم نے کافی خبریں اس ہفت روزہ میں شائع کروائی تھیں، خاص بات یہ ہے کہ اس تحریک کے بانی حضور برہان ملت کے دست حق پرست پر کافی لوگ آغوش اسلام میں آئے تھے، ہم اس تحریک کا تعارف اور نومسلموں کی فہرست یہاں نذر قارئین کرتے ہیں ۔ ساتھ ہی ترک گاؤ کشی پر اس تحریک کا احتجاج ورد عمل پیش کریں گے ۔

دعوت جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور

(از اراکین جماعت موصوف الصدر)

حضرات برادران اہلِ سنت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ حضرات پر روشن ہے کہ آج آپ کا مقدس اسلام کن مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے، اور اس وقت سچے حامیان علم دین اور ربانی حقانی عاملین پر کیسے تان تان کر حملے ہورہے ہیں؟ ہماری غیرت ایمانی یہ برداشت نہ کرسکی کہ ہماری قدیم شاہراہ حق پر روڑے اٹکائے جائیں پیشوایانِ دین وملت اور اکابر علمائے اہلِ سنت سلمہم اللہ تعالیٰ پر گوناگوں افترا و بہتان کے ساتھ زبان درازیاں کی جائیں اور رنگ برنگ کی فریب کاریوں، دھوکہ بازیوں کے جال میں پھانس کر عوام کو گمراہ بنایا جائے اور ہم حق کا نام لینے والے ٹھنڈے دل سے دیکھیں سنیں اور خاموش بیٹھے رہیں، نصرت حق کو نہ اٹھیں۔

ہمارے علمائے کرام اہلِ سنت بعونہٖ تعالیٰ دماغی، قلمی، زبانی ہرطرح دین کی نصرت وحمایت میں اپنا فرض پورا کررہے ہیں تو کیا ہمارے سنی بھائیوں کا فرض نہیں کہ وہ اپنے حسبِ مقدرت خدمت وحمایت میں کچھ حصہ لیں؟ ہاں ضرور فرض ہے۔ضرورت ہے اس لیے ہم خدام وفداکاران اہلِ سنت نے بتوفیق اللہ تعالیٰ و تائیدہ ایک جماعت قائم کی ہے جس کا نام "ظاہرین علی الحق" رکھا ہے، اس کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں اگر آپ حضرات اہلِ سنت ان اغراض ومقاصد سے متفق ہیں، تو جلد از جلد نہایت خلوص قلب کے ساتھ اس میں شریک ہوں اور اس جماعت کو اپنے مبارک مقاصد میں اعلیٰ مدارج ترقی پر پہنچا کر اپنے صدق و اخلاق واستقامت علی الدین کا ثبوت دیں۔

اغراض ومقاصد

۱: ہماری جماعت حتی المقدور دشمنانِ دین کے ناپاک حملوں کی باحسنِ وجوہ تحریراً یا تقریراً مدافعت کرے گی، اور مخالفین کی اُن غلط بیانیوں، دھوکہ بازیوں، افتراؤں کا پردہ کھولے گی، جن سے وہ سیدھے سادھے عام مسلمانوں کو علمائے اہلِ سنت سے الگ کر کے بدعقیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲: ہماری جماعت ان مضامین کی اشاعت کرتی رہے گی، جو سنت و علمائے اہلِ سنت کی حمایت اور اعدائے دین کے حملوں کی مدافعت میں ہوں۔

۳: ہماری جماعت نزدیک و دور کے اپنے ہم عقیدہ تمام اہلِ سنت کو اپنے ہی افراد سمجھتے ہیں اور جماعت کوشش کرے گی کہ اپنے حلقہ اہلِ سنت کے تمام افراد میں باہم اتفاق واتحاد ومحبت ووداد قائم ہو۔

ہمارے حضرات اہلِ سنت کو بھی چاہیے کہ ہمارے علم کے لیے وہ بخوشی خاطر اپنا اپنا اسم گرامی جماعت کے دفتر میں درج کرادیں۔

شرائط وشمولیت

۱: ہماری جماعت میں صرف وہی حضرات شامل ہوسکیں گے جو متصلب صحیح العقیدہ سنی اور قدیم شاہراہ سنت وصراط مستقیم شریعت پر قائم ہوں اور اجماعیات سلف و مسلمات جماہیر کے تابع۔

۲: ہماری جماعت میں شامل ہونے والے کو شرعی تہذیب کے دائرہ میں رہنا ہوگا۔

۳: جماعت میں داخل ہونے کا عطیہ اور ماہانہ چندہ حضرات اہلِ سنت کی عالی ہمتی پر موقوف ہے۔

۴: نہایت ضروری ہوگا کہ جو امداد آپ حضرات اپنی بلند حوصلگی سے اپنے ذمہ لیں

ماہ بماہ یا سال بسال عطا فرماتے رہیں، یاددہانی کی حاجت نہ ہو۔

۵ : جو امور دین کو مفید یا مضر ہوں ان کا کرنا یا نہ کرنا علمائے کرام کے ارشاد پر موقوف ہوگا کثرت رائے سے اس کی موافقت یا مخالفت بے سود ہوگی۔

اطلاع ضروری

جماعت کے متعلق تمام خط وکتابت وارسال زر چندہ بنام سید عبد الکریم ناظم جماعت ظاہرین علی الحق محلہ اوپرین گنج جبل پور ہونی چاہیے۔

(ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ۱۷ر جولائی ۱۹۲۲ء، ص: ۴)

قبولِ اسلام

خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کی خدمات گوناگوں ہیں، دینی و مذہبی، قومی و ملی، سیاسی وسماجی، علمی وادبی، فقہی وشعری، ہر طرح کی خدمت ہے۔ سو طرح کی کارگزاریاں ہیں، کچھ تو عام ہیں، مگر بہت کچھ ابھی بھی پردۂ خفا میں ہیں۔ پروجیکٹ بنا کر اس پر کام کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ دعوت دین اور تبلیغ اسلام کے شعبہ میں بھی اس خانوادہ کا نمایاں کردار رہے۔ جماعت ظاہرین علی الحق کی تبلیغی جدوجہد سے جن خوش نصیبوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ان کی دو فہرستیں فی الوقت سامنے ہیں، جو پیش نظر کی جاتی ہیں۔

سلسلۂ تبلیغ اسلام

از: جناب محمد ابراہیم صاحب نائب ناظم جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور

بسلسلۂ اشاعت وتبلیغ اسلام جبل پور میں آستانہ سلامیہ پر حاضر ہو کر شاہزادۂ عالیشان مولانا مفتی برہان الحق صاحب رضوی کے دستِ حق پرست پر شرف اسلام سے فیض یاب ہونے والے بھائیوں کی ۱۳۴۱ھ کی آخری شش ماہی

کی فہرست یہ حاضر ہے۔ درج اشاعت فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ ہر ماہ کی دی جائے گی۔

نمبر	تاریخ	نام سابق	ولدیت	قومیت	سکونت	محلہ	اسلامی نام
۱	۲۰ر رجب	مسماۃ چوبی	سکھ دیو	کٹوار	سرکھی حال جبل پور	بھانتیلا	مسماۃ رحیماً
۲	۲۸ر رجب	مسماۃ لونگی	جگت	برونی	ریوان حال جبل پور	گوبلپور	مسماۃ رحیما بی
۳	۲۴ر رمضان ۱۳۴۱ھ	دھودا	دُرگا	برہمن	جبل پور	ہنومان تالاب	مسماۃ کریماً
۴	۸ر شوال	مسماۃ بھوری	ہنتھیوا	کیوٹ	جبل پور	مدار ٹیکری	مسماۃ رحمت بی
۵	۲۲ر	مسماۃ کندیا	دسین	کٹوار	کوئی گاؤں حال جبل پور	ساٹھیان کنوان	مسماۃ رحیماً بی
۶	یکم ذی قعدہ	سندر سنگھ	ندو	سکھ	مہالہ پنجاب حال جبل پور	ساٹھیان کنوان	محمد بخش
۷	۲۰ر ذی قعدہ	مسماۃ رام بائی	چندوا	کری	ریپورہ حال جبل پور	بھاتلیا	مسماۃ رحیماً
۸	۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ	مسماۃ گھسیا	چندوا		جبل پور	متصل کوٹھی	مسماۃ رحیماً بی

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور ۱۷ر ستمبر، ۱۹۲۳ء ص: ۸)

قبولِ اسلام

دوسری فہرست یہ ہے:

از:۔ جناب مولوی محمد ابراہیم، نائب ناظم جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور، خدام جماعت رضائے مصطفیٰ، بسلسلۂ تبلیغ اشاعت اسلام جبل پور، جناب مولانا مولوی مفتی حاجی محمد برہان الحق صاحب رضوی کے دست حق پرست پر حسب ذیل مشرف بہ اسلام ہوئے:

نمبر شمار	نام سابق	قومیت	اسلامی نام	کیفیت
۷	مسمی کرامت علی	پٹھان	کرامت علی	عیسائیوں کی صحبت میں رہا اس لیے تائب ہوئے۔
۸	مسماۃ وسودیا	برہمن	مسماۃ کریمن	
۹	مسماۃ رام بائی	برہمن	مسماۃ رحیماً	
۱۰	بلانام	برہمن	مسماۃ سلیمہ	
۱۱	مسمی ستی پپو	عیسائی	مسمی کمال الدین	
۱۲	مسماۃ بونی	برہمن	مسماۃ نیک بخت	مع اپنے ایک بچہ کے جس کا نام طالب حسین رکھا گیا
۱۳	مسماۃ پریمیا	کرمی	مسماۃ کریماً	
۱۴	مسمی رام لال	لینا	مسمی رحیم بخش	
۱۵	کشن لال	گونہا	مسمی قاسم	

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور ۱۷ ستمبر ۱۹۲۳ء ص: ۷)

ترکِ گاؤکشی :۔ عیدِ قربانی اور عام دنوں میں گائے ذبح کر کے کھانا اسلامی شریعت میں جائز و مباح ہے۔ اس کا گوشت کھانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سنت ہے اور حدیث مسلم کے مطابق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس کا تناول فرمانا ثابت ہے۔ آزادیٔ ہند کے شور و ہنگامہ میں غیر مسلموں کا مطالبہ ہوا کہ مسلمان گاؤکشی ترک کر دیں۔ کانگریسی علمائے دیوبند نے اس مطالبہ کو مان لیا تھا، لیکن عام مسلمان خصوصاً مسلمانانِ اہلِ سنت نے اس بے جا مطالبہ پر زبردست احتجاج کیا تھا۔ سی پی گزٹ ۳؍جون ۱۹۲۲ء کو یہ خبر چھپی کہ کونسل نے گائے ذبح نہ کرنے کی تجویز پاس کر دی ہے۔ تو جماعت ظاہرین علی الحق نے سخت نوٹس لی اور اپنا شدید احتجاج درج کرایا، ایسی ایک احتجاجی تحریر پیشِ نظر ہے، جو یہاں نقل کی جاتی ہے،

مسلمانوں سے اپیل

از: جماعت ظاہرین علی الحق شہر جبل پور محلہ اوپرین گنج

سی پی گزٹ ۳؍جون ۱۹۲۲ء نے آخر شائع کر دیا کہ کونسل میں ذبح گاؤ کی قطعی ممانعت کا ریزولیشن پاس ہو گیا۔ اور مسلمانوں سے ان کی غربا پرور غذا چھین لینے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ کیا مسلمان اسے ٹھنڈے جی سے دیکھیں گے کہ ہمارا مذہب اسلام جس کی اباحت پر ناطق ہے، بلکہ ہندوستان میں اس کے شعارِ اسلام ہونے اور حسبِ اقتضائے وقت اس کے وجوب پر زور دے رہا ہے۔ اور ہماری مہربان گورنمنٹ نے ہمیشہ سے جس کی آزادی دے رکھی ہے، کیا یہ اپنا مذہبی مباح، یہ ہندوستان کا اسلامی شعار اور گورنمنٹ کی ہمیشہ سے دی ہوئی اس آزادی کو کونسل کے چند ہندو ممبران کے بیجا جذبات، تعصب و نفسیات پر قربان کر دیں گے؟ کیا مسلمان اپنی آئندہ نسلوں کے لیے ہندوؤں کی طرح گائے پرستی کی

رسم چھوڑ جائیں گے؟۔کیا ان کے دلوں میں گائے کی عظمت و معبودیت کا عقیدہ بٹھا جائیں گے؟؟ کیا خلافت کمیٹی کی پکار اسی کے لیے تھی؟۔

مسلمانو! اٹھو کہ ابھی وقت باقی ہے اور گورنمنٹ کے انصاف کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا۔ ہر قومیت والو جلسے کرو اور کونسل کے اس مذہب شکن، دل آزار، اشتعال انگیز، مبنی بر شر و فساد ریزولیشن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرو اور گورنمنٹ پر ظاہر کر دو کہ ابھی مسلمانوں میں دینی، مذہبی احساس باقی ہے اور گورنمنٹ نے مذہبی حقوق کے متعلق جو وعدے کیے ہیں، ہمیں ان پر اب بھی اعتماد ہے، اگر گورنمنٹ نے اس ریزولیشن کو پاس کر لیا اور جاری کر دیا تو ہم یہ یقین کر لینے پر مجبور ہوں گے کہ گورنمنٹ نے اپنے وعدوں کو پس پشت ڈال دیا اور مذہبی امور میں خلل انداز ہونے لگی، جس کا نتیجہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو بددلی، جا بہ جا بدامنی، کشت و خون اور گورنمنٹ کی پریشانی کے سوا کچھ نہ ہوگا، اور اس وقت گورنمنٹ کے بنائے کچھ نہ بنے گی

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور، ۱۹۲۲ء ص:۸) بحوالہ اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور ص ۱۲۹۔ناشر مدرسہ اہلِ سنت، گونڈی، بمبئی)

تحریک کھدر سے متعلق سیاسی بصیرت:۔

اسلام اور ولایتی کپڑے سے متعلق حضور برہانِ ملت کا ایک اہم مبسوط فتویٰ حضور عید الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصدیق کے ساتھ آپ اس کتاب کے کسی صفحہ پر پڑھیں گے۔ ہمیں یہاں یہ عرض کرنی ہے کہ اس چشم کشا فتوے سے جہاں آپ کی فقہی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں آپ کی سیاسی بصیرت پر بھی خاصی روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ابن الوقت علما بلا وجہ شرعی ولایتی کپڑا پہننے کو ناجائز اور کھدر پہننے کو

ضروری ہونے کا فتویٰ دے رہے تھے اور اسی کی تحریک چلائے ہوئے تھے۔
جب کہ یہ سراسر باطل و بے بنیاد اور شریعت پر افترا ہے۔ اسی لیے ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی رقمطراز ہیں:۔

”بیسویں صدی کا ربعِ اول بڑا طوفانی گزرا ہے، آئے دن کوئی نہ کوئی تحریک ضرور وجود پذیر ہوتی تھی۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہندو مسلم اتحاد، تحریک ریشمی رومال اور تحریک کھدر، اسی جذباتی دور کی یادگاریں ہیں ۔ ان تمام تحریکوں میں کانگریسی علما یعنی علمائے دیوبند اور ابن الوقت مسلم عمائدین پیش پیش تھے۔ اور اب وقت اور حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ علما و عمائدین نہ کامل اسلامی شعور رکھتے تھے اور نہ اسلامی شعائر سے انہیں کوئی خاص دل چسپی تھی، ان کو تو وقت کے گرم توے پر صرف اپنی روٹی سینکنی تھی اور جھوٹی شہرت مطلوب تھی“۔

(اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور، مرتب ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی)

اجمیر شریف کے اوقاف کے تحفظ کی تحریک:۔

ایک بار ہندوستان کی گورنمنٹ نے سرکار اعظم سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی درگاہ شریف کے امور کو دیوبندیوں کے حوالہ کر دیا، جمیعۃ العلما دیوبند کا اس پر قبضہ ہو گیا، ان بد مذہبوں کو تو دین دھرم سے کچھ مطلب نہیں ہے، خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ نہیں ہے، اس لیے وقف کی زمین میں خورد برد شروع کر دیا اور کچھ زمین کو فروخت بھی کر دیا، پھر کیا تھا، حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی دینی حمیت اور سیاسی بصیرت جوش میں آئی اور آپ نے پریڈ گراؤنڈ جامع مسجد دہلی میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیرِ اہتمام ۷/۸/۹/ دسمبر ۱۹۶۱ء کو کل ہند

سنی اوقاف کانفرنس کروائی۔اس میں آپ نے ایک وقیع خطبہ" صدارت قوموں کی تاریخ میں اوقاف کی اہمیت" کے عنوان سے دیا تھا۔وہ خطبہ بقول نازش صحافت مولانا مبارک حسین مصباحی اس طرح ہے۔"اتنا وقیع ،معلوماتی ،تاریخی ، فکری ،فکر انگیز اور پر کشش ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے، اس کے مدلل پیرایۂ بیان کی دل کشی ورق الٹنے والے کا ہاتھ تھام لیتی ہے"۔

اس دل آویز اور فکر انگیز خطبہ کی عبارت تو ہم بعد میں نذرِ قارئین کریں گے، پہلے اس عظیم کانفرنس کے منعقد کرنے کی بنیادی وجہ کیا تھی اسے مولانا عبد الوحید مصباحی ، ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ، کدورہ ،ضلع جالون کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔رقمطراز ہیں:۔

"دیوبندی قوم، جو مزارات پر چادر، پھول، نذرو نیاز، عرس وفاتحہ کو ناجائز کہتی ہے، لیکن جب اسے مزاروں سے کھانے کا ذریعہ نکل آتا ہے تو سب کچھ جائز ہو جاتا ہے، اس کا حال اس مکار لومڑی کی طرح ہے، جس کو نہ ملے تو کھٹا بتائے، جب تک مزارات کے چادر و پھول سے محرومی رہی تو شرک و بدعت کا فتویٰ اور جب قبضہ ہو گیا تو سب جائز و مستحسن۔حالانکہ جتنے مزارات ہیں اور مزارات میں وقف کردہ ہزاروں زمینیں ہیں، ان سب کے صحیح مستحق بریلوی حضرات ہیں، لیکن ہم سنیوں کی غفلت و لاپرواہی کہ ہم خواب خرگوش میں مست رہے۔اور مزاروں اور ان کی اراضی پر غیر قابض ہو گئے۔حضرت برہانِ ملت کے زمانے میں جب درگاہ اجمیر شریف میں دیوبندیوں کا قبضہ ہو گیا، اور گورنمنٹ نے جمیعۃ العلما نامی تنظیم کے زیرِ اختیار درگاہ اجمیر شریف کے امور کو سونپ دیا اور انہوں نے اپنی خباثتوں کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں زیرِ تعلیم کچھ

دیو بندی طلبہ نے رات کے سناٹے میں مزارِ خواجہ پر غلاظت پھینک دی، جس پر بڑا ہنگامہ ہوا، لیکن اس وقت کی درگاہ کمیٹی نے اپنا اثر استعمال کر کے اندر ہی اندر دبا دیا۔ اور بھی درگاہ شریف میں طرح طرح کی بدتمیزیاں شروع کر دیں۔ وقف کردہ زمین میں خورد برد کرنا شروع کر دیا، وقف شدہ زمین کا کچھ حصہ فروخت کر دیا۔ کچھ حصہ پر بلا ضرورت پاخانے تعمیر کرا دیئے اور کچھ جگہ یوں ہی بلا ضرورت خالی رہنے دی۔ حضرت برہان ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کب برداشت کرنے والے تھے، آپ نے صدائے احتجاج بلند کی، دہلی میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کر کے اس میں تاریخی خطبہ دیا، جس سے حکومت کے ہوش اڑ گئے اور حکومت کو مجبوراً اپنا فیصلہ بدلنا پڑا اور اہلِ سنت و جماعت کا درگاہ اجمیر شریف اور دوسری درگاہوں میں بول بالا ہوا"۔

تحریک تحفظ اوقاف اور دہلی کانفرنس کے پیش منظر و پس منظر کو ملاحظہ کر لینے کے بعد آیئے، اس کامیاب خطبۂ صدارت کے چند اقتباسات کو ذہن نشیں کریں:

"حضرات! سنی اوقاف کا مسئلہ اگرچہ ہماری زندگی کے بہت سے مسائل کا ایک جز ہے، لیکن اپنی جگہ یہ اتنا اہم ہے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔

ہمارا کیس سمجھ لینے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ کہ قوموں کی تاریخ میں اوقاف کی کیا اہمیت ہے؟ اوقاف دراصل کسی قوم کے اسلاف کی دریا دلی، خوش حال ماضی اور مذہبی امنگوں کی روشن یادگار ہوتے ہیں۔ پس جو لوگ ان اوقاف پر اپنی اجارہ داری قائم کر کے ان مین بیجا تصرف کرتے ہیں، وہ نہ صرف

اس قوم کے مستقبل کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ انہیں ایک ایسے حق سے محروم کر دیتے ہیں، جو انہیں کے لیے مخصوص تھا، بلکہ وہ ان کے اسلاف کی ہر عظمت اور نیک نام زندگی پر پردہ ڈال کر ان کے شاندار ماضی کو بھی مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے لوگ دنیا کے بدترین اخلاقی مجرم ہیں، جن کی دست درازیوں سے قوموں کا نہ ماضی محفوظ رہتا ہے، نہ مستقبل۔ اجتماعی وتمدنی نقطۂ نظر سے اوقاف کی بہت اہمیت ہے۔ وہ یہ کہ اوقاف کسی بھی قوم کا مشترک سرمایہ ہے، جس کے ذریعہ اس قوم کی ملی اور جماعتی آثار کا تحفظ ہوتا ہے۔ اور قوم اپنے تہذیبی امتیازات کے ساتھ دنیا میں زندہ رہتی ہے۔ پس اوقاف کی تباہی سے نہ صرف قدیم عمارتوں، نفع بخش آبادیوں اور زرخیز اراضی کا وجود جغرافیائی سطح سے مٹ جاتا ہے، بلکہ وہ قوم اپنے شاندار ماضی سے بے تعلق ہو کر مستقبل میں اپنا امتیازی وجود کھو بیٹھتی ہے، لہٰذا سنی اوقاف کے تحفظ کی، جو عظیم الشان مہم لے کر آگے بڑھ رہے ہیں، اس کے متعلق یہ سوچنا انتہائی لغو ہوگا کہ خدانہ کرے کہ اس کے پس منظر میں کوئی مادی خواہش کارفرما ہے، بلکہ دراصل اس جذبہ کا محرک اپنے پرجلال ماضی سے مربوط ہو کر مستقبل میں اپنے امتیازی وجود کے ساتھ زندہ رہنے کی ایک ایسی خواہش ہے، جسے ہم اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ عقل وانصاف کی کوئی عدالت ہمیں اس جائز حق سے محروم نہیں کر سکتی۔

حضرات! سنی اوقاف کا تحفظ ہم پر صرف اس لیے واجب نہیں کہ اس کی حمایت میں ہم تجویزیں پاس کر رہے ہیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ بالفرض ہماری دستوری تنظیم ٹوٹ جائے، تحریک کے سارے نقشے ذہن سے مٹ جائیں اور تجویز کی کاپیاں آندھیوں اور سیلابوں کی نذر ہو جائیں، جب بھی اسلام

کا اجتماعی قانون ہمیں چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔ وہ ہم سے مطالبہ کرے گا کہ سنی اوقاف کا تحفظ ایک عبادت اور دینی حق بھی ہے۔ حق کی امداد کسی دستوری نظام پر موقوف نہیں۔ تم اکیلے اٹھو اور نتائج سے بے نیاز ہو کر حق کی حمایت کے لیے سپر بن جاؤ۔

قرآن مجید میں ہے، " اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (سورۂ نساء۔۵۸) (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان لوگوں کے حوالے کر دو، جو ان کے اہل ہیں)۔ ظاہر ہے کہ اوقاف بھی امانت خداوندی ہیں، جن کا نا اہلوں کے ہاتھوں دینا قطعاً منشائے الٰہی کے خلاف ہے۔

حضرات! مجھے کہنے دیا جائے، جو لوگ اقتدار کی خواہش میں اپنے مذہب کا خون کر سکتے ہیں، وہ دوسروں کے جذبات کا کیا احترام کر سکیں گے، جو لوگ مادی اعزاز کے لیے اپنا ضمیر بیچ سکتے ہیں، وہ اگر ملت کی آبرو، کعبہ کا غلاف، مزار کی چادر، مسجد کا فرش، گنبد کا کلس، قبرستان کی ہڈیاں بیچ دیں تو کیا تعجب ہے، اس دور فتنہ پرور میں جب کہ ہر طرف آدمیت کا فقدان ہے، بہت ممکن ہے، ایسے فن کار لوگ ملک خدا کی سربراہی میں بھی کچھ دنوں کے لیے حصہ دار بننا چاہیں اور ان کا یہ عیب تحسین کی نظر سے دیکھا جائے۔ لیکن اسلام میں اس فن کو بڑی ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے،

حضرات! ہندوستان میں شیعہ اور اہلِ حدیث اوقاف کو مستثنیٰ کر کے اہل سنت کے قدیم و جدید اوقاف کو مندرجہ ذیل شعبوں پر تقسیم کیا جائے (۱) درگاہ (۲) مساجد (۳) مقابر (۴) مدارس (۵) رفاہِ عام۔ درگاہوں کے ذیل میں وہ سارے روحانی مراکز آجاتے ہیں، جہاں کسی بزرگ کا مزار یا اس سے ملحق کوئی مسجد یا خانقاہ

یا کسی طرح کی یادگار رہے، مقابر کی تشریح میں عام قبرستان ہیں۔ سنی سلاطین اور فرمارواؤں کی قبریں یونہی جو علمی، مذہبی اور تاریخی یادگاریں آثارِ قدیمہ کی حیثیت سے براہِ راست حکومت کی نگرانی میں ہیں، وہ فی الوقت ہمارے موضوع بحث سے خارج ہیں"

یہ تھا حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کا تحفظ اوقاف سے متعلق دہلی کانفرنس کا خطبۂ صدارت، جو ان نکتہ آفرینیوں پر مشتمل ہے، جن کی طرف بڑے بڑے ادباء کا ذہن نہ جائے۔ خاص طور پر خط کشیدہ عبارت پر بار بار اپنی نظر مرکوز کیجئے تو پیرایۂ بیان کی دلکشی اور فکر انگیزی ضرور مسحور کرتی نظر آئے گی۔

تحریک پاکستان میں حصہ: ہندوستان کی آزادی کی تحریک زوروں پر تھی، اس وقت ایک اور تحریک مسلم لیگ کے نام سے منصۂ شہود پر آئی، جس کا نعرہ تھا مسلمانوں کا ایک الگ ملک ہونا چاہیئے۔ اس تحریک کا سربراہ محمد علی جناح تھا۔ سنیوں میں سیاسۃً دو گروہ ہو گئے تھے، ایک گروہ جس میں حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان وغیرہ تھے، ان کا کہنا تھا کہ مسلمان اپنا وطن چھوڑ کر نہ جائیں، ہماری مساجد و مدارس اور مزارات و قبرستان کی حفاظت کون کرے گا، دوسرا گروہ تحریک پاکستان کا حمایتی تھا۔ اس میں حضرت صدر الافاضل اور حضور برہانِ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان تھے۔ دونوں فریق کے پاس اپنے اپنے دلائل تھے۔

تحریک پاکستان میں شمولیت کے تعلق سے حضور برہانِ ملت خود رقمطراز ہیں:

"فقیر نے تعمیر پاکستان میں، جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لیے صوبۂ پنجاب، صوبۂ سندھ کا پورا دورہ کیا، اور اس سلسلہ میں، جو فقیر کی تقریریں ہیں، وہ ایک علٰیحدہ موضوع ہے، جو بعونہٖ تعالیٰ قلمبند ہے، مگر فقیر

اپنی شہرت کا نہ کبھی طالب ہوا، نہ اس کی اشاعت ضروری سمجھی، مسٹر جناح کے ایک شکریہ کا خط بھی محفوظ ہے" (اکرام امام احمد رضا ص ۱۱۸)

اور پروفیسر مسعود احمد پاکستان "اکرام امام احمد رضا" کے آغاز میں حضور برہانِ ملت کے تعارف کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

"۱۹۴۰ء میں قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد ملک کے طول وعرض میں دورے کیے، سرحد پنجاب، سندھ میں تقریریں کیں اور پاکستان کے لیے سخت جدوجہد کی، محمد علی جناح نے آپ کی کوششوں کو سراہا اور شکریہ کا خط تحریر فرمایا"۔

زبدۃ الاتقیا مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب چریاکوٹ رقمطراز ہیں:

"حضرت صدر الافاضل اور حضور برہانِ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان سیاسی بصیرت اور اثر ورسوخ کے اعتبار سے نمایاں تھے، آپ دونوں ہی پاکستان کے مؤید تھے، لیکن پاکستان کے بننے کے بعد سے، اس کے حالات سے نالاں تھے، اور کبھی وہاں رہنے کی خواہش نہیں کی، یوں سمجھئے کبھی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، اپنے ملک ہندوستان ہی کے قانون کے مؤید رہے"۔

اور مولانا عبدالوحید مصباحی کی درج ذیل تحریر سے بھی اس پر خاصی روشنی پڑتی ہے،

"سرکار برہانِ ملت نے مسلم لیگ کے لیے اس وقت کام کیا جب شہر جبل پور اور اطراف واکناف کے لوگ اس تنظیم سے ناواقف تھے، اور جو لوگ واقف بھی تھے تو وہ حضرات اس میں اپنی شمولیت پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس سے علیحدہ ہی رہنا چاہتے تھے۔ حضرت نے مسلم لیگ کے جماعتی نظام اور اس کی سماجی خدمات سے لوگوں کو واقف کرایا، پھر دھیرے دھیرے لوگوں کو اس کا ابتدائی ممبر بنایا، اس طرح سے بہت سے لوگ مسلم لیگ سے جڑ گئے اور اس کے عروج و

ارتقا کے لیے کوشش ومحنت کرنے لگے۔آپ کی خدمات اور کارہائے نمایاں کو دیکھ کر محمد علی جناح نے جبل پور میں پچاس ہزار کے ایک مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے ،آپ کی بہت تعریف وتوصیف کی ، آپ کی خدمات کو سراہا اور اقرار و اعتراف کیا کہ حضرت مولانا صاحب نے ہم پر احسانِ عظیم فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں مسلم لیگ کی محبت واہمیت پیدا کردی اور جبل پور سے جانے کے بعد آپ کے نام ایک طویل خط تحریر کیا، جس میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا اور شکریہ کے الفاظ دہرائے"۔

الیکشن کے سلسلے میں دقت نظر:۔

آزادی کی لہر زوروں پر تھی اور ہندوستانیوں کو پورا وثوق ہو گیا کہ اب آزادی مل کر رہے گی۔اب سوال یہ ہے کہ انتخابات (الیکشن) ہندو مسلم ملا کر مخلوط طریقے پر ہوں یا جداگانہ۔ ۱۹۲۹ء میں گول میز کانفرنس کے بعد لیڈروں کے یہاں یہ مسئلہ نہایت کشمکش ہو گیا۔مسلمان یہ فیصلہ نہیں کر پارہے تھے کہ آخر کیا کرنا چاہیئے ،کون سی صورت بہتر ہے، حالات نہایت سنگین تھے، ایسے کشمکش حالات میں ایک قائد کی بصیرت کا اندازہ لگایا جاتا ہے، حضور برہانِ ملت واقعی صحیح قائد تھے، علمی ،فقہی ،سماجی بصیرت کے ساتھ سیاسی تدبر بھی رکھتے تھے،آپ نے بروقت اپنی فکر وتدبر کو بروئے کار لایا اور ملت کو ایسا مستحکم مشورہ دیا کہ سب کا خلجان دور ہو گیا اور سب مطمئن ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ ہندو مسلم مشترکہ ووٹ وانتخاب سے مسلمانوں کا نقصان ہی نقصان ہے، کسی طرح فائدہ نہیں اور کامیابی کا سہرا غیروں کے ہاتھ چلا جائے گا ، لہٰذا مسلمان جداگانہ انتخاب سے کام لیں اور اپنا مسلم قائد پارلیامنٹ میں بھیجیں۔کاش آزادی کے بعد بھی مسلم قائدین حضرت کے اس فارمولے کو اپنا لیے ہوتے تو آج مسلمان جس سیاسی بحران سے دو چار ہیں

شاید نہ ہوتے۔

ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے جو آپ نے مایہ ناز اور تاریخی خطبہ دیا، وہ آج بھی ہمارے دلوں کو جھنجھوڑتا ہے۔ ملاحظہ ہو،

”میں آپ حضرات کو بتانا چاہتا ہوں کہ انتخاب جداگانہ کسے کہتے ہیں، یعنی ہر جگہ سے مسلمان اپنی مقدار کے لحاظ سے اور ہندو اپنی تعداد کے لحاظ سے اپنا اپنا نمائندہ منتخب کر کے کونسل اور اسمبلی میں بھیجیں۔ یہی انتخاب جداگانہ ہوا۔ ہندو چاہتے ہیں کہ انتخاب مخلوط ہو، یعنی تمام ہندو مسلمان مل کر نمائندہ چن کر بھیجیں، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، حقیقت امر یہ ہے کہ انتخاب جداگانہ ہی کے ذریعہ ہم اپنا نمائندہ بھیج سکتے ہیں، تعجب اس امر کا ہے کہ انتخاب کے مسئلہ میں ہندوؤں کو کیوں ضد ہے، آخر اس وقت تک انتخاب جداگانہ ہو تو انہیں اس میں کیا نقصان پہنچ رہا ہے، کونسلوں میں ان کی تعداد کے لحاظ سے ممبر زیادہ، ملازمتوں اور بڑے بڑے عہدوں پر بھی وہ، تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے باوجود جداگانہ انتخاب کا ایسا ہوّا ان میں ہے کہ ایک چیز بھی وہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں دیکھ سکتے“۔

”عزیزانِ ملت! آپ کو معلوم ہونا چاہئیے کہ ہندوستان کے تمام صوبوں میں صرف بنگال اور پنجاب وہ صوبے ہیں، جن میں علی الترتیب ۵۱ اور ۵۵ فیصدی مسلم آبادی ہے۔ باقی صوبوں میں کم وبیش ۵ سے ۱۵ فیصدی آبادی مسلمانوں کی ہے، اور بقیہ غیر مسلموں کی، ان صوبوں میں پانچ، سات یا پندرہ فیصدی مسلمان اگر اپنا نمائندہ کسی خالص، ہمدرد مسلمان کو بھیجنا چاہیں اور ہندو اسے اپنے مفاد کے خلاف سمجھ کر کسی اپنے ہمنوا، زرخرید، ملت فروش، ہندو پرست کو بھیجنا چاہیں تو آپ کے پانچ سات فیصدی ووٹ کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور وہ ۹۰، ۹۳، ۸۵ فیصدی

ووٹ سے اپنے مطلب کے نمائندہ کو کونسل بھیجنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔اب انصاف سے کہیئے کہ مخلوط انتخاب کا یہ نمائندہ آپ کا ہوگا یا ہندؤوں کا؟ آپ کا کام کرے گا یا ان کا؟؟"۔

مسلم پرسنل لا کی تبدیلی کے خلاف آواز:۔ آج سے ہجری کے اعتبار سے ۵۰ سال قبل ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں اندرا گاندھی کے دورِ حکومت میں مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی بیجا کوشش کی گئی اور اس وقت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے بھی اپنے ایک بیان میں کہا کہ حکومت مسلم پرسنل لا میں اس لیے مداخلت کرنا چاہتی ہے کہ خود مسلمان ہی اس میں ترمیم وتبدیل کے طالب ہیں جیسا کہ بعد میں عملی طور پر بھی گورنمنٹ نے اس میں مداخلت کردی، احکام شرعیہ میں تحریف کردی اور شاہ بانو کیس کے مسئلہ میں سپریم کورٹ کے ججوں نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ قرآن مقدس کے فرمان کے خلاف اپنا فیصلہ سنا دیا، یہ وہ وقت تھا کہ جب بڑے بڑے مفکر و مدبر و سیاست داں اور قوم وملت کے غمخوار خاموش تماشائی بنے تھے، اس وقت حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی ایمانی غیرت اور صدیقی خون نے اپنا جلوہ دکھایا آپ نے تحریر وتقریر، اجتماع وجلوس اور جلسہ و تقریر ہر طرح سے قوم مسلم کے علما وواعظین ومبلغین کی حرارت ایمانی کو گرمایا اور ماحول بنایا، اربابِ حکومت کو مسئلہ کی نزاکت سے آگاہ کیا وزیرِ قانون مسٹر گوکھلے اور وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو خط لکھے ان کو مسئلہ سے آگاہ کیا ساتھ ہی تنبیہ فرمائی کہ اگر یہ قانون واپس نہ لیا گیا تو پھر ہندوستان میں خون کی ہولی کھیلی جائے گی، وہ انقلاب آئے گا کہ حکومت کے بس کی بات نہیں کہ اس پر قابو پا سکے، آپ کی محنت شاقہ سعی واخلاص اور للّٰہیت کا نتیجہ تھا کہ حکومتِ ہند کو اپنا فیصلہ واپس

لینا پڑا سپریم کورٹ کے ججوں کو شریعتِ اسلامیہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنا پڑے اور انہیں اپنی غلطی تسلیم کرنا پڑی۔ اس موقع پر آپ کی شجاعت و بہادری، حقیقت گوئی اور خدمات کو دیکھ کر حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کو بہت بہت دعاؤں سے نوازا اور ایک مخلوط جلسہ میں اپنے موقف کی وضاحت کے لیے شرکت کی اجازت دی اب اجمال کے ساتھ آپ کی خدمات کو آپ ہی کی زبانی پڑھیں اور سبق حاصل کریں، پرائم منسٹر مسز اندرا گاندھی کے نام آپ کا خط۔

"بجناب فخرِ ہندوستان مسز اندرا گاندھی صاحبہ وزیر اعظم ہند۔

اخبارِ سیاست کانپور نے ۲۲ر فروری ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں لکھا ہے کہ آپ نے ممبئی کی ایک پریس کانفرنس میں مسلم پرسنل لا کے متعلق کہا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے ترقی پسند اور نوجوان مسلمان مسلم پرسنل لا کی اصلاح کے طالب ہیں میں اس سلسلے میں آپ کو اس احتجاجی مراسلہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو میں نے ایک مفتی اور اسلامی شریعت کے قانون کے ذمہ دار اور جماعت رضائے مصطفیٰ (مرکز بریلی) کے صدر کی حیثیت سے وزیر قانون مسٹر گوکھلے کے نام ۱۳ر جنوری ۱۹۷۲ء کو لکھا اور اس کی نقل فوری کارروائی کے لیے آپ کو روانہ کی اور آپ کے دفتر سے جواب بھی آ گیا امید ہے کہ مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں آپ سنجیدگی سے منصفانہ غور کریں گی، پرائم منسٹر صاحبہ میں آپ کو غیر مبہم الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس ترقی پسند ہندوستان کے نوجوان نام کے مسلمانوں نے مسلم پرسنل لا میں اصلاح کا مطالبہ کیا وہ اسلام اور شریعت قرآن شریف کے قانون کی رو سے مسلمان نہیں اس لیے کہ انہوں نے خدا کے مقرر کیے ہوئے قرآنی حکم اور اسلامی قانون (FUNDAMENTAL LAW) کو چیلنج کیا اس سے بغاوت کی

مسلمان کا ایمان (Faith) ہے کہ قرآن کے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کبھی نہیں ہوسکتی اور اس میں اصلاح کے نام سے مداخلت کی نہ اجازت دی جاسکتی ہے نہ اسے برداشت کیا جاسکتا ہے (آخر میں آپ نے کہا ہے) اس قسم کی اصلاح مسلم برادری پر زبردستی مسلط نہیں کی جائے گی، میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی گورنمنٹ اس پر مضبوطی سے عمل کرے گی اور نام کے مسلم نوجوانوں کی کسی بھی غیر اسلامی درخواست اور ان کے جاہلانہ، آزادانہ اسلام سے باغیانہ مطالبہ کو سبب بنا کر ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے خالص اسلامی مذہبی معاملات میں بیجا مداخلت کر کے اپنی نیک نامی اور ہندوستان کی سیکولر حکومت کو داغدار و بدنام نہ کریں گی۔

آپ کا مخلص خیر اندیش محمد برہان الحق صدر جماعت رضائے مصطفیٰ جبل پور، (مرکز بریلی)

وزیر قانون گوکھلے کے نام خط:۔ نیز آپ نے ایک خط اس وقت کے وزیرِ قانون مسٹر گوکھلے کے نام بھی لکھا جس میں اس کی بہانہ بازی اور بد نیتی پر سخت گرفت فرمائی اور نام نہاد مسلمانوں کی قلعی چاک کردی اس خط کی فوٹو کاپی پرائم منسٹر اندرا گاندھی کے علاوہ مسلم ممبران پارلیامنٹ، اخبار سیاست جدید کانپور، صدر آل انڈیا سنی جمیعت العلما سید العلما حضرت مولانا سید آلِ مصطفیٰ صاحب اور دیگر مقررین کو بھیجیں تا کہ وہ اپنی تقریروں میں اس مسئلہ کو عوام کے سامنے بیان کر کے ان کی صحیح رہنمائی کریں نیز حکوت ہند کی بد دیانتی سے بھی آگاہ کریں۔

آپ نے وزیرِ قانون مسٹر گوکھلے کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا

بجناب وزیرِ قانون ہند مسٹر گو کھلے صاحب

جنابِ من ! اخبار سیاست جدید کانپور ۱۶ / جنوری ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ سیمینار میں جو اسلامی پرسنل لا اور جدید ہندوستان کے عنوان سے ۱۴ / جنوری ۱۹۷۲ء کو منعقد ہوا، اس میں آپ نے تقریر صدارت میں فرمایا مسلم پرسنل لا کے اندر اصلاح خود مسلم برادری کی جانب سے تبدیلی کی فرمائش کے سبب کبھی نہ کبھی کی جائے گی ، اور آپ نے کہا جہاں مسلم پرسنل لا کے اصلاح کے شعور و احساس کی تخلیق کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے اور اس اصلاح کی فرمائش اور مطالبہ خود مسلمان کی طرف سے ہونا چاہیئے، اس سلسلہ میں ایک مفتی اور قانون شریعت اسلامیہ کے حامل

Ohhilial Expainder of the Islamic Religious law

اور خالص مذہبی جماعت رضائے مصطفیٰ (مرکز بریلی) کے صدر کی حیثیت سے نہایت خلوص کے ساتھ آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ مسلم پرسنل لا مسلمانوں کا خصوصی مذہبی اسلامی قانون قرآن مجید کا مقرر کیا ہوا مکمل قانون ہے، جس کے متعلق قرآن عظیم کا فرمان ہے ۔ " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ " میں نے آج تمہارے لیے دین اسلام (پرسنل لا) کو مکمل کر دیا۔

This day have I perfected your Religious

Explaination

The lastverse revealed chronologically marking the approaching end of Mustafa's ministry in this earthy life.

جناب من! یہ تیرہ سو اکانوے ۱۳۹۱ برس کا مستحکم و مکمل قانون تمام دنیا کے مسلمانوں کا ناقابلِ ترمیم دستور العمل ہے اور رہے گا اس میں کسی ملک یا کسی حکومت یا قوم کے لحاظ سے کسی طرح کی ادنیٰ سی تبدیلی یا اصلاح کی نہ کوئی حاجت ہے نہ گنجائش۔

محترم وزیر قانون صاحب! اپنی تقریر میں آپ نے ابھارا ہے کہ مسلمان آپ سے جدید ہندوستان کے ماحول کے مطابق اصلاحی تبدیلی کی فرمائش کریں، اس پر اتنی گزارش ہے کہ جو مسلمان ہوگا وہ کبھی ایسی غیر اسلامی درخواست نہیں کرسکتا۔ اسلام اور شریعت کے مکمل و مقرر قرآنی قانون مسلم پرسنل لا میں تبدیلی واصلاح وترمیم کی کوشش یا درخواست کرنے والا نام کا مسلمان ہے، قرآن کریم کے حکم اور قانون اسلام کی رو سے مسلمان نہیں، قرآن شریف کا حکم ہے کہ " وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ " (پ ۶، سورہ مائدہ۔ آیت۔ ۴۵) جس نے اللہ کے اتارے (بنائے) ہوئے حکم کو نہ مانا وہ مسلمان نہیں)۔ ایسے نام کے مسلمان کی ناجائز، فاسد بوگس درخواست اور فرمائش پر آپ کی گورنمنٹ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے دین اسلام اور شریعت کے معاملہ میں مداخلت نہ کرے گی اور مسلمانوں کے امن میں خلل نہ ڈالے گی۔ مسلم پرسنل لا نہ حکومت کی سیاست میں دخل انداز ہے، نہ ہندوستان کے دوسرے مذہب اور فرقہ والوں کے مذہبی، معاشرتی معاملات میں حائل ہے، مسلمان ہمیشہ جدید ہندوستان کے وفادار ہیں لیکن مذہب اور دین اسلام کے خصوصی معاملہ مسلم پرسنل لا میں کسی کی ادنیٰ سی مداخلت برداشت نہ کریں گے۔

محترم وزیر قانون صاحب! مسلمانوں کو امید ہے کہ گورنمنٹ اپنی سیکولر

پالیسی کے خلاف ایسے مذہبی اسلامی خصوصی مسائل میں مداخلت کر کے ہندوستان میں نیا مسئلہ پیدا نہ کرے گی اور بعض آزاد خیال اسلام سے بیگانے، نام کے مسلمان مردوں وعورتوں کے غیر اسلامی خیالات کی حوصلہ افزائی کر کے کروڑوں پابند مسلمانوں کے صحیح اسلامی جذبات کو مجروح نہ کرے گی اور اگر مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ کیا گیا، مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی گئ تو ہم مسلمان خاموش نہ بیٹھیں گے، بلکہ مسلمان اپنے اسلاف کے کارناموں کو دہرائے گا۔

آپ کا مخلص خیر اندیش

محمد برہان الحق عفی عنہ

صدر جماعت رضائے مصطفیٰ (مرکز بریلی) جبل پور

حضرت اقدس نے خطوط لکھ کر ارباب حکومت کو متوجہ کیا معاملہ کی سنگینی اور مسئلہ کی اہمیت سے آگاہ کیا، تنبیہ فرمائی کہ عقل وہوش سے کام لیں ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ حضرت نے ارباب حکومت کے ساتھ ہی ساتھ عوام میں ماحول سازی کے لئے بیحد جدو جہد اور محنت ومشقت کی، مسلم پرسنل لا میں مداخلت کے خلاف آواز بلند کی احتجاجی کانفرنسیں اور جلسہ وجلوس منعقد کرائے اور خود آپ نے یو پی، ایم پی، راجستھان، ومہاراشٹرا وغیرہ دور دراز علاقوں کا سفر طے کیا آپ نے مسلم پرسنل لا میں مداخلت کے خلاف اس وقت تحریک چلائی جب ساری تنظیمیں خاموش تھیں جو آج مسلم پرسنل لا کی کرسی صدارت پر بیٹھ کر عزت وشہرت کمار ہے ہیں اور اپنی روٹیاں سینک رہے ہیں، اس وقت کسی کی زبان نہ کھلی کسی کو قانونِ اسلام کے تحفظ کی نہ سوجھی، کوئی جلسہ نہ کیا، کوئی دھرنا نہ دیا، آپ ہی ایک مرد مجاہد تھے کہ اپنی جان کی بازی لگا کر میدان میں کود گئے۔ اخبارات کے ذریعہ حکومت کی بددیانتی کو

طشت از بام کیا، علما و عوام کو جھنجھوڑا غیرت ایمانی کو جوش دلایا، آپ کے اس قومی وملی درد کو علما و عوام سبھی نے محسوس کیا اور آپ کی آواز پر پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے لبیک کہا اخبارات میں آپ کے بیانات کو اول صفحات میں جلی سرخیوں میں شائع کیا جاتا۔ خطباء ومقررین آپ کے بیانات کو تقریروں میں دہراتے اور بیان کرتے اس طرح پورے ہندوستان میں مسلم پرسنل لا میں مداخلت کے خلاف کہرام مچ گیا۔

بالآخر حکومت کو اپنا فیصلہ بدلنا اپنا کالا قانون واپس لینا پڑا، سپریم کورٹ کے ججوں کو اسلامی قانون کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

جب سب کچھ ہو چکا تب دیوبندی برادری بیدار ہوئی اور سوچا کہ انگلی کٹا کر دیش کے شہیدوں میں نام لکھا لیا جائے، آپسی مشورہ کے بعد اعلان کیا کہ فلاں تاریخ میں مسلم پرسنل لا میں مداخلت کے خلاف احتجاجی کانفرنس ہے حضرت کے پاس بھی ایک دعوتی خط بھیجا، اور شرکت کے لئے بہت زور دیا لیکن آپ نے بیماری کا عذر پیش کر دیا اور ان کے اجلاس میں شرکت مناسب نہ جانی کیونکہ وہاں وہی سب لوگ تھے، آپ اپنے اس فیصلہ پر اٹل ہی تھے کہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند نے آپ کو شرکت کیلئے اجازت دی، حضرت محمود ملت سے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بالا گھاٹ کے سفر کے موقع پر اس کانفرنس میں شرکت یا عدم شرکت کے تعلق سے استفسار کیا جواباً حضرت مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ان کو جانا چاہیئے، کوئی جائے یا نہ جائے کیوں کہ اس مسئلہ میں پہلا احتجاج انہیں نے کیا ہے۔ لہٰذا ان کا جانا ضروری ہے، حضرت کے فرمان پر شہزادۂ برہانِ ملت محمود میاں نے عرض کیا، حضور وہاں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ ہوں گے۔ فرمایا آخر اسمبلیوں اور پارلیامنٹ میں

مخالف اور موافق سب کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے یا نہیں؟ اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے اور انہیں ضرور جانا چاہیئے، سرکار مفتی اعظم ہند کے فرمان کے بعد حضور برہانِ ملت نے شرکت تو کی لیکن ان کی انتظام کردہ جگہ میں نہ تو قیام فرمایا اور نہ ہی ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہوئے۔(اس کی قدرے تفصیل کسی دوسرے مقام پر ملے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ)

۱۹۳۶ء میں انڈیا گورنمنٹ نے یہ قانون پاس کیا کہ کوئی بھی شخص اپنی عمر کے سولہ سال سے کم میں شادی نہیں کرسکتا۔بعض مقامات کے کم پڑھے لکھے لوگوں نے اس کا معنی یہ سمجھ لیا کہ آج سے ۱۶؍سال تک کوئی آدمی شادی نہیں کر سکتا، لہٰذا ان لوگوں نے اپنے بچے بچیوں کی جلدی جلدی شادی کرنی شروع کردی، اس وقت لوگوں کا عجیب حال ہو گیا تھا، ہر طرف افراتفری تھی، مگر اس وقت بھی علمائے اہلِ سنت نے تحریک جماعت رضائے مصطفٰی کے بینر تلے کافی احتجاج کیا، اسی طرح جبل پور کی میونسپل کمیٹی نے شادیوں کو رجسٹرڈ کرانے کا کالا قانون پاس کرلیا رجسٹرڈ نہ کرانے کی صورت میں مسلمانوں پر مقدمہ چلایا جانا اور پچاس روپئے تک جرمانہ ادا کرنا ضروری قرار دیا، اس کے خلاف حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے سخت نوٹس لی، سخت احتجاج کیا۔ ۳۱؍جولائی ۱۹۳۶ء کو اس کالے قانون کو جبل پور میونسپل کمیٹی نے پاس کیا تھا اور ۱۵؍اگست ۱۹۳۶ء بروز شنبہ نو بجے شب کو حضرت موصوف نے ایک جلسۂ عام کیا۔جس میں شہر کے کافی لوگ جمع تھے۔ آپ نے اپنی عادت کریمہ کے موافق جس دلیری و بے باکی سے پر زور خطاب کیا وہ آپ ہی اور آپ جیسے دیگر شیرِ اہلِ سنت و جماعت کا حصہ ہے۔آپ کی اور تقریروں کی طرح یہ تقریر بھی زورِ استدلال، نکتہ آفرینی، سمعی اور عقلی دلائل پر

مشتمل ہے، لہٰذا اس کے بھی کچھ پیراگراف ملاحظہ کیجئے۔

"محترم حضرات! آج آپ کے جبل پور میونسپل کمیٹی کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ آپ کے خالص مذہبی اصل و ضابطہ کو اپنی ایجاد بندہ قید و بند کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنے ناجائز قانون کا پابند بنائے۔ ابھی آپ کے سامنے وہ مسودۂ قانون پیش کیا گیا اور سنا دیا گیا جس کو میونسپل نے بنایا اور پاس بھی کرالیا کہ مسلمان اور ہندو اپنے یہاں کی شادیوں کو میونسپل کمیٹی میں جا کر درج رجسٹر کرائیں اگر درج رجسٹر نہ کرایا تو ان پر کیس قائم کر کے ان پر پچاس روپیے تک جرمانہ کیا جائے گا، مانا کہ یہ قانون ہندو اور مسلم دونوں کے لئے ہے، ہندؤوں کے یہاں چونکہ ابتدا ہی سے شادیوں کے لیے وکیل ہوتے ہیں نہ شاہد، جو کچھ ہے وہ برہمن ہے اور اسی طرح ان کے یہاں شادیوں کے اندراج رجسٹر کا کوئی قاعدہ بھی نہیں ہے، اس لئے وہ شادی تو کیا اپنے تمام معاشرتی امور کے لئے میونسپل سے قوانین بنوا سکتے ہیں، آج کرسچن، پارسی، اور دیگر قومیں اگر اپنے لئے گورنمنٹ سے شادیوں کے رجسٹرڈ ہونے کا قانون پاس کرواتی ہے تو وہ اس کے لئے مجبور ہیں، ان کے مذہب نے اس موضوع کے لئے کوئی ایسا مکمل طریقۂ کار نہیں پیش کیا، جو ان کے لیے شمع راہ ہو، ان کا یہ قانون بنوانا سچ پوچھئے تو اسلام ہی کا مرہونِ منت ہے، مگر ہمارے مقدس اسلام نے نکاح کے قانون کو کس قدر مؤکد اور کیسے مستحکم اصول کے ساتھ مقرر فرما دیا کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے صریح الفاظ میں ایجاب وقبول کا ہونا انعقادِ نکاح کے لئے شرط ہے اسی کے ساتھ عرصۂ دراز سے یہ سلسلہ مقرر و متوارث ہے کہ ہر نکاح قاضی کے رجسٹر میں درج ہو، جس میں دولہا اس کے والد کا نام اور عمر، دولہن اس کے والد کا نام اور عمر، وکیل کا نام اور گواہوں کے نام مقدارِ مہر اور جن کے نام

درج ہوں، ان سب کے دستخط، جب ہمارے اسلامی قانون سے ہماری ضرورت پوری ہو رہی ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنی شرعی اسلامی آزادی کو میونسپل کمیٹی کے ناقص قانون کے سپرد کریں اور پھر جو مسلمان اس غیر ضروری قانون کے محرک ہیں یا جو اس قانون سے مسرور ہیں افسوس ان کی اس جہالت پر اور اسلام کے قانون سے ناواقفیت پر، وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم اس کی اہمیت مان کر کے دین اسلام کے ناقص اور نامکمل سمجھنے کا اعتراف اور آیتِ کریمہ،

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (پارہ۔۶۔سورہ مائدہ۔آیت۔۳) سے انحراف اور العیاذ باللہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں، ایک سچے مسلمان کا کبھی نہ یہ عقیدہ ہو سکتا ہے نہ عمل۔

غور کیجئے اور اس مجوزہ قانون کی تیسری دفعہ کے ایک ایک لفظ کو پڑھئے جس کا منشا یہ ہے کہ میونسپل حدود کے اندر جو شخص رہتا ہے اور اس کا شادی سے تعلق ہے یا اس محلے یا گلی میں رہتا ہے اس کا فرض ہوگا کہ ہر اس بات کا جواب دے جو ممبر یا آفیسر میونسپل کمیٹی دریافت کرے، میں اب آپ مسلمانوں سے نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ ہندؤوں سے اور ان تمام صاحبوں سے جو اس قانون کے حامی ہیں، دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ شادی کے بعد ایک ممبر یا آفیسر صاحب آکر آپ سے سوال کرتے ہیں کہ تمہاری لڑکی یا تمہاری بہن جس کی شادی ہوئی یا تمہاری دلہن جس کے ساتھ تمہاری شادی ہوئی یا تمہاری بہو جو تمہارے لڑکے کیلئے بیاہ کر آئی ہے اس کی عمر کیا ہے، اس کا رنگ کیا ہے، قد کتنا ہے، آنکھیں کیسی ہیں، گال کیسے ہیں، ناک کیسی ہے، موٹی تازی ہے یا دبلی پتلی ہے، لنگڑی، لولی، بہری، گونگی، کالی، اندھی تو نہیں ایمان لگتی کہو، کون متمدن انسان ہوگا خواہ ہندو ہو یا

مسلمان جوان سوالات کو سن بھی سکے، جواب تو بہت دور رہا، عزت دار اور غیرت مند شخص کی طاقت برداشت سے یہ بات باہر ہوگی، بلکہ ممبر یا آفیسر صاحب کو اپنی جان سلامت لے جانا مشکل ہوگا۔ عزیزو! یاد رکھو ہم جانتے ہیں کہ ان ممبروں کا ضمیر جس جذبہ کے تحت انہیں اس قانون کے پاس کرنے پر مجبور کر رہا ہے ہم ببانگِ دُہل اعلان کئے دیتے ہیں کہ ہم مسلمان اس قانون کی ابتدا سے انتہا تک کسی ایک کو ایک منٹ کے لئے بھی ماننے اور اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں خواہ اس کے لئے ہمیں کیسی ہی قربانی دینی پڑے (نعرۂ تکبیر) میونسپل کمیٹی کو کیا حق ہے کہ وہ کسی کے خالص مذہبی معاملات کے لئے قانون وضع کرے، ناپاک اور لچے بد معاش لوگ بازاری فاحشہ عورتوں سے دن رات حرام کاری میں مبتلا رہتے ہیں۔ آئے دن سنا جاتا ہے کوئی کسی کو اغوا کر کے لے گیا، کوئی کسی کو داشتہ بنا کر رکھا ہے، ان کے لئے کوئی قانون نہیں بنایا جاتا، میونسپل کا کام ہے پاخانوں کی نالیوں کی صفائی، سڑکوں کی درستگی، آب و ہوا اور حفظِ صحت کے انتظامات دیکھے نہ کہ مذہبی معاملات میں دخل انداز ہو، اس قانون سے مسلمانوں کے قلوب میں سخت ہیجان ہے، اگر اس کو میونسپل کمیٹی نے نہ منسوخ کیا اور لوکل گورنمنٹ نے اس کو رد کر کے اپنی انصاف پسندی کا ثبوت نہ دیا تو وہ وقت دور نہیں کہ جب مسلمان اپنے مذہبی جذبات کے زیرِ اثر نہ معلوم کیا کر گزریں گے"۔

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی اس قدر متحرک و فعال تھی کہ کبھی بے کار نہ بیٹھے، ہمیشہ دین وملت اور معاشرہ کے لیے متفکر رہتے، کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے، کبھی دارالافتا میں نظر آتے، کبھی مطب میں اور کبھی ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے میدانِ عمل میں رہتے۔

حرمین طیبین پر جب نجدیوں کی حکومت ہوئی، تو ان ظالموں نے اہلِ سنت و جماعت پر بہت مظالم ڈھائے، بربریت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اہلِ بیتِ کرام، آلِ اطہار، صحابۂ کرام اور دیگر اکابرِ ملت کی قبروں کو مسمار کیا، ان کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ ایسے موقع سے بھی آپ نے نجدیوں کے خلاف سخت احتجاج کیا، مولانا رمضان عبدالعزیز کے بقول: "حرمین طیبین پر نجدیوں کے مظالم پر احتجاجی جلسے و جلوس کیے، ان کی قیادت کی، اور اظہار غم و غصہ کے لیے ۱۹۲۵ء میں اشتہارات اور رسائل کی طباعت و اشاعت کی"۔ (تذکرہ برہانِ ملت ص ۲۲)

حج بیت اللہ: ۔ اہلِ سنت و جماعت کی قسمت کی ارجمندی ہے کہ اسے نماز، روزے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ اسلام کے پانچویں رکن حج کی بھی توفیق مل جائے، ہر ایک کی یہ دلی آرزو ہوتی ہے کہ کم از کم ایک بار اللہ عزوجل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کی زیارت ہو جائے۔ اور یہ آرزو ہونی بھی چاہیے، اس لیے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے"۔ (جامع ترمذی باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرہ)

اس طرح کے بے شمار فضائل قرآن و حدیث میں حج مبارک کے مذکور ہیں۔ انہیں فضائل سے مالا مال ہونے کے لیے حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے دو بار حج و زیارت کی۔

پہلا حج و زیارت ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء میں۔

حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کا یہ حج اپنے والدِ گرامی حضور عبدالاسلام کے

ساتھ ہوا، اس موقع سے جبل پور کے مسلمانوں نے کافی عقیدت ومحبت اور جوش و خروش کا ثبوت دیا تھا، خاص طور سے جماعت ظاہرین علی الحق کے ناظم مولانا سید عبدالکریم مرحوم اور دیگر اراکین نے شاندار طریقہ پر وداعیہ پیش کیا تھا۔ بھلا ہو ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور کے ایڈیٹر کا، اور ان پر ہزاروں رحمتیں نازل ہوں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت، ان کے خلفا، جماعت رضائے مصطفیٰ بلکہ ہر تحریک اہلِ سنت کی خبروں کو اپنے اخبار میں جگہیں دیں، آج وہ ہمارے لیے قیمتی خزانے ہیں۔ ان دونوں حاجیوں کی حج وزیارت کے لیے روانگی کے منظر کو مولانا سید عبد الکریم مرحوم کی تحریر کے حوالے سے اس اخبار نے یہ رپورٹ شائع کی ہے۔

سفرِ مبارک حجاج جبل پور

(از: جناب مولوی سید عبدالکریم صاحب، ناظم جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور)

چلا ہے سوئے طیبہ قافلہ تقدیر والوں کا
اثر ہو کچھ تو محرومانِ قسمت کے بھی ناموں کا

ہمارے شہر جبل پور کے خوش قسمت حجاج کا قافلہ مع مقدس قافلہ سالار حضرت قبلہ وکعبہ سیدنا ومرشدنا مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی حجاز مقدس روانہ ہونے والا تھا۔ اس لیے ایک جلسۂ وداعی من جانب جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور محلہ اوپرین گنج میں ۱۵ر شوال کو بعد نماز عشا منعقد ہوا۔ ان حجاج کے قافلہ سالار کے لیے بلند جگہ پر نشست گاہ بنائی گئی تھی۔ دس بجے میلاد شریف شروع ہوا۔ گیارہ بجے حضرت قبلہ وکعبہ دامت برکاتھم حاضر مجلس متبرکہ ہوئے۔

نظمیں مبارکبادی کی کہ حجاج ایسے مبارک مقدس مقامات پر تشریف

لیے جاتے ہیں اور حسرت وافسوس کہ ہم سے ایسا سایہ نہ معلوم کتنے عرصہ کے لیے چھوٹتا ہے۔ پڑھی گئیں۔ بارہ بجے کے بعد سے حضرت نے دو بجے رات تک نصائح فرمائیں۔تمام حجاج کی جماعت کی طرف سے پھول، عطر، شیرینی سے تواضع کی گئی۔

فاضل نوجوان جناب مولانا مولوی برہان الحق صاحب نے جماعت ظاہرین علی الحق کو مبلغ ۔۔۔کا عطیہ من جانب حجاج عطا کیا۔۔ ناظم جماعت نے اس متبرکہ عطیہ کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔شیرینی تقسیم ہوئی، جلسہ ساڑھے تین بجے برخاست ہوا، اس وقت تک قریب ہزار آدمیوں کا مجمع رہا، صبح ہوتے ہی حاسدین کا ایک پرچہ نظر سے گزرا، جس میں ہمارے فاضل جبل پوری دامت برکاتھم کی شان میں جتنا بن سکا مغلظات بکیں، دل کی بھڑاس نکالی، لوگوں کو ورغلایا، حق کا بول وبالا رہا۔حاسدین کا منہ کالا ہوا، ان کا تھوکا انہیں کے منہ پر گرا۔

دوسرے دن حضرت قبلہ وصاحبزادہ صاحب مسجد کوتوالی میں ڈیڑھ بجے تشریف لائے۔نماز ظہر ہوئی، نماز سے فارغ ہوتے ہی لوگ تمام حجاج سے اور حضرت سے مصافحہ معانقہ کرنے لگے۔مسجد میں کہرام مچ گیا، عجب سماں رہا، ہر سڑک پر موٹریں، فٹنیں پھولوں سے سجی ہوئی، حجاج کے لیے تیار کھڑی تھیں، خدام جماعت ظاہرین علی الحق کے سینوں پر نشان جماعت ظاہرین علی الحق لگا ہوا تھا جس میں لکھا تھا ارا کین جماعت ظاہرین علی الحق اور نیچے یہ حدیث شریف "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ" مجمع قریب پانچ ہزار آمیوں کا ہوگا، حجاج سواریوں پر تھے، تمام امیر وغریب سب پیدل نعرۂ اللہ اکبر اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ دو بج کر پانچ منٹ پر روانہ اسٹیشن ہوئے۔

فوارہ پر سیٹھ حاجی کریم نور محمد صاحب نے حضرت قبلہ اور تمام حجاج کے لیے منڈپ سجایا تھا۔ ان کے لیے سوڈا، لیمونیٹ، پان، پھول کا انتظام کیا تھا اور حضرت قبلہ صاحبزادہ مولانا برہان الحق کے سر پر زریں عمامہ باندھا اور وداعی نظمیں پڑھیں اور تمام حاضرین مجمع کے لیے برف کے عمدہ شربت، پان سے تواضع کی، سخت گرمی میں برف کے عمدہ شربت ملنے سے لوگ بہت محظوظ ہوئے، اڑھائی بجے فوارے سے جلوس بڑی شان کے ساتھ روانہ ہوا، دونوں جانب تمام دکانوں اور سڑکوں پر موافق، مخالف ہندو مسلمان حیرت سے دیکھتے تھے کہ کس شان سے یہ اہلِ حق جارہے ہیں، جماعت اہلِ سنت نے رومتی کی مسجد کے سامنے جلوس ٹھہرایا اور شربت، پان، پھول سے تواضع کی، پھر قریب تین بجے رومتی سے جلوس روانہ ہو کر اسٹیشن پر داخل ہوا۔ اسٹیشن پر مجمع اس قدر تھا کہ سیکڑوں بغیر مصافحہ کے رہ گئے، سلام تک نہ ہونے پایا، اسٹیشن جبل پور پر بھی پھول، پان، عطر سے حجاج کی تواضع جناب برکت اللہ صاحب ٹیلر ماسٹر نے کی اور برف وغیرہ کا بھی انتظام تھا، تمام بوہرے صاحبان شہر جبل پور کے اسٹیشن تک آئے تھے اور ناریل اور پھول وغیرہ نذر میں پیش کیے، عطر مثل گلاب پاش کے چھڑکاؤ کیا۔

چار بج کر ۱۵؍منٹ پر ڈاک روانہ ہوگئی، قریب آدھے میل تک ریل کی سڑک پر لوگ کھڑے ہوئے نعرۂ اللہ اکبر، السلام علیکم لگا رہے تھے، ڈاک گاڑی چلی جارہی تھی، ہم تمام کی قسمت وابستگان سلسلہ رضویہ حسرت و یاس سے دیکھتے رہ گئے اور خوش قسمت چل دیئے، بہت لوگ بھی ہمراہ چلے گئے۔ جہاں جہاں ڈاک ٹھہری، وہاں جس نے چاہا ملاقات کرکے واپس آگیا، نرسنگھ پور، گاڈرواڑہ، پپریا

سہاگ پور، اٹارسی میں بھی چائے شربت ناشتہ پھول پان سے عمدہ انتظام کے ساتھ اہلِ حق نے استقبال کیا۔ بمبئ ۱۶؍شوال منگل کے روز ۲؍بجے پہنچے۔ وہاں بھی بحمد اللہ تعالیٰ بہت اعلیٰ طور سے استقبال کیا گیا۔ حاسدین، مفسدین کا منہ کالا ہوا۔ جہاز پر حضرت دعا فرما رہے تھے، خشکی پر سب متوسلین، مریدین، معتقدین آمین کہتے جاتے تھے۔ سب کی آنکھوں سے اشک کا دریا رواں تھا، جہاز پانی میں چلا جا رہا تھا، سب خشکی پر جہاز کے سامنے حسرت و یاس سے دوڑتے جاتے تھے، آخرش دور نکل گیا، بہت بد قسمتی پر روتے ہوئے واپس آئے، خدائے تعالیٰ ایک دن جلد ایسا بھی دکھائے کہ یہ قافلہ مع الخیر واپس آئے اور اسی سرگرمی سے مسلمان استقبال کریں۔

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور، ۲۶؍جون ۱۹۲۲ء سنہ ۴۳، ج: ۵۸، ص: ۷، ۸ بحوالہ اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور ص ۹۱ تا ۹۳)

جبل پور سے روانگی:۔ آپ جب پہلی بار ۱۳۴۱ھ میں اپنے والد ماجد حضرت عبد السلام علیہ الرحمہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تو اہلِ جبل پور نے دونوں ہی بزرگوں کو نہایت ہی پُر جوش اور شاندار وداعیہ پیش کیا، روانگی کے وقت جبل پور ریلوے اسٹیشن پر اس قدر مجمع تھا کہ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا، ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ جس طرح ممکن ہو ان بزرگوں کے جدا ہونے والے قدموں سے لپٹ لے، کارکنان اسٹیشن اور انگریز عقیدت مندوں کی اتنی کثیر تعداد دیکھ کر انگشت بدنداں بت بنے کھڑے تھے، پھر جب ٹرین آئی اور دونوں بزرگ ٹرین پر سوار ہو گئے تو بعض عقیدت مند جدائی برداشت نہ کر سکے اور وہ لوگ بھی ان کے ہمراہ ٹرین پر سوار ہو گئے، جب ٹرین نرسنگ پور اسٹیشن پر پہنچی وہاں بھی عقیدت مندوں کے ایک بہت

بڑے قافلہ نے ہار و پھول کے ساتھ استقبال کے لئے اسٹیشن پر زبردست اہتمام کیا تھا۔ پورا پلیٹ فارم قالینوں کے گل بوٹوں سے گلزار بنا ہوا تھا، کرسیاں قرینے سے بچھا دی گئیں تھیں، اور کرسیوں کے سامنے میزوں پر ہار و پھول رکھے ہوئے تھے، عقیدت مند حضرات نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ دونوں بزرگوں کو نیچے اتار کر لائے۔ ہار پھول ڈال کر اپنی مرادیں پوری کیں اور عصر کی نماز بھی وہیں با جماعت انتہائی اطمینان کے ساتھ ادا کی گئی، بعد نمازِ عصر ٹرین وہاں سے چل دی پھر تقریباً ہر بڑے اسٹیشن پر احباب و متعلقین و مریدین و متوسلین ملاقات کیلئے حاضر ہوتے رہے، جب ۱۶ر شوال کو ٹرین ممبئی اسٹیشن پہنچی تو وہاں بھی اسٹیشن پر احباب و مخلصین کا ہجوم قابلِ دید تھا، ان حضرات نے بھی نہایت پر جوش خیر مقدم کیا پورا پلیٹ فارم نعرۂ تکبیر و رسالت، عیدالاسلام زندہ باد، برہانِ ملت پائندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا، ان نعروں کی گونج و پکار اور شاندار استقبال کو دیکھ کر اغیار حیرت زدہ تھے اور اپنوں کے سینے فرحت و انبساط سے مسرور و معمور ہو رہے تھے۔

جہاز کی روانگی:۔ بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی کہ جس ارادہ سے گھر سے نکلے تھے اس بابرکت سفر کو طے کرنے کے لئے جہاز پر قدم رکھ دیئے، وہ گھڑی بھی کتنی عجیب و پر کیف ہوتی ہے جس وقت حجاج کرام کی روانگی ہوتی ہے وہ کتنا روح پرور منظر ہوتا ہے کہ جس کو دیکھ کر پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے، اور غم و خوشی کے ملے جلے جذبات سے آنسو بہہ نکلتے ہیں، اللہ اکبر یہ دل ہلا دینے والا سماں کہ جب حجاج اپنی جان و مال کی پرواہ کئے بغیر خدا اور رسول کی خوشنودی و رضا کے لئے سمندر کی لہروں میں اپنے آپ کو سپرد کر کے خدائے قہار و غالب کی ذات پر بھروسہ کر کے چل دیتے ہیں، جانے والے اپنی خوش نصیبی پر فرحت و مسرت کے اور بھیجنے

والے اپنی کم قسمتی پر غم واندوہ کے آنسو بہاتے ہیں اور قریب میں کھڑے احباب و اغیار ہر ایک ٹکٹکی باندھے حسرت و یاس کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور کشتگانِ محبت کی خوش نصیبی پر رشک کرتے ہیں۔

یہ حضرات جہاز پر سوار ہو گئے اور جہاز کا سفر شروع ہو گیا، جہاز میں بھی تمام اوراد و وظائف حسب معمول ادا ہوتے رہے، تمام نمازیں با جماعت انہیں بزرگوں کی اقتدا میں پڑھی جاتی رہیں بلکہ مغرب وعشا اور فجر میں تو اس قدر بھیڑ ہو جاتی کہ آنے جانے کا راستہ بھی بند ہو جاتا۔

مقام عبرت :۔ آپ کے جہاز میں کچھ دیو بندی بھی تھے، ان کا زیادہ وقت اسی میں گزرتا کہ جہاز کے حاجیوں کو بہکاتے، مدینہ طیبہ کی حاضری سے روکتے، لیکن سنی تو ان کا وظیفہ تھا ”یا رسول اللہ“، جس کو سن کر دیو بندی بہت چڑھتے، برے منھ بسورتے، بالآخر وہ دیو بندی ان سنیوں کے یا رسول اللہ کے نعرے سے تنگ آ گئے، ان کی طرف انہوں نے آنا ہی چھوڑ دیا، کیونکہ حضرت برہانِ ملت کے اہلِ قافلہ ان کو دیکھتے ہی یا رسول اللہ کی صدا بلند کر دیتے تھے، جس سے ان کی جان جل جاتی تھی، ان کی مجبوری یہ تھی کہ نہ چاہتے بھی ان کو اس طرف آنا پڑتا تھا کیونکہ اوپری حصے میں ضروریات کے لیے پانی کا نل سنی حضرات کے قریب ہی لگا تھا۔

دہلی کا ایک دیو بندی کسی ضرورت سے پانی لینے کے لئے نل پر آیا تو حضرت کے ساتھیوں نے اس کو دیکھ کر حسب عادت یا رسول اللہ کہا وہ شخص منھ بسورتا ہوا پانی لیکر جیسے ہی واپس ہوا یکا یک اس کا پیر پھسل گیا اور حضرت برہان ملت کے قدموں کے پاس دھم سے گر پڑا، اس کے گرتے ہی منشی عبد الغفار صاحب نے نعرہ لگایا یا رسول اللہ بچانا، وہ شخص سنبھل کر اٹھا اور جانے لگا اور جاتے جاتے

کہنے لگا، میاں یارسول اللہ کیا بچائیں گے، اللہ پاک بچانے والا ہے، اتنا کہتے ہی پھر اس کا پیر پھسل گیا اور موقع ہی پر فوراً گر پڑا منشی عبد الغفار صاحب نے پھر کہا یاغوث پاک بچانا پھر وہ سنبھلا اور سنبھل کر بولا غوثِ پاک کیا بچائیں گے، اللہ بچائے گا، ابھی اس کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ چکر کھا کر گر پڑا اور ایک لوہے کی جالی سے ٹکرا کر لہولہان ہو گیا اس کے سر میں چوٹ آ گئی، پھر وہ دھیرے دھیرے سنبھل سنبھل کر چکر کھاتا ہوا اپنے سر کو پکڑے ہوئے اندر چلا گیا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر تمام لوگوں کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی، کہ اللہ کے پاکباز اور برگزیدہ بندوں کے ساتھ بے ادبی ان کی جناب میں گستاخی کی یہ سزا ہے جو اس شخص کو ملی ہے اور ہم سب لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے کہ ان کی شان والا تبار میں نازیبا کلمات زبان سے نہ نکالیں ورنہ دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی سزا وعقاب کے مستحق ہوں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سرزمین عرب میں اعزاز واکرام

حضرت عید الاسلام وحضرت برہانِ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کو سرزمین عرب میں خوب عزت ملی، وہاں کے عوام اور انتظامیہ دونوں ان حضرات سے عزت واحترام سے پیش آتے۔ بہتر سے بہتر سلوک کی کوشش کرتے، ان بزرگوں کی دلجوئی وخوشی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے، دعوت وضیافت کا اہتمام کر کے اپنی سعادت مندی کا اظہار کرتے اور دعائیں لیکر بہت مسرور ہوتے، اس موقع پر یوں تو بہت سے ملازمین وعوام نے ان دونوں بزرگوں کی دعوتیں کیں اور عزت واحترام سے پیش آئے، لیکن ڈاکٹر نور محمد قاسم صاحب کے اعزاز واکرام ومہمان نوازی اور عقیدت مندی کا ذکر کر دینا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

جوناگڑھ (ہندوستان) کے رہنے والے جناب ڈاکٹر نور محمد قاسم صاحب جو عرب میں اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ پر فائز تھے جب ان کو ان بزرگوں کی آمد کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور دوڑے بھاگے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، اولاً حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ ہی سے ملاقات ہوئی، سلام و دست بوسی کی، پھر بعد میں حضرت عبدالاسلام سے شرف ملاقات حاصل ہوا، چند دن کی صحبت بافیض میں رہنے کے بعد دل و جان سے حضرت کے گرویدہ ہوگئے اور ان کے دل کی گہرائیوں میں حضرت کی عقیدت و عظمت گھر کر گئی، آپ ہی کے دست اقدس پر بیعت بھی ہوگئے۔

جناب ڈاکٹر نور محمد صاحب نے ان دونوں حضرات کے لیے نہایت آرامدہ پرسکون گھر میں قیام کا انتظام کر دیا تھا اور ہر شام کو وہ خود ملاقات کے لیے حاضر ہوتے، فیوض و برکات سے مستفید ہوتے اور موقع بہ موقع ان دونوں بزرگوں اور ان کے احباب و رفقاء سفر کی دعوت کا اہتمام بھی کرتے۔

صرف ایک ڈاکٹر نور محمد صاحب ہی نہیں بلکہ بیشتر ملازمین ان حضرات کو نہایت ہی قدر و منزلت سے دیکھتے، عقیدت و محبت سے پیش آتے، سلام و دست بوسی کرتے، حتی المقدور تکلیف و آرام کا خیال رکھتے، عام لوگوں سے ممتاز و منفرد گردانتے، حضرت برہانِ ملت اپنے سفر نامۂ حج میں ایک مقام پر خود تحریر فرماتے ہیں "الحمدللہ سب معززین و ملازمین کے دلوں میں ہماری وقعت بیٹھ چکی تھی، کیونکہ دیکھا گیا کہ جس قدر کارکنان ہمارے منھ کے مقابل سے گزرتے تھے بہت غور سے ہماری طرف دیکھ کر نہایت ادب کے ساتھ سلام کرتے تھے، حتیٰ کہ یہودی ملازمین بھی جب ہم لوگوں کے سامنے آتے تو وہ بھی ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے اور نہایت ہی عقیدت و احترام سے پیش آتے"۔ (خود نوشت سفر نامۂ حج)

چونکہ ان دونوں بزرگوں کو جناب ڈاکٹر نور محمد قاسم صاحب اپنے گھر تمام قافلہ والوں کے سامنے نہیں لائے تھے اور دوری کے باعث قافلہ والوں سے ملاقات بھی نہ ہوتی تھی، اس لئے دیوبندیوں نے مشہور کر دیا کہ مولانا عبدالسلام اوران کے صاحبزادے مولانا برہان الحق کوسعودی گورنمنٹ نے قید کر کے جیل بھیج دیا ہے اہلِ قافلہ سے الگ ان کوایک دور مکان میں رکھا ہے، اس واقعہ کی تفصیل حضرت برہانِ ملت کی زبان سماعت کیجئے،

"حضرت اور فقیر برہان اپنی اپنی چار پائیوں پر لیٹے ہوئے تھے کہ ایک صاحب نصیر الدین نامی آئے، یہ صاحب جہاز میں ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، بہت اچھے شاعر تھے، اور ہم سے دلی محبت و ہمدردی رکھتے تھے، انھوں نے آکر ہم لوگوں کو بہت غور سے دیکھا، مگر مکان کے باہر ہی کھڑے رہے، حضرت نے انہیں دیکھ کر اندر بلایا، جوں ہی اندر داخل ہوئے، بہت حسرت کے ساتھ دریافت کیا کہ حضور خیریت تو ہے؟ حضرت نے فرمایا، الحمدللہ، پھر انہوں نے کئی مرتبہ اسی جملہ کو دہرایا جس پر تعجب ہوا کہ کیوں یہ بار بار پوچھ رہے ہیں، آخران سے کہا گیا کہ آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حضور ہم جس قافلہ کے ساتھ ہیں اس میں یہ خبر مشہور ہے کہ ممبئی سے گورنر کا تار آیا تھا اور اس تار کے حکم پر مولانا عبدالسلام اور مولانا برہان الحق گرفتار کر لیے گئے ہیں اور ثبوت میں یہ بات پیش کی جارہی ہے کہ ایک انگریز ان کے ساتھ تھا اس نے لے جا کر ان دونوں کو ایک مکان میں قید کر دیا، ہم نے انہیں بتایا کہ انگریز تو کوئی نہ تھا ڈاکٹر نور محمد قاسم صاحب تھے جو انگریزی لباس میں آئے تھے اور پختہ مکان یہی ہے جس میں انہوں نے ہمارے ٹھہرنے کا انتظام کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کچے مکان سے اس

پختہ مکان تک ہمارے ساتھ آئے تھے، جس میں ہم مقیم ہیں، چونکہ وہ ہمارے ہمراہ آئے تھے، اس لئے بعض وہابیوں اور گاندھیوں نے اپنی دلی بھڑاس نکالنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا، ہم تو یہاں نہایت آرام اور خیریت سے ہیں دیکھئے کیا اسی کا نام قید ہے کہ ہم تو نہایت آرام سے چارپائیوں پر سورہے ہیں، جبکہ دوسرے وارڈ کے لوگ زمین پر سورہے ہیں، ہم تو یہاں ڈاکٹر صاحب کے مہمان کی حیثیت سے ہیں، ڈاکٹر صاحب ہمارے عقیدت مندوں میں سے ہیں، اب آپ بھی ہمارے مہمان ہیں، اب یہاں سے کہیں مت جایئے اور رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھایئے، یہ سب دیکھ کر اور سن کر وہ بیچارے بہت خوش ہوئے اور ان مفتری کذابوں پر لعنت بھیجی۔ (حضور برہانِ ملت حیات وخدمات)

علماء سے ملاقات:۔ حضرت برہانِ ملت نے اپنے پہلے حج میں کن کن علماء سے ملاقاتیں کیں اس کا سراغ تو نہ لگ سکا، البتہ دوسرے سفر حج کا پتہ ضرور ملتا ہے کہ آپ نے وہاں کے نامی گرامی اجلہ علما سے ملاقاتیں کیں، ان سے استفادہ وافادہ کیا، علمی مسائل میں تبادلۂ خیال فرمایا، کئی ایک مجلسوں میں علومِ خمسہ اور مسئلہ حاضر و ناظر بھی زیرِ بحث رہے، جب آپ نے علومِ خمسہ کا اثبات اور مسئلہ حاضر و ناظر کو دلائل و براہین کی روشنی میں شمس و امس کی طرح پیش کیا تو علماء مکہ و مدینہ آپ سے بیحد متاثر وخوش ہوئے، انہوں نے برملا آپ کے علم و فضل اور خدا داد ذہانت کا اعتراف کیا۔ بعض علمائے کرام کا ذکر آئندہ کے صفحہ میں آتا ہے۔ ان شاءاللہ

بارگاہِ رسالت میں حاضری:۔ جس طرح ہر مسلمان کی آرزو رہتی ہے کہ حج کے ذریعہ اللہ عزوجل کے گھر کی زیارت کروں اسی طرح یہ بھی آرزو رہتی ہے کہ سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کروں، اس کے لیے وہ کافی محنتیں کرتا ہے، نمازیں

پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے، کثرت سے نعتیہ اشعار گنگناتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے محبت خدا اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہوتا ہے۔ ایسا ہی حال حضور برہانِ ملت کا تھا، کبھی وہ عربی کے وہ نعتیہ اشعار پڑھتے جن کی تلقین پیرومرشد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کی تھی، اور کبھی یوں گنگناتے،

حسن نور افروز سے عالم کو روشن کر دیا
اے حسینوں کے حسیں، میری مدد فرمایئے
خستہ دل برہان کب تک صدمۂ فرقت سہے
یا مراد الواصلیں میری مدد فرمایئے

یہاں ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ آپ صدیقی ہیں، آپ کے جدِ امجد یارِ غار حضور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشقِ رسول میں گم ہو کر اپنا سب کچھ سرکار کے قدموں میں ڈال دیا، خود کو نچھاور کر دیا، وہی صدیقی خون آپ کے رگ و پے میں تھا اس لیے عشقِ رسول کی دولتِ انمول آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔

عشقِ محبوب خدا ہے، ان کی میراث قدیم
جدِ اعلیٰ بھی تھے، ان کے یارِ غار مصطفیٰ ﷺ

انہوں نے دینِ اسلام، مسلکِ اہلِ سنت کو اپنا کر اور عشق کی راہ کو اختیار کر کے اپنے آباء واجداد کے طریقے کو اپنایا اور اسے روشن کیا ہے، اور ہر مسلمان کی اسی میں بھلائی ہے، خود فرماتے ہیں ؎

طریقہ کرو اپنے آباء کا روشن — اسی میں ہے برہانؔ عزت تمہاری

ہاں عشقِ رسول ان کی میراث قدیم ہے، ساتھ ہی اچھے کی صحبت بھی مل گئی، فیضان مل گیا، وہی عاشقِ صادق جس کے عشق کی گواہی اپنوں نے بھی دی اور

غیروں نے بھی دی، جس کی بارگاہ میں یہ سوغات پیش کی گئی ہے۔

ہر متاعِ عشق ملتی ہے یہاں
مصطفیٰ بازار ہے احمد رضا

اس عاشقِ رسول نے اپنے شاگرد رشید، روحانی فرزند، مرید و خلیفۂ مجاز کے دل میں بسا دیا کہ یوں پڑھا کرو ؂

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

یہ سنیت کا رنگ تھا، حبِّ احمد کا رنگ تھا، اس لیے اس روحانی فرزند نے بھی کہا،

کلمہ گوئی تو فقط اسلام کو کافی نہیں
حبِّ احمد دل سے قولاً اور فعلاً چاہیئے

سایۂ دامانِ رحمت یوں ہی مل سکتا نہیں
سنیت کا خوب گہرا رنگ و روغن چاہیئے

اور جب سایۂ رحمت اور ٹھنڈی چھاؤں مل گئی تو یوں عرض کناں ہوئے ؂

تجھ کو اے زاہد مبارک قصر جنت کا خیال
بس ہمیں سرکار کے سائے میں مسکن چاہیئے

الفتِ سرکار کا دعویٰ تو کرتے ہیں سبھی
کر دے سب قربان وہ صدیق کا من چاہیئے

جاروب کشی کی سعادت:۔ مدینہ شریف میں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو وہ سعادت مل گئی، جو بہت سے تاجور کو نہیں ملتی، آپ کو خدام روضۂ مبارک کے توسط سے خاص روضۂ انور کے اندر داخل ہونے کا شرف ملا، وہاں جاروب کشی کا

موقع ملا، وہاں سے خاکِ اطہر لانے کی سعادت ملی، واقعہ کی دل آویزی سے محظوظ ہونے کے لیے آپ کے شہزادہ وجانشین محمود ملت حضرت مولانا مفتی محمود احمد مفتی اعظم مدھیہ پردیش علیہ الرحمہ کے دل پذیر الفاظ کو زیب نظر کیجئے۔ رقمطراز ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سفرِ حج وزیارت حضرت عید الاسلام وحضرت برہانِ ملت علیھم الرحمۃ والرضوان، جس کی ابتداء شوال ۱۳۴۱ھ سنہ ۱۹۲۲ء میں ہوئی اس کا خاص واہم واقعہ جو حضرت والدِ ماجد برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے اکثر وبیشتر بیان فرمایا راقم الحروف فقیر قادری اپنی یادداشت کے مطابق اسے تحریری صورت میں پیش کرتا ہے۔

جبل پور اور اس کے اطراف کے علاقوں میں بانسوں کے بڑے بڑے جنگلات ہیں، یہاں سے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کاروباری شکل میں بانس بھیجے جاتے رہے ہیں، سفرِ حج کی روانگی سے قبل والدِ ماجد حضرت برہان ملت نے جبل پور کے بانس ٹھکیداروں سے درمیانی موٹائی سے سڈول بانس طلب فرمائے اور ان بانسوں کو چار برابر حصوں میں کر کے ہر حصے کے دونوں کناروں پر پیتل کے خول بنوا کر لگوائے۔ کہ بہ موقع دو بانسوں یا چار بانسوں کو جوڑ کر اپنے قافلے کی نشان دہی کا مخصوص ہرا جھنڈا جہاز پر، منیٰ میں، عرفات میں اپنی قیام گاہ کے خیموں کی نشاندہی کے لئے نصب کرنے کے لئے اپنے ساتھ رکھ لئے تھے، جن سے برابر کام لیا جاتا رہا۔

فریضۂ حج سے مشرف ہو کر مکہ معظّمہ میں یہ بانس مدینہ طیبہ سے ہمراہ سفر رکھے گئے تھے، جس زمانہ میں حضرت جدِ امجد عید الاسلام اور والدِ ماجد حضرت

برہان ملت سفرِ حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے،اس زمانہ میں حجاز کا علاقہ ترکی حکومت کے زیرِ اثر تھا اور حکومت حجاز کی طرف سے حرمین طیبین میں نظامِ حکومت چلانے کے لئے جو گورنر مقرر کئے جاتے تھے،انہیں شریف مکہ کے لقب کا اعزاز تھا شریف مکہ ہی کے دور سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز گنبدِ خضرا میں آرام فرمانے والے اصحاب کبار، یار غار صدیق اکبر واعدل الاصحاب،غیظ المنافقین والکفار فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حجرۂ مبارک کے اندر داخل ہونے والے دروازے کی چابی خدام روضہ اطہر خواجہ سراؤں کے پاس ہوتی ہے اور خدام کی نشست اصحابِ صفہ کے چبوترے پر ہوتی ہے،حضرت جد امجد عید الاسلام و حضرت والد ماجد برہان ملت مسجد نبوی میں حاضری حضوری کے معمولات کے بعد انہیں خادمان روضۂ اطہر کے سردار اور خواجۂ سراؤں کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرتے اور قربِ روضۂ اقدس کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے،اسی ملاقات کے دوران ایک دن سردار خادمان روضہ سے گنبدِ خضرا کے اندر کی صفائی کا تذکرہ آیا انہوں نے بتایا کہ کھجور کی بڑی بڑی شاخوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر لمبا تنا بنا کر صفائی کی جاتی ہے،حضرت برہانِ ملت نے ان سے عرض کیا کہ ہم کچھ بانس اس سفر مبارک میں اپنے ہمراہ لائے ہیں، ان سے بخوبی اور نہایت آسانی کے ساتھ انہیں ایک دوسرے سے ملا کر بلا کسی پریشانی کے صفائی کی جاسکتی ہے،انہوں نے آپ کی گفتگو تعجب سے سنی اور ان بانسوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔حضرت برہانِ ملت نے ان چاروں بانسوں کو دوسری نشست کے موقع پر ان کے سامنے پیش کیا اور ان کو جوڑ کر پورے طور پر لمبا بنا کر دکھایا،ان بانسوں کے جوڑے جانے

کے بعد ان کی لمبائی تناؤ اور مضبوطی وغیرہ دیکھ کر انھوں نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور خواہش کی یہ انھیں روضۂ اقدس کے اندرونی حصہ کی صفائی کے لئے عطا فرمادیں۔

حضرت والد ماجد نے اسے اپنی خوش قسمتی پر محمول فرما کر وہ چاروں بانس سردارِ خدامِ روضۂ اطہر کے سپرد فرمادئے، اس پر خلوص عقیدت، محبت و مسرت کے لمحات کے ساتھ سردار خدام نے والد ماجد حضرت برہانِ ملت سے ارشاد فرمایا کہ کل بعد نمازِ فجر اسی مقام پر آکر ملیں، حضرت والد ماجد ان کے ارشاد کے مطابق بعد نماز فجر ان کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ سردار خدام نے ان کے وعدے کے مطابق حاضر ہونے پر مسرت کا اظہار فرمایا اور والد ماجد سے اپنے ہمراہ آنے کے لئے اشارہ کیا، حضرت والد ماجد ان کے ہمراہ ہولئے، انہوں نے آگے بڑھ کر روضۂ اقدس کا تالا کھول کر بانس لئے ہوئے حضرت والد ماجد کو ہمراہ لے کر اندر داخل ہوئے جب یہ دونوں اندر داخل ہوئے تو دروازہ انہوں نے اندر سے بند کرلیا۔

روضۂ مبارک کے اندرونی حصہ میں گنبدِ خضرا کی چہار دیواری و مزارات مقدسہ کے درمیان جو دیوار سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے زمانے میں حفاظتی طور پر بنائی گئی تھی، اس دیوار اور احاطہ گنبدِ خضرا کے درمیان چاروں طرف جو راہداری ہے، اس حد تک حضرت والد ماجد کا بھی سردار خدام کے ساتھ داخلہ ہوا۔ حضرت والد ماجد کے ارشاد کے مطابق سردار خدام روضہ نے حضرت والد ماجد کو چاروں طرف کی راہداری میں جاروب کشی کرنے کی اجازت دے دی، حضرت والد ماجد اپنی اس فیروز بختی کے واقعہ کو بیان کرتے وقت اپنی اشکبار آنکھوں سے عقیدتمندوں اور مصاحبین کے جذبات عقیدت و محبت کو متلاطم بنادیتے کہ انھیں تو خوش قسمتی سے

سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس واعلیٰ میں جاروب کشی کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، یہ عظیم سعادت بارگاہِ اقدس واعلیٰ میں شرف حاضری کی مقبولیت کی دلیل بن کر اس فقیر قادری کو حاصل ہوئی وللہ الحمد۔"

جو شرف قبولیت ان بانسوں کے بدولت حاصل ہوا، اس کی مزید تفصیل اس طرح بیان فرمائی گئی ہے،

" روضۂ اقدس کے اندرونی حصہ کی راہداری کی جو جاروب کشی حضرت والد ماجد نے فرمائی مزارات مقدسہ کی چہار دیواری پر حکومت کی طرف سے مخملی سبز رنگ کے جو غلاف پڑے تھے، حضرت والد ماجد نے انھیں بھی خوب بوسہ دیا اور چہار دیواری سے لپٹ کر اپنے چہرہ آنکھوں اور جسم کو بھی خوب مس کر کے چاروں طرف طواف کر کے اپنے ہمراہیوں اور مشائخ اور خاندانی بزرگوں اور خاندان کے سبھی افراد کے لئے خوب خوب دعائیں کیں۔

احاطہ چہار دیواری میں جاروب کشی کے بعد گنبدِ خضرا کے اندرونی حصہ کی جو خاک مبارک جمع ہوئی تھی اسے سمیٹ کر حضرت والد ماجد اپنے ہمراہ جبل پور لے آئے، وہ مبارک خاک آج بھی ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مزارات مقدسہ کی ملحقہ دیوار پر جو سبز مخملی غلاف کے پردے ترکوں کے زمانے سے پڑے ہیں، وہ پردے جس رسی میں (ڈوری میں) باندھے جاتے ہیں اس مبارک ڈوری کے چند ٹکڑے نیز مغرب کے بعد روضۂ اقدس کے اندر جو موم بتیاں سلامی کے بطور روشن کی جاتی ہیں، ان کا بقیہ تین انچ کا ایک ٹکڑا بھی مرحمت فرمایا، یہ سب تبرکات ہمارے یہاں باعظمت واحترام آج بھی محفوظ ہیں۔

مسجدِ نبوی شریف سے حضرت والد ماجد برہانِ ملت ان تبرکات باعظمت ووقار کو لئے ہوئے جب قیام گاہ پہنچے اور حضرت جدِّ امجد عیدالاسلام سے سردار

خدام روضہ کے الطاف کریمہ اور گنبدِ خضرا میں روضۂ اقدس کے اندر داخلہ اور جاروب کشی کی پُرکیف بابرکت سعادت کے حصول کے ساتھ باعظمت تبرکات ملنے اوران کو حاضر کرنے کے واقعات وکوائف بادیدۂ نم حضرت جد امجد عید الاسلام کے حضور عرض کئے تو حضرت جد امجد عید الاسلام نے فرط جوش ومحبت میں حضرت والد امجد برہان ملت کو سینے سے لپٹا لیا، پیشانی اور آنکھوں کو اپنے نور عین برہان الحق والملۃ والدین کو خوب خوب بوسے لئے اور ارشاد فرمایا۔ اللہ اکبر! تیرے نصیب کتنے بلند ہیں، بیٹا تو بڑا ہی قسمت والا ہے، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت نے تواس سعادت کے حصول کو یوں فرمایا ہے کہ۔

جاروب کشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے

وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے

یہ ہم پر خدا کا بڑا ہی فضل واحسان ہے کہ تجھے تیرے جد اعلیٰ یارِ غارِ مصطفیٰ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسلاف و مشائخ کے طفیل یہ سعادت نصیب ہوئی۔ والحمدللہ رب العلمین۔

دوسرا سفرِ حج:۔ حج وزیارت کا یہ دوسرا سفر آپ نے ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء میں کیا۔اس سفر میں بھی آپ نے کافی فیوض وبرکات پائے۔خاص طور سے جید علمائے کرام اور مشائخِ کرام کی زیارت کا ذکر ملتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ علمائے مکہ ومدینہ سے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے گہرے مراسم تھے، ہرایک دوسرے سے کافی محبت وعقیدت رکھتے اورقدردانی فرماتے تھے، اس لیے اس حج کے موقع سے سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ان علمائے کرام اور مشائخِ فخام کے نام ایک مکتوب بھی ارسال فرمایا تھا، جس کے سبب

بڑی آسانی سے تعارف ہوگیا۔

مولانا عبدالوحید مصباحی صاحب رقم طراز ہیں: حضور برہانِ ملت نے وہاں کے نامی گرامی اجلۂ علما سے ملاقات کی، ان سے استفادہ وافادہ کیا، علمی مسائل میں تبادلۂ خیال فرمایا، کئی ایک مجلسوں میں علوم خمسہ اور مسئلہ حاضر وناظر بھی زیرِ بحث رہے۔ جب آپ نے علوم خمسہ کے اثبات اور مسئلہ حاضر وناظر کو دلائل و براہین کی روشنی میں شمس وامس کی طرح پیش کیا تو علماء مکہ و مدینہ آپ سے بے حد متاثر وخوش ہوئے۔ انہوں نے برملا آپ کے علم وفضل اور خداداد ذہانت وفطانت کا اعتراف واقرار کیا، ان میں سے کئی علماء ربانیین نے آپ کو تعریفی وتوصیفی سندیں بھی پیش کیں اور بعض نے آپ سے حدیث وفقہ کی اجازت بھی حاصل کی۔ علماء مکہ و مدینہ آپ کے نام سے پہلے ہی واقف تھے اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے مایۂ ناز شاگرد اور روحانی فرزند ہیں تو ان کے دلوں میں آپ کی محبت وعقیدت میں اور بھی اضافہ ہوگیا اور دل کی گہرائیوں سے آپ کی عظمت وفضیلت کے معترف ہوگئے۔

سرکار مفتی اعظم کا مکتوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمد اللہ العلی العظیم و نصلی علیٰ حبیبہ النبی الکریم الرؤوف الرحیم وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم اما بعد فیا علماء بلد الحرام الاجلۃ العظام الرحلۃ الکرام الجھابذۃ الفخام سلمھم ربھم وادامھم بالعز والاکرام۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیٰ من لدیکم الیٰ یوم القیام

بعد السلام اعرض علیکم انی بحمد اللہ تعالیٰ و سبحانہ مع الخیر والعافیة وارجو من ربی الکریم ان تکونوا ایضا مع الصحة والسلامة فی ارغد عیش وارجو من کرمکم ان لا تنسونی من دعاء کم الصالحة، یاتی فی ھٰذا العام للحج والزیارة صاحب الفضیلة مولانا المکرم المفخم ذوا لمجد والکرم محبی الافخم مولانا المولوی محمد عبد الباقی برھان الحق سلمہ ربہ ولد حضرة العلام عید الاسلام مولانا الشیخ عبد السلام الجبلفوری رحمة اللہ تعالیٰ شانہ خلیفة شیخنا المجدد الاعظم اعلیٰحضرة سیدنا الوالد الماجد المعظم رحمہ اللہ عزبرھانہ یصل الیکم انشاء اللہ تعالیٰ ویلاقیکم بتشرف زیارتکم فالمامول منکم ان تکرموہ بالاکرام الذی یلیق بشانہ فان ھذا الشیخ ایضا مشرف بالخلافة من شیخنا رضی عنہ مولاہ

والسلام مع الاکرام

الفقیر مصطفٰی رضا القادری النوری عفی عنہ بالنبی الامّی ﷺ

۱۲/ذوالقعدہ ۱۳۷۵ھ

مشائخ سے ملاقات:۔ حرمین شریفین طیبین میں کثیر علماء سے آپ کی ملاقات ہوئی جن میں سے چند مشاہیر واجلۂ علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرة العلامة مولانا عمر حمدان محرسی، مکہ مکرمہ

صاحب الفضیلة مولانا العلامة السید محمد المغربی المالکی رئیس المدرسین بمدرسة الفلاح، مکہ المکرمہ

صاحب الفضیلة مولانا العلامة السید محمد العلوی المالکی

سماحۃ الشیخ العلامۃ مولانا الشیخ محمد مصطفیٰ اخو العلامۃ الجلیل السید النبیل

سماحۃ الشیخ العلامۃ الفھامۃ حافظ الحدیث مولانا اسماعیل محافظ کتب الحرم

صاحب القیادۃ والریاسۃ العلامۃ مولانا الشیخ یوسف

صاحب القیادۃ والریاسۃ الشیخ العلامۃ مولانا امین کتبی

صاحب السیادۃ العلامۃ مولانا الشیخ ابو بکر البار

صاحب السیادۃ والفضیلۃ العلامۃ و مولانا الشیخ السید جعفر کثیر رحمھم اللہ تعالیٰ

مفتی اعظم کی قدردانی:۔ سرکار مفتی اعظم ہند اور حضور برہانِ ملت علیھما الرحمۃ والرضوان کے درمیان کافی محبت و یگانگت تھی،، ہر ایک دوسرے کو جان و دل سے چاہتے اور محبت فرماتے تھے، جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ بریلی اگر چہ میرا وطن ہے اور ہر وطن آدمی کو آرام دہ اور پیارا ہوتا ہے، مگر جبل پور مجھے اس سے بھی زیادہ عزیز و محبوب اور خوش تر ہے، اسی طرح سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ جبل پور کو اپنا وطن ثانی فرمایا کرتے تھے اور فرماتے کہ ”میرا ایک گھر بریلی میں ہے اور دوسرا گھر جبل پور میں“

اسی لیے آپ برابر جبل پور تشریف لے جاتے، اہلِ قلم نے یہاں تک لکھا ہے کہ ”حضور مفتی اعظم ہند ہر سال عرس سلامی منعقدہ ۱۳ / ۱۴ / جمادی الاولیٰ میں جبل پور تشریف لے جاتے اور کبھی کبھی دو دو ماہ وہاں قیام فرماتے، پھر وہیں سے ماہِ رجب المرجب میں عرسِ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ میں تشریف لے جاتے“

ادھر حضور برہانِ ملت اور آپ کے خانوادے کا ہر فرد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا محب اور گرویدہ تھا، جب تک حضور کا قیام رہتا، سب کے سب پروانے بنے رہتے، کوئی وضو کا پانی پیش کر رہا ہے، کوئی پاؤں دبا رہا ہے، کوئی پنکھا جھل رہا ہے، کوئی سوال کر کے یا دوسرے طریقے سے اس شمع ولایت سے فیوض و برکات لوٹ رہا ہے۔ اور یہ محبت و یگانگت، زمانہ طالب علمی ہی سے تھی، اس کا ذکر خود حضور برہانِ ملت نے بھی کیا ہے۔

آپ ایک مقام پر رقمطراز ہیں،

"دورانِ قیام بریلی شریف میں میں اور مفتی اعظم ہند ہمیشہ ساتھ رہتے، ایک ساتھ کھانا کھاتے، ایک ساتھ دارالافتا میں بیٹھ کر اعلیٰ حضرت کے پاس فتاوٰی نقل کرتے، ساتھ ہی ساتھ نماز پڑھتے، باہر سے آنے والے بہت سے لوگ ہم دونوں کو حقیقی بھائی سمجھتے، بلکہ ایک مرتبہ مجھے نہ دیکھ کر حضور مفتی اعظم ہند سے ایک صاحب نے پوچھا، "آج آپ کے دوسرے بھائی نہیں دکھائی دے رہے ہیں؟"۔

سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور برہانِ ملت کو اپنا روحانی فرزند فرمایا۔ (دیکھئے اکرام امام احمد رضا ص ۶۸) اور سندِ خلافت میں فرمایا،

"یاولدی و برد کبدی" (اے میرے فرزند اور میرے کلیجے کی ٹھنڈک) تو حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے بھی اپنے روحانی والدِ گرامی سیدنا اعلیٰ حضرت کی خوب قدر دانی فرمائی، تاحین حیات خدمت کرتے رہے، کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، حتیٰ کہ آپ کی اولادوں حضور حجۃ الاسلام اور سرکار مفتی اعظم ہند اور دیگر افراد خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ساتھ ہمیشہ عقیدت و محبت اور تعظیم و خدمت ہی کا برتاؤ رکھا، اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بھی ہمیشہ روحانی بھائی ہونے کا ثبوت دیا۔ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ

کے نام کئی خطوط راقم الحروف نے پڑھے ہیں، نہایت محبت کا انداز سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے استعمال فرمایا ہے، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ایک شہزادی کی شادی تھی ، اس موقع سے ۱۴/ربیع الآخر شریف ۱۳۹۴ھ؁ کو غوثِ زمن سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کو بے تکلفانہ اور محبت آمیز الفاظ میں دعوت دی، رقمطراز ہیں:

"خدا کرے کہ یہ خط ایسا نہ ہو کہ اس کا جواب ہی نہ آئے یا آئے تو سوکھا، یعنی آپ کے مژدۂ تشریف آوری کے بجائے کوئی عذر سوکھا گیلا ،آپ کی بھتیجی کی شادی ہے، اس میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔آپ کی ملاقات کے لیے دل بے چین ہے،تشریف لائیے"۔

پھر اپنا قائم مقام بناتے ہوئے لکھتے ہیں،

"صرف آپ ہی کو لکھ دینا کافی خیال کیا اور اپنا قائم مقام آپ کو ٹھہرادیا۔ اپنے اور اپنے ان سب ہمراہی حضرات کے مژدۂ تشریف آوری سے اور یہ کہ آپ کس تاریخ کو کس وقت پہنچ سکیں گے، اس سے مطلع فرمائیں"۔

ایک بار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا کہ حضور برہانِ ملت کی طبیعت ناساز ہے تو آپ نے ایک مکتوب کے ذریعہ ان الفاظ میں ان کی عیادت و تیمارداری فرمائی۔

"مولیٰ تعالیٰ عزوجل جلد تر آپ کو صحت وقوت عطا فرمائے اور عرصۂ دراز تک آپ کا مبارک سایہ اہلِ سنت کے سروں پر قائم رکھے،آمین الخ"

اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آگے لکھتے ہیں، "مولیٰ تعالیٰ آپ کو ہر قسم کی صحت عطا فرمائے ،آپ کی آنکھوں کی شکایت دور فرمادے اور روشن رکھے"۔

ان کوتو اپنی محبت و دعامیں یاد رکھتے ہی تھے، ان سے اور ان کے والدِ گرامی شاہ عبد السلام علیہ الرحمہ سے بھی دعائیں کرنے کی فرمائش کرتے تھے، حضور برہانِ ملت کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں،

"اپنے لیے دعائے عفو و عافیت و صلاح و فلاح دارین کا آپ سے اور حضرت زید فضلہ سے امیدوار ہوں"۔ حضرت کے مزاج گرامی کی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں۔ مولیٰ عزوجل ان کا مبارک سایہ اہلِ سنت کے سروں پر تا دیر بصحت و عافیت قائم رکھے"۔

اس دوسرے حج ۱۳۷۵ھ کے موقع سے حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے حضور برہانِ ملت کی دل جوئی اور قدردانی فرماتے ہوئے شہزادۂ غوثِ اعظم پیر طریقت حضرت سید محمد طاہر گیلانی علیہ الرحمہ کے نام بھی مکتوب رقم فرمایا۔ ملاحظہ ہو،

"حضرت مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولانا عبدالباقی محمد برہان صاحب زیدت فضائلہ، صاحبزادہ ہیں سیدنا الوالد الماجد قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل حضرت علامہ مولانا عید الاسلام محمد عبدالسلام جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے، جو سی پی میں اہلِ سنت کے یکتا عالم اور امام مرشد انام تھے، یہ ان کے خلیفہ بھی ہیں اور خود اعلیٰ حضرت سے مشرف بہ خلافت ہیں، میرے مخصوص کرم فرما ہیں، انہیں بریلی شریف میں حضرت کی تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حج کا بھی ارادہ رکھتے ہیں، تو انہوں نے آرزوئے زیارت کی، حرمین میں کہیں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ پھر آگے رقمطراز ہیں،

"اب یہ سی پی میں اپنے والد بزرگوار کے صاحب سجادہ ہیں، اور ان کی برکت سے سی پی بھر کے مرجع المسلمین اور مفتی اعظم سی پی ہیں اور سرکار غوثیت کے

مخلص صادق عقیدت مند ہیں۔ گویا سرکار غوثیت کی محبت وعقیدت ان کی گھٹی میں ڈال دی گئی ہے"۔

سرکار حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ اور حضرت برہانِ ملت مفتی اعظم مدھیہ پردیش کے درمیان کس قدر گہری محبت تھی اس کا اندازہ ذیل کے چشم کشا واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

جناب مولانا الحاج رمضان عبدالعزیز سلامی مرحوم رقم طراز ہیں۔

"حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کوٹہ راجستھان کے حادثہ فاجعہ کے بعد مسلسل چند سال عرس رضوی سلامی کے موقع پر جبل پور تشریف نہ لاسکے۔

پھر ایک مرتبہ ۱۳۹۹ھ کے محرم کے مہینے میں جبل پور تشریف فرما ہوئے اور قریب قریب ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا۔ اس دوران قیام میں حضور مفتی اعظم ہند پر شفاء وصحت کے امید افزا آثار نمایاں ہوئے۔ اور سرکار مفتی اعظم نے جبل پور سے ناگپور، بھنڈارہ، تمسر، گوندیا، بالاگھاٹ، کٹنی،، جبل پور، دموہ، ساگر، ٹیکم گڑھ، مجھولی کھتولہ بازار، سیہورہ کٹنی وغیرہ کے بھی سفر فرمائے، ان سفروں سے واپسی کے بعد غلامانِ رضا نے حضور مفتی اعظم اور حضرت برہانِ ملت کے جشن صحت کے طور پر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ ۱۳/ ۱۴/ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ کو مدار ٹیکری رضا چوک کے وسیع میدان میں دوروزہ عظیم الشان اجلاس منعقد کیا۔ جلسہ گاہ میں مخصوص نشست گاہ پر دونوں بزرگوں کے پیچھے جلی حرفوں میں یہ شعر آویزاں کر دیا گیا۔

آل الرحمٰن برہان الحق　　　　شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

اس شعر کے پڑھنے کے بعد ان دونوں بزرگوں کے کمال نسبت، یگانگت ومحبت اور اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت کی ان پر توجہات خصوصی وانعامات واکرامات

کے تمام تصورات ایک ایک کر کے ہر عقیدت مند کے ذہن وفکر میں ابھر کر سامنے آجاتے ، جشنِ صحت کے دوسرے دن کے جلسہ کے موقع پر مرتضیٰ حسن رضوی صاحب نے ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا تھا جس کا مطلع تھا۔

یا الٰہی ترے فضل کے سائے میں مفتی اعظم دین وملت رہے
میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا پیرِ طریقت سلامت رہے

ابھی رضوی صاحب نے یہ مطلع پڑھا ہی تھا اور اس کی تکرار کرتے ہوئے دوسرے مصرع کو جب انہوں نے پھر پڑھا۔

تو حضرت مفتی اعظم ہند جو تکیہ سے سہارا لئے ہوئے تشریف فرما تھے، یکا یک فرطِ مسرت اور جوش محبت میں سیدھے بیٹھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس مصرع کو اس طرح سے پڑھئے:

میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا برہانِ ملت سلامت رہے

لفظ "برہانِ ملت" حضرت مفتی اعظم ہند نے اس قدر فرط محبت کے ساتھ اور حضرت برہانِ ملت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ کچھ لوگوں کی آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسوؤں کے موتی جھلملاتے نظر آنے لگے، مگر کچھ ایسے بھی تھے، جنہوں نے اسی وقت اندازہ کرلیا کہ اللہ کے ایک ولی، وقت کے غوث، حضور سیدنا مفتی اعظم ہند نے حضرت برہانِ ملت کی درازی عمر کی دعا فرمائی ہے اور یہ بشارت بھی دے دی ہے کہ میرے بعد دنیائے سنیت حضرت برہانِ ملت کے فیوض وبرکات سے مستفیض وفائز المرام ہوتی رہے گی۔

حضرت برہانِ ملت حق آگاہ معرفت حضرت مفتی اعظم ہند کے برجستہ عارفانہ ارشاد عالی پر کبیدہ خاطر اور غمگین نظر آئے۔ مگر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور

جو ارشاد فرمانا تھا ارشاد فرمایا جا چکا تھا۔ پھر اس دنیا نے دیکھا سنا اور جانا کہ دنیائے سنیت کے لئے وہ وقت آہی گیا جب کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا ارشاد پورا ہو کر رہا۔ میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا برہانِ ملت سلامت رہے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے جشنِ صحت کو ابھی تین سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ انہوں نے ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور اس مصرع کے دوسرے جز کو جس طرح سرکار مفتی اعظم ہند نے دعائیہ انداز میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میرا برہانِ ملت سلامت رہے" کے عین مطابق سرکار برہانِ ملت صحت وسلامتی کے ساتھ اسی طرح خدمتِ دین و مذہب ومسلک فرماتے رہے۔ جس طرح حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کا اصلِ اصول تھا۔

نبیرۂ سرکار برہانِ ملت علیہ الرحمہ مولوی مشاہد رضا دام اقبالہم نے ارشاد فرمایا کہ جشن صحت کا قصیدہ مدحیہ کا اس جگہ پورا درج کر دیا جانا اچھا ہوگا۔ حسبِ حکم قصیدہ یہاں تحریر کیا جا رہا ہے:

یاالٰہی ترے فضل کے سایے میں مفتی اعظم دین و ملت رہے
میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں، مگر میرا برہانِ ملت سلامت رہے
نوری سرکار کی نوری تنویر ہیں، شاہ احمد رضا خاں کی تصویر ہیں
سنیوں کی یہ بیدار تقدیر ہیں،تا ابد ہم کو ان کی ضرورت رہے
رفعتِ شانِ احمد رضا آپ ہیں، عظمتِ آن احمد رضا آپ ہیں
راحت جان احمد رضا آپ ہیں، آپ سے کیوں نہ ہم کو محبت رہے
اے خدا مفتی اعظم ہند سے تقویت دینِ خیر الوریٰ کو ملے
گلشنِ سنیت خوب پھولے پھلے ہر طرف جلوۂ اعلیٰ حضرت رہے

سیدی عید الاسلام عبد السلام، جلوۂ اعلیٰ حضرت سے تھے شاد کام
بزم محمود وحامد میں ہر صبح و شام شانِ برہانِ ملت سلامت رہے
حشر میں رضوی و قادری کو خدا بخش دینا برائے شہِ دوسرا
پھر اسی خلد میں اس کا ہو داخلہ جس میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت رہے

حضور سرکار مفتی اعظم ہند اور حضور مفتی اعظم مدھیہ پردیش کی حیات ظاہری و باطنی میں کچھ ایسی مماثلتیں پائی جاتی ہیں کہ ان پر حیرت ہوتی ہے، ولادت، تعلیم، استاذ و مرشد کا کام، والد ماجد اور پدر روحانی کی نظر نعم وعنایات کے ساتھ ہر دو اکابرین عظام کی حیات میں اتنی یگانگت رہی ہے، جس کا تذکرہ اکثر و بیشتر حضرت سرکار برہانِ ملت کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کے وقت ہوتا۔ اس یگانگت ومماثلت کا تذکرہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے ایک صحیفۂ گرامی میں فرمایا ہے"۔ (تذکرہ برہانِ ملت، ص ۲۶ تا ۳۰)

قدردانی کی ایک اور مثال:۔ گزشتہ صفحات سے ظاہر ہوا کہ سرکار مفتی اعظم ہند اور حضور برہانِ ملت علیہما الرحمہ دونوں ہم عمر اور رفیق درس تھے، اس کے باوجود حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ غوثِ زمن سرکار مفتی اعظم کی کافی قدر واحترام کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ سرکار مفتی اعظم آپ کے پیرزادہ تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ تاجدار ولایت، غوثِ زمن اور تاجدارِ اہلِ سنت تھے، ان وجوہات کے پیشِ نظر حضور برہانِ ملت سرکار مفتی اعظم کی ہر خواہش اور ہر فرمان کا احترام کرتے تھے، اس کی ایک مثال اور ملاحظ کیجئے جو کئی کتابوں میں مطبوع ہے۔

"اندرا گاندھی کے دور حکومت میں مسلم پرسنل لا میں ترمیم وتحریف اور تبدیلی کا بل پیش ہوا، حضرت برہانِ ملت نے اس کے خلاف سخت احتجاج فرمایا اور

مسلم پرسنل لا میں آپ نے روح پھونکی ، اس کی حفاظت کے لیے بے حد محنت و مشقت اٹھائی اور ہندوستان کی کئی تنظیموں میں تحریک پیدا کی ، آپ ہی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بمبئی کے ارباب فکر و دانش نے علمائے کرام کی زیرِ قیادت بمبئی میں ایک احتجاجی جلسے کا اعلان کیا ، جس میں ملک کے ہر عقیدہ و مکتب فکر کے علما کو دعوتِ شرکت دی گئی ، حضرت مفتی اعظم مدھیہ پردیش کے پاس بھی دعوت نامہ آیا ، مگر حضرت نے اس مخلوط جلسے میں شرکت سے معذرت نامہ تحریر فرما دیا ، کیونکہ اس جلسہ میں صدارت قاری طیب دیوبندی کی تھی ، اور داعیانِ جلسہ میں مولوی عتیق الرحمٰن اور مولوی منت اللہ رحمانی مونگیری اور کچھ غیر مقلد و شیعہ مولویوں کے نام بھی تھے ،

حضرت مفتی اعظم ہند ان دنوں بالا گھاٹ میں تشریف فرما تھے ، حضرت برہانِ ملت کے بڑے صاحبزادے محمود ملت حضرت علامہ الحاج مفتی محمود احمد صاحب قبلہ دام ظلہ العالی حضرت مفتی اعظم ہند کی خدمت اقدس میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے ۔ حضور نے محمود میاں صاحب قبلہ سے مسلم پرسنل لا اور اس کے اجتماع میں برہان ملت کی شرکت کے تعلق سے پوچھا ، تو محمود میاں صاحب نے آپ کی شرکت سے معذرت اور حاضر نہ ہونے کے اسباب بیان کر دیئے ۔ حضور مفتی اعظم ہند نے سارے معروضات سننے کے بعد ارشاد فرمایا ، برہان میاں سے جا کر کہئے کہ ہرگز ہرگز انکار نہ کریں ، چونکہ اس سلسلے میں سب سے پہلے انہوں نے ہی احتجاج کیا تھا ، اس لیے انہیں اپنا کام جاری رکھنا اور اسے آگے بڑھانا چاہئیے ۔ مخلوط اجتماع اور غیروں کے زیرِ اہتمام و صدارت یہ جلسہ ہونے کے باعث انہوں نے جو معذرت کی ہے ، اسے ترک فرما دیں اور ضرور ضرور شرکت کریں ، کیا پارلیمنٹ اور

اسمبلی میں مسلم اور غیر مسلم سب کے ساتھ نہیں بیٹھنا پڑتا ہے، ادھر بمبئی سے تو برابر اہلِ جلسہ کا اصرار ہو ہی رہا تھا اور وہ لوگ مسلسل آپ سے رابطہ کئے ہوئے تھے اور کسی بھی قیمت پر آپ کی شرکت کو ضروری جان رہے تھے، جب محمود میاں نے بالا گھاٹ سے آکر حضرت سے بتایا کہ سرکار مفتی اعظم ہند نے یہ ارشاد فرمایا ہے تو آپ نے قبلہ مفتی اعظم ہند کا حکم سنتے ہی شرکت کا پکا ارادہ کرلیا، بقیہ تفصیل حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی زبانی پڑھیں۔

"میں اس جلسے میں شرکت کے لیے بمبئی پہنچا، مگر مہتمم جلسہ کا مہمان نہ ہوا اور اپنے ایک برادر طریقت خلیل احمد صاحب کے یہاں قیام کیا، جلسہ میں بہت زبردست اجتماع تھا، تقریباً دو لاکھ افراد کا مجمع تھا، میرے پہنچنے سے پہلے جن مولویوں کی تقریریں ہوئیں، ان کے فوٹو بھی لئے گئے اور دورانِ تقریر تالیوں کی گونج بھی اٹھی ۔ جب فقیر کے نام کا اعلان ہوا اور فقیر مائک کے سامنے پہنچا فوٹو گرافر سامنے آئے میں نے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا کہ یہ جلسہ اسلامی ہے، مسلمانوں کا ہے، فوٹو کھینچنا حرام ہے، ہرگز ہرگز فوٹو نہ لیا جائے، جب میں نے تقریر شروع کی، اور اسلام کے قانون کی عظمت واہمیت کا ذکر کیا تو حسب معمول مجمع نے تالیاں بجائیں میں نے سختی کے ساتھ مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کو کہا کہ یہ ایک اسلامی اجتماع ہے یہ کوئی سیاسی جلسہ نہیں کہ آپ لوگ تالیاں بجا رہے ہیں، آپ لوگوں کو شرم آنی چاہئیے ، اگر کوئی بات آپ کو پسند آتی ہے اور جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے تو آپ اس کی تائید میں نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کیجئے، اس کے ساتھ ہی جلسہ میں نعرۂ تکبیر و رسالت کی آوازیں بلند ہونے لگیں، میں نے اپنی تقریر میں واضح کیا کہ مسلم پرسنل لا مسلمانوں کا قرآنی، شرعی اور اسلامی قانون ہے جس میں

ایک حرف کی بھی نہ ترمیم ہو سکتی ہے نہ تحریف نہ تبدیلی، اور قرآن کریم کے حکم کے مطابق میں حکومت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس میں ترمیم کی جائے یا ارادہ ہی کیا جائے کہ اس قانون میں کسی قسم کی ترمیم ہو قرآن عظیم کی رو سے کفر ہے اور جو مسلمان مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے خواہاں ہیں وہ حکمِ قرآنی کی رو سے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، حکومت جان لے کہ مسلمان کبھی بھی مسلم پرسنل لا میں کسی بھی تبدیلی کو برداشت نہیں کریں گے، میری تقریر میں برابر نعرۂ تکبیر و رسالت بلند ہوتے رہے، جب میں تقریر ختم کر چکا اور چلنے لگا تو قاری طیب وغیرہ نے بیٹھنے کو کہا، میں نے کہا، جو میں کہنے آیا تھا کہہ چکا، میں کچھ سننے کے لیے نہیں آیا تھا، اس لیے اب اپنی قیام گاہ جا رہا ہوں، سبھی ذمہ داران اور داعیانِ جلسہ نے میرا شکریہ ادا کیا، اسٹیج سے اتر کر کچھ دور میرے ہمراہ آئے اور کہا اگر آپ تشریف نہ لاتے تو ہمارا جلسہ ہرگز کامیاب نہ ہوتا، آپ نے وہ نکات و احکام بیان فرمائے، جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھے، اس جلسہ میں علماء اہلِ سنت نے شرکت نہ کی تھی اور میں بھی حضور مفتی اعظم ہند کے ارشاد پر شریک ہوا تھا۔ جب جلسہ کی کاروائی جلی حرفوں میں اخبارات میں شائع ہوئی اور میری تقریر چھپی تو علمائے اہلِ سنت نے میرے لئے دعائیں کیں اور کامیابی پر مبارک بادیاں تحریر فرمائیں، جب میں بریلی شریف خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، "اگر آپ شریک نہ ہوتے اور اظہار حق و اعلان حق نہ فرماتے تو بریلی کی کمی رہ جاتی، آپ نے اس سلسلے میں جو احتجاجی کاروائی میں پہل کی تھی، اس کی تائید میں یہ جلسہ بڑا کامیاب رہا اور یہ جلسہ آپ کی شرکت سے بریلی کا جلسہ ہو گیا"۔

اس واقعہ سے وہ لوگ جن کے دل میں مرض ہے، وہ بد مذہبوں کے جلسہ میں اور ان کی نشستوں میں شرکت کو ہر حال میں جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ مذکورہ واقعہ میں حضور برہانِ ملت نے کتنا احتیاط برتا ہے، اور اپنے موقف کی کس طور سے وضاحت کر کے کنارے ہو گئے، وہ بالکل عیاں ہے، اسی طرح حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے بھی اپنا موقف واضح کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ بد مذہبوں سے نہ کل ہمارا اتحاد تھا اور نہ آج ہے۔ حاجت و ضرورت ہمیشہ مستثنیٰ رہتی ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند اور حضور برہانِ ملت کے درمیان تعلقات اور مراسم اس قدر گہرے تھے، کہ گویا دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ اس لیے ان دونوں کا اندرونِ خانہ بھی رشتہ بہت گہرا و مضبوط تھا۔ لہٰذا جب حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو یہ سرکار مفتی اعظم کی اہلیہ محترمہ ہم سب کی پیرانی امّا (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) نے حضرت محمود ملت مولانا حامد احمد، مولانا مشاہد احمد اور جناب عالیہ صاحبہ کے نام تعزیت کا خط لکھا۔

جبکہ حضرت پیرانی امّا کی عمر اس وقت ۹۰ر سال سے متجاوز ہوگی، رقمطراز ہیں۔

۹۲۔۸۶۔۷۔ نور چشم محمود میاں، حامد میاں، شاہد میاں، عالیہ! سب کو بہت دلی دعائیں، واضح ہو کہ آپ کے والد صاحب کے بارے میں سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ صبر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے" الخ۔

سرکارِ اعظم کی تجلی کی زیارت:۔ سیدنا اعلیٰ حضرت ان خوش نصیب اولیائے کرام میں ہیں، جن کو بیداری میں سرکار اعظم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔

سرکار نے بارہا ان پر کرم فرمایا ہے، ان کے صدقے حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ بھی وہ سعادت مند ہیں، جن کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تجلیِ نور کی زیارت سے سرفراز فرمایا ہے۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ، ۱۳۲۳ھ میں حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے دوسرا حج فرمایا ہے۔ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء کے ماہ ربیع الاول شریف میں بمبئی کے راستے ہندوستان تشریف لائے۔ اس موقع سے عید الاسلام حضور مفتی عبد السلام اور حضور برہانِ ملت بھی ان کے استقبال کے لیے وہاں پہنچے۔ اور حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۴ر سال تھی، بمبئی کے قیام کے دوران حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے ایسے ایسے تعجب خیز حالات کا معائنہ کیا، جنہیں خدائے تعالیٰ کی خاص رحمت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ایک ہے کہ وہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر تجلی فرمائی۔ اور آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا۔ اصل واقعہ حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ ہی کی زبانی سماعت فرمائیے۔ رقمطراز ہیں۔

"قصائی محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ اعلیٰ حضرت کی امامت میں ادا کی گئی، سنیچر کو اس مسجد میں اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا، منبر کے قریب والد ماجد تھے، اور چچا کے پیچھے میں دیوار سے ٹیک کر بیٹھا تھا، مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، ، ایمان افروز نورانی تقریر سے مجمع پر محویت طاری تھی، تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مجھ پر غنودگی کا غلبہ ہوا، خواب میں دیکھا، ایک عجیب دلکش نور سے پوری فضا منور ہے، درود و سلام کی سرور افزا آواز سے بیدار ہوا، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت منبر سے نیچے کھڑے دست بستہ "الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰه" پڑھ رہے ہیں، چشم مبارک سے قطرات ٹپک رہے ہیں اور پوری مسجد صلوۃ وسلام میں مشغول ہے۔

اعلیٰ حضرت کے آنسو جاری تھے اور جس والہانہ انداز سے محوِ صلوٰۃ وسلام تھے، وہ عجیب کیف افزا تھا، جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔

صلوٰۃ وسلام سے فارغ ہو کر اعلیٰ حضرت منبر پر تشریف لائے، آدھ گھنٹہ بعد دعا پر تقریر ختم ہوئی، مصافحہ، قدم بوسی میں ایک گھنٹہ صرف ہوا، ہم اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر قیام گاہ واپس ہوئے۔ راستہ میں چچا سے میں نے مسجد میں دورانِ وعظ خواب کا ذکر کیا، خواب کا واقعہ سن کر والد صاحب اور چچا صاحب میں یہ گفتگو ہوئی:

"اعلیٰ حضرت مدینہ منورہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت وعظمت وتوقیر و تعظیم پر بیان فرما رہے تھے، یکا یک کافی بلند آواز سے "الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ" کہہ کر منبر سے اتر کر، ہاتھ باندھ کر عجیب رقت آمیز آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے قبلہ رخ کھڑے ہو گئے، ولادت مبارکہ کا ذکر نہ تھا، نہ وعظ ختم کرنے کا ہی کوئی انداز تھا، اعلیٰ حضرت کی باطنی روحانی نظرِ مبارک نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں، اس لیے فوراً منبر سے اتر آئے، اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے لگے، بہت ہی بابرکت و باسعادت محفل تھی اور اعلیٰ حضرت کی بالکل ظاہری کرامت تھی۔"

قیام گاہ پہنچے تو اور بھی لوگ ہمارے ساتھ تھے، بیٹھ گئے اور والد ماجد نے مجھ سے میرے خواب میں نظارہ کی کیفیت دریافت فرمائی اور سن کر میری دونوں آنکھوں پر محبت سے بوسہ دیا اور فرمایا، ان شاء اللہ! تو بڑی قسمت والا ہے"۔

صبح حسب معمول ہم اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، عقیدت مندوں کا مجمع تھا، حضرت کھڑے ہو گئے، ہمارے مصافحہ وقدم بوسی کے بعد

حضرت نے والد کو پہلو میں جگہ دی، سب بیٹھ گئے۔

ایک صاحب سفید گھنی داڑھی، ترکی ٹوپی لگائے، اعلیٰ حضرت کے سامنے قریب بیٹھے ہوئے، آنسو جاری، کچھ ذکر کر رہے تھے، انہوں نے ذکر شروع کیا:۔

رات وعظ میں وہ مسجد کے درمیان دروازے سے لگے ہوئے بیٹھے تھے اور آنکھیں بند تھیں، محویت کے عالم میں دیکھا کہ ایک نور محیط ہو گیا ہے اور" **الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ** " کی آواز پر آنکھ کھولی تو سامنے سارا مجمع کھڑا صلوۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔ یہ سن کر والد ماجد نے عرض کیا، حضور یہی منظر برہان نے بھی دیکھا ہے، اعلیٰ حضرت نے صرف یہ فرمایا:۔

"یہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم تھا کہ تجلی فرمائی، الحمد للہ! (اکرام امام احمد رضا ص، ۸۷ تا ۸۰)

آپ کی شخصیت عظیم کیسے بنی:۔ مقولہ ہے کہ" آدمی بڑے سے جڑ کر بڑا بنتا ہے" آپ اس جملے پر غور کریں گے تو آپ بھی اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کوئی بھی آدمی صاحب کمال ہوا ہے تو کسی صاحبِ کمال کی اطاعت واتباع، اس کی تقلید و پیروی، اس کی صحبت و خدمت سے ہوا ہے۔ حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ ۲۰/ سال تک حضرت عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں رہے، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ سالہا سال حضرت علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت میں رہے، اور کمال حاصل کیا، لہٰذا یہ محقق وثابت شدہ ہے کہ بزرگ سے مل کر ہی کوئی بزرگ بنتا ہے، کچھ ایسا ہی حال ہمارے ممدوح مکرم کا بھی ہے، انہوں نے سالہا سال قطب الارشاد، مجدد اعظم، فقیہ عصر محدث زمن مجمع البحرین سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں رہ کر خوب

فیوض و برکات حاصل کیے۔ یہاں تک کہ فضل مولیٰ تعالیٰ سے برہان الحق والدین، برہان السنت، برہانِ ملت، مفتی اعظم مدھیہ پردیش اور مرجع الخلائق بن کر چمکے۔ قسمت نے قدم قدم پر یاوری کی، تائید الٰہی نے مساعدت کی، اتباع کرنے اور ولیوں کے پیچھے چلنے کا راز معلوم ہوگیا، وہ اس طرح کہ سیدنا اعلیٰ حضرت اور حضور عید الاسلام کے فیض سے باندرہ بمبئی کے ایک ولی اللہ مجذوب سالک صوفی مولانا محمد سلطان نقشبندی المتوفی ۱۳۲۶ھ کی بارگاہ اقدس میں حضور برہان ملت کا جانا ہوا اور ان سے وصیت اور دعا لینے کا زرین موقع ملا۔ دعا کرنے کی گزارش پر ان مجذوب بزرگ نے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ان کے پیچھے چلتا جا، تیرے پیچھے سب چلیں گے"

صرف اس ایک جملہ کا اثر تھا کہ حضور برہانِ ملت سیدنا اعلیٰ حضرت کی اتباع کرتے گئے، ان کے پیچھے چلتے گئے، دیندار و دنیادار سب آپ کے پیچھے چلنے لگے، آپ کی اتباع و پیروی کرنے لگے۔ علما بھی آپ کو اپنا قائد ماننے لگے اور ارباب سیاست بھی آپ کے پیچھے پیچھے رہے، واقعہ کی تفصیل خود حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی زبانی سماعت فرمائیے۔

"ایک روز اعلیٰ حضرت نے والد ماجد سے فرمایا، "آج عصر کے بعد ایک مجذوب بزرگ کی زیارت کے لیے باندرہ چلنا ہے، واپسی میں مغرب مہائم شریف میں ادا کر کے دعوت ہے، آپ عصر کے پہلے آجائیں" ہم لوگ حسب ارشاد عصر کے وقت حاضر ہو گئے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ باندرہ پہنچے۔ مسجد کے مشرق کی جانب ایک ٹین کے ہال کے باہر بڑا مجمع تھا، اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر مجمع نے راستہ دیا، حضرت کے پیچھے ہم لوگ ہال میں داخل ہوئے۔ تخت پر ایک بزرگ عمامہ

باندھے پیر تخت سے لٹکائے بیٹھے ہیں، دلائل الخیرات شریف دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کے بالکل متصل کیے ہوئے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کتاب بند کر دی۔ اعلیٰ حضرت سے مصافحہ کرتے ہوئے کچھ فرمایا، جو میں سمجھ نہ سکا، ہم سب قدم بوسی کر چکے تھے۔ تو ہم سب کو ایک بڑے ہال میں بٹھایا گیا، پورا ہال بھرا ہوا تھا، چند منٹ کے بعد وہاں کے منتظم خاص حاجی قاسم آئے، اعلیٰ حضرت سے عرض کیا، جو لوگ مجذوب صاحب کی زیارت کو آتے ہیں، ان کے لیے چائے، کافی، قہوہ تیار رہتا ہے، حضرت جو فرماتے ہیں، پلایا جاتا ہے۔ آپ حضرات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا، "چائے، کافی، قہوہ میں سے جو حضور فرمائیں وہ اس وقت پلایا جائے"۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، بزرگ نے چائے، کافی، قہوہ تینوں کا نام لیا ہے، اس لیے تینوں کو ملا کر پلایا جائے۔ چنانچہ ایک بڑے سماوار میں تینوں کو ملا کر پکایا گیا، ان دنوں بڑے پیالے چلتے تھے، بھر بھر کر دیئے گئے۔ رنگ دیکھا تو کراہت ہوئی، مگر لب سے لگایا تو اتنا لذیذ پایا کہ پورا پیالہ صاف کر دیا۔

والد ماجد نے مجھے آہستہ سے ہدایت فرمائی کہ واپسی کے وقت حضرت کے پیچھے رہنا اور بزرگ کی قدم بوسی کر کے اپنے لیے دعا کی درخواست کرنا، واپسی کے وقت میں اعلیٰ حضرت کے پیچھے رہا، جب حضرت مصافحہ کر کے آگے بڑھے، میں نے ان کے قدم پکڑ کر عرض کیا، "میرے لیے دعائے خیر فرمایئے"۔ بزرگ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ فرمایا، سندھی الفاظ تھے اور اعلیٰ حضرت کی طرف اشارہ کیا:۔

"اس کے پیچھے چلتا جا، تیرے پیچھے سب چلیں گے"

ہم جب واپسی کے لیے گاڑی پر سوار ہوئے، میں، اعلیٰ حضرت اور والد

ماجد کے درمیان بیٹھا تھا، اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا،" برہان میاں ! آپ نے مجذوب سے کیا کہا تھا ؟" میں نے جو کہا تھا، وہ اور اس کا جواب بتایا، اعلیٰ حضرت نے میری پیٹھ پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں برہان الحق، برہان الدین، برہان السنہ بنائے، آمین۔

والد اور چچا نے آمین کہا"۔

وصال شریف :۔ یہاں سے درج ذیل واقعات حضرت مولانا محمد حامد احمد صاحب کے ارشادات عالیہ کی بنیاد پر اپنے الفاظ میں تحریر کر رہا ہوں:

۸/دسمبر ۱۹۸۴ء بروز سنیچر بعد نماز مغرب سرکار برہانِ ملت علیہ الرحمہ پر چودہ سال بعد دل کا شدید وجانکاہ دورہ پڑا، ادھر پچھلے چند دنوں سے سرکار علیہ الرحمہ کافی نقاہت و کمزوری محسوس فرماتے رہے، مغرب کے وقت حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے ارادے کا اظہار فرمایا، تنفس کچھ زیادہ تھا، اسے دیکھ کر شہزادۂ مکرم ڈاکٹر مولوی محمد حامد احمد صاحب نے عرض کی، حضور! اپنے کمرے میں نماز ادا فرمالیں ہم باہر دفتر میں جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں، حضور نے نماز مغرب اپنے کمرے میں ادا فرمائی اور اوراد و وظائف سے فارغ ہوکر پلنگ پر لیٹ گئے۔ نماز مغرب سے فارغ ہوکر مولانا حامد میاں صاحب نے حضرت قبلہ سے اپنے دوا خانہ جانے کی اجازت چاہی، ارشاد فرمایا،" جاؤ جلدی آجانا" اور دعا دی، مولانا حامد میاں قدم بوسی کر کے اپنے مطب کے لئے روانہ ہوگئے، جاتے جاتے اپنے برادرِ معظم حضرت محمود ملت مدظلہٗ سے عرض کی کہ" بھیا! نماز کے قبل حضرت کو تنفس کا دورہ سا تھا، آپ حضرت کے ساتھ ہی ابھی کچھ وقت گزاریں، حضرت محمود ملت نے حامد میاں کو حیرت سے دیکھا اور فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر وہاں موجود رہے، تھوڑی ہی دیر کے بعد

حضرت پر دل کا دورہ پڑا، مولانا حامد میاں صاحب کو ان کے دوا خانہ خبر کی گئی وہ فوراً بھاگے ہوئے والد ماجد سرکار برہان ملت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

اس وقت ان کی سانسیں بہت تیز تیز چل رہی تھیں، فوری طور پر ڈاکٹر بھی آ گئے۔ آتے ہی انہوں نے انجکشن لگائے مگر کرب و بے چینی اور بڑھ گئی لٹایا جاتا تو فرماتے مجھے اٹھا کر بٹھا دو، ڈاکٹروں کی رائے اور طبی اصول سے حضرت کو لیٹے ہی رہنے کی گزارش کی گئی۔ مولانا حامد میاں اس وقت حضرت کے سرہانے بیٹھے تھے، حضرت قبلہ نے ان سے فرمایا۔ ”بیٹا مجھے خدا کے لیے بٹھا دو“ مولانا حامد میاں صاحب نے ان کا حکم پا کر سہارا دے کر اٹھا کر ان کے سر مبارک کو اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس وقت باوجود سخت بے چینی کے حضرت قبلہ برابر ذکر فرماتے رہے کہ یکا یک لبوں کی حرکت بند ہوئیں اور سانسیں بھی رک گئیں، اور سر مبارک ایک طرف کو جھک گیا مولانا حامد میاں صاحب نے سر مبارک کو سہارا دے کر غور کیا اور دیکھا کہ کیا معاملہ ہے، معلوم ہوا کہ سانسیں رک چکیں اور نبضیں ساکت ہو چکی ہیں، بس حامد میاں صاحب حضرت قبلہ سے لپٹ کر مضطرو بے اختیارانہ چیخ مار کر رو دیئے۔ پھر کیا تھا۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا، حضرت محمود ملت مولانا محمد محمود احمد صاحب سے بھی باوجود کوشش ضبط گریہ نہ ہو سکا مگر پھر بھی وہ گھر کے تمام افراد کو تسلی و تشفی اور صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہے، ان کی بزرگانہ شفقت اور تسلی و تشفی کے الفاظ سن کر مولانا حامد میاں صاحب نے حضرت کے سرِ مبارک کو آہستہ سے تکیہ پر رکھ دیا، ڈاکٹر جو کہ آچکا تھا اس نے نبض دیکھی۔ آنکھیں دیکھیں اور کہنے لگا۔ کہ، ”سب کچھ ہو گیا“

پھر وہ دواؤں کا بکس سمیٹتے ہوئے اور گھر کے تمام افراد کو تسلی و تشفی اور صبر

کرنے کے کلمات کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی وہ حضرت قبلہ کے کمرہ سے باہر بھی نہ ہو پایا تھا کہ اتنے میں محمد رفیق اسکوٹر والے بھاگتے ہانپتے کانپتے آکسیجن کا سلنڈر لے کر آ گئے۔

شہزادگان سرکار نے ڈاکٹر سے کہا کہ یہ آکسیجن اب تو آ گئی ہے، آپ کچھ تو کیجئے، اس نے جواباً کہا مولانا صاحب اب تک دس منٹ گزر چکے ہیں اب کیا ہو سکتا ہے، اگر فوری طور پر آکسیجن موجود ہوتی یا آجاتی تو کچھ کیا جا سکتا تھا، پھر فوراً ہی ڈاکٹر خود بول پڑا، لاؤ اچھا کوشش کرتا ہوں، اس نے نہایت سرعت دکھائی، آکسیجن لگائی اور سینہ پر آہستہ آہستہ مالش شروع کی اور ادھر گھر کے تمام افراد کی زبان پر سسکیوں اور آہ و بکا کے ساتھ فریادوں، التجاؤں، دعاؤں کی صدا بلند ہوتی رہی۔ ڈاکٹر جو ایک ہاتھ سے سینے پر آہستہ آہستہ مالش کر رہا تھا اور دوسرے سے حضرت قبلہ کا دست مبارک تھامے نبض دیکھ رہا تھا، یکا یک اس کے چہرے پر چمک کے ساتھ مسکراہٹ دوڑ گئی اور بے ساختہ و بے تابانہ مسرت کے ساتھ اچھلتے ہوئے بول اٹھا،، کہ مالک نے آپ کی دعائیں سن لیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے حضرت قبلہ کو ایک ٹھسکا لگا اور پھر دوسرا ابھی اور نبضیں جو ساکت ہو چکی تھیں دھیرے دھیرے معمول پر آ گئیں، اور سانسوں کی آمد و رفت بھی اعتدال کے ساتھ جاری ہو گئیں، حضرت قبلہ نے کسی دعا کا ورد کرتے ہوئے آنکھ کھول کر سبھی حیران و پریشان سامنے کھڑے لوگوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی اس نظر کرم نے ابھی ابھی غم واندوہ سے ہوئے نڈھال بے حال پژمردہ دلوں، مردہ ذہنوں کو زندگی ومسرت بخش دی، دلوں کے کنول کھل اٹھے، ذہنوں نے تازگی پائی۔

خالقِ کائنات کے اس کرم بے پایاں پر سرِ نیاز عبودیت، اس کے حضور

سجدۂ شکر کیلئے خم ہو گئے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں ہماری دعائیں قبول فرمائیں، گھر میں سکون واطمینان کا ماحول پھر بنا اور ڈاکٹر جو کافی دیر سے موجود تھا سب سے یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا "یہ مالک سے آپ سب کی دعاؤں اور بڑے حضرت بابا کی روحانی قوت کا کرشمہ ہے ورنہ نبضوں کے ڈوب جانے، سانسوں کے اتنی دیر ساکت رہنے کے بعد پھر ان کا لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد مولانا حامد میاں نے حضرت کے قریب پہنچ کر دریافت کیا کہ اب طبیعت کیسی ہے؟ ارشاد فرمایا، الحمد للہ ٹھیک ہے، پھر پوچھا کیا بجا ہے؟ عرض کیا اس وقت شب کے نو بجے ہیں، فرمایا کہ مجھے اٹھاؤ میں وضو کر کے عشا کی نماز پڑھونگا، عرض کیا گیا، ابھی تو بہت وقت ہے کچھ دیر آرام فرمالیں، آکسیجن لگی ہوئی ہے، تھوڑی دیر کے بعد نماز عشا ادا فرمالیجئے۔ اچھا فرما کر آنکھیں بند کر لیں ۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ حضرت قبلہ نے آستینیں چڑھائیں اور لیٹے لیٹے تیمم کیا اور پھر عشا کی نماز لیٹے لیٹے اشاروں سے ادا فرمائی۔ ادھر ڈاکٹروں نے اٹھانے بٹھانے سے سختی سے ممانعت کر رکھی تھی مگر حضرت قبلہ ہر نماز کے وقت فرماتے مجھے اٹھاؤ میں وضو کروں گا نماز پڑھوں گا۔ ان حالات میں ان کے حضور کچھ عرض کرنا اور انہیں اٹھنے سے روکنا سخت مشکل مرحلہ تھا مگر کسی نہ کسی عذر کو پیش کر دیا جاتا، اچھا فرما کر خاموش ہو جاتے، مگر تھوڑی دیر بعد اشاروں سے نماز ادا فرماتے نظر آتے۔

اسی طرح دس شبانہ روز گزرے۔ کبھی آکسیجن علیحدہ کی جاتی تو بیٹھ کر نماز ادا فرمالیتے ورنہ لیٹے لیٹے نمازیں ادا فرماتے رہے، گیارہویں دن ۱۹؍دسمبر ۱۹۸۱ء

کو حالت کافی روبہ اصلاح نظر آئی سارا دن گزر کر شب کا بیشتر حصہ سکون واطمینان سے گزرا، مگر بارہویں شب کے آخر حصہ سے پھر حالت میں بڑی تبدیلی ہوئی اور جیسے غشی کے دورے پڑنے لگے، مگر جب بھی ہوش آجاتا آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ ورد فرماتے نظر آئے۔

بارہویں دن صبح ہی سے حالت زیادہ غیر ہونے لگی شہزادگان عالی وقار مولانا محمد محمود احمد و مولانا محمد حامد احمد اور نبیرگان حضرت مولوی محمد مشاہد رضا و فیضان الحق و رضوان الحق صاحبان اور گھر کے تمام اعزہ واقارب انتہائی پریشانی وسراسیمگی کی حالت میں نظر آنے لگے۔ ڈاکٹروں کی ٹیم صبح ہی سے معالجہ کے لئے ہمہ تن مصروف رہی مگر سہ پہر ظہر کے بعد سے ناامیدیاں اور مایوسیاں بڑھتی ہی رہیں۔

شہزادۂ معظم حضرت مولانا محمد محمود احمد صاحب نے حکم فرمایا کہ حضرت کے حضور حاضر ہو کر یٰسین شریف کی تلاوت کرو، حسب حکم یٰسین شریف کی تلاوت کی گئی پھر نماز عصر کے بعد بھی یٰسین شریف کی تلاوت کی گئی۔

مولانا حامد میاں صاحب نے اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ارشاد فرمودہ دعا و ورد، جس کی حضرت برہان ملت کو اعلیٰ حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی تھی، پڑھنے اور اذان پڑھنے کا حکم فرمایا، اعلیٰ حضرت کا وہ ارشاد فرمودہ استغاثہ جسے حضرت برہان ملت بعد نماز فجر و بعد نماز مغرب، تین تین بار اول وآخر درود شریف کے ساتھ التزاماً ورد فرماتے تھے وہ یہ ہے۔

ءَاَذْكُرُ حَاجَتِيْ اَمْ قَدْ كَفَانِيْ حَيَاؤُكَ اِنَّ شِيْمَتَكَ الْحَيَاءُ
كَرِيْمٌ لَا تُغَيِّرُهُ ذُنُوْبٌ عَنِ الْخُلُقِ الْكَرِيْمِ وَلَا خِفَاءُ
رَسُوْلَ اللهِ فَضْلُكَ لَيْسَ يُحْصٰى وَلَيْسَ لِجُوْدِكَ السَّامِيْ انْتِهَاءُ

فَاِنۡ اَکۡرَمۡتَنَا دُنۡیَا وَ اُخۡرٰی فَلَیۡسَ الۡبَحۡرُ تَنۡقُصُہُ الدِّلَاءُ

اَغِثۡنِیۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ اَغِثۡنِیۡ اَغِثۡنِیۡ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ اَغِثۡنِیۡ

اَغِثۡنِیۡ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَغِثۡنِیۡ اَغِثۡنِیۡ یَا خَیۡرَ خَلۡقِ اللّٰہِ اَغِثۡنِیۡ

اَغِثۡنِیۡ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَغِثۡنِیۡ

اَغِثۡنِیۡ یَا خَیۡرَ خَلۡقِ اللّٰہِ اَغِثۡنِیۡ

یہ دعا حضرت قبلہ کے سامنے پڑھی گئی تو دیکھا گیا کہ حضرت علیہ الرحمہ بھی اس کا برابر ورد فرماتے اور اسی طرح اذان کے الفاظ بھی برابر دہراتے، نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا، نماز مغرب کے بعد پھر اذان پڑھی گئی اور ورد مذکور کیا گیا حضرت نے اس وقت بھی ورد فرمایا اور اذان کے الفاظ بھی دہرائے پھر سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کی گئی۔

ترجمہ:۔(۱) کیا مجھے اپنی حاجت و ضرورت آپ سے بیان کرنے کی ضرورت ہے، جب کہ آپ کی حیا مجھے کافی ہے، یقیناً آپ کی فطرت و عادت ہی میں حیا داخل ہے، (۲) آپ سخی و کریم اور مہربان ہیں اور کریم کو لوگوں کے گناہ اخلاقِ کریمہ سے نہیں روکتے ہیں۔اور آپ سے میرا حال پوشیدہ بھی نہیں ہے۔(۳) یا رسول اللہ! آپ کے فضل و کرم کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور آپ کی بلند و بالا سخاوت کی کوئی انتہا نہیں ہے (۴) اگر دنیا و آخرت میں آپ ہم پر کرم فرمائیں تو آپ جود و کرم کے سمندر ہیں، اور سمندر کے پانی کو ڈولوں کے ذریعہ نکالا ہوا پانی کچھ بھی کمی نہیں لا سکتا، (۵) اغثنی یا رسول اللہ! اغثنی یا رسول اللہ! (میری فریاد رسی فرمایئے، میری فریاد رسی فرمایئے)، یا حبیب اللہ! میری فریاد رسی فرمایئے، میری فریاد رسی فرمایئے، (۶) میری فریاد کو سنیئے یا نبی اللہ! میری فریاد سنیئے، یا خیر خلق اللہ، میری فریاد کو پہنچیے، میری فریاد کو پہنچیئے۔

ابھی سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت مکمل بھی نہ ہو پائی تھی کہ سرکار برہان ملت نے جان عزیز ذکر کے ساتھ جان آفریں کے سپرد فرماتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ادھر آستانۂ عالیہ کے باہر موجود تمام عقیدت مندوں کو حضرت کے وصال پر ملال کی خبر دی گئی کہ آج ۲۶؍ربیع الاول شریف ۱۴۰۵ھ؍ ۲۰؍دسمبر ۱۹۸۴ء شب جمعہ شام سوا چھ بجے حضور برہان الملت نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسی موقع پر جبل پور میں لوک سبھا الیکشن کی گہما گہمی پورے شباب پر تھی جلسے جلوس لاؤڈ اسپیکروں کے شور سے کان پڑے آواز سنائی نہ دیتی تھی کہ چند منٹوں میں حضور برہان ملت کے وصال کی خبر بجلی کی سرعت جیسی پھیل گئی۔ سارے شہر میں لاؤڈ اسپیکروں کا شور بند ہو گیا۔ سارے انتخابی جلسے جلوس اسی وقت حضرت علیہ الرحمہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد رد کر دیئے گئے اور تمام جگہوں کے انہیں اسپیکروں سے حضور کے وصال کی خبر نشر ہونے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا شہر غم واندوہ کی تاریکیوں میں ڈوب کر سوگوار ہو گیا اور الیکشن لڑنے والے سارے حریف جو ایک دوسرے پر کیچڑ اچھال رہے تھے، بہ یک زبان ہو گئے اور ایک ہی راہ پر چل پڑے اور آستانۂ عالیہ سلامیہ برہانیہ میں سرکار برہان ملت کے حضور آ کر ایک صف میں قطار باندھے خراج عقیدت پیش کر رہے تھے، شہر میں دو روزہ ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔ بلا تفریق مذہب وملت سارا شہر بند رہا۔

آستانہ عالیہ کے سامنے ہزاروں کا مجمع جمع ہو چکا تھا، اس لئے حضور علیہ الرحمہ کی آخری عام زیارت کے لئے انتظامات کئے گئے اور پھر زیارت کا یہ غیر منقطع سلسلہ انتالیس گھنٹے تک جاری رہا، جس کیلئے مقامی اور دور دراز سے آنے

والے ہر مذہب وقوم کے مرد وعورت زائرین نے سسکیوں، آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا۔

۲۲/دسمبر ۱۹۸۴ء کو صبح ساڑھے نو بجے حضرت کے جسدِ اطہر کو آستانہ عالیہ سے ان کی ابدی آرام گاہ کی طرف لے جانے کے لئے قریب ڈیڑھ لاکھ ہر مذہب وقوم وسماج کے لوگوں کے مجمع نے ڈھائی گھنٹے میں وہ مختصر راہ طے کی جو صرف آدھا گھنٹہ کی ہے، سوا بارہ بجے عیدگاہ کلاں رانی تال میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی ، وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت محمود ملت مولانا محمود احمد صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔نماز جنازہ کے بعد علمائے اہل سنت ومشائخ طریقت کے کاندھوں پر جنازہ لے جایا گیا، یہاں فرزندان مولانا محمد محمود احمد ومولانا محمد حامد احمد اور نبیرۂ سرکار مولانا محمد مشاہد رضا صاحبان دامت فیوضہم نے حضرت علیہ الرحمہ کو جد امجد مولانا شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ کے پہلو میں لحد میں اتار کر دنیا والوں کی نگاہوں سے روپوش کرنے کے آخری مراسم ان کی وصیت کے عین مطابق کر کے ۲۲/ ۱۲/ ۸۴ء کو دو پہر سوا بجے سپرد خاک کر دیا۔

تاریخ ۲۳/ ۱۲/ ۸۴ء کو صبح آٹھ بجے سوئم کی فاتحہ خوانی شروع ہوئی دو گھنٹے تلاوت قرآن کریم کے بعد نعت ومنقبت، پنج آیت وصلوٰۃ وسلام اور شجرۂ طیبہ پڑھے جانے کے بعد ایصالِ ثواب کیا گیا۔سوئم کی مجلس عظیم کے وقت حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب نائب مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب (بریلی شریف) حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب ، حضرت مولانا مفتی عبد الحلیم صاحب (ناگپور) پیر جمیل سلطانی صاحب (رامپور) کے علاوہ مقامی و

بیرونی علماء ومشائخ نے بھی کثیر تعداد میں شرکت فرمائی، شریعت وطریقت کے اصول واحکام سنت اسلاف کرام اور حضور برہانِ ملت علیہ الرحمہ کی وصیت کے مطابق ان کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت مولانا محمد حامد احمد صاحب نے اہم و ضروری اعلان فرمایا کہ سیدنا الوالد الماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کی وصیت کے مطابق میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت علیہ الرحمہ نے برادر معظم محمود ملت حضرت مولانا محمد محمود احمد صاحب قادری رضوی سلامی کو اپنا سجادہ نشیں اور مفتی اعظم مدھیہ پردیش مقرر فرمایا ہے، اس اعلان کے ہوتے ہی نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ غوثیت کے ساتھ حاضرین جلسہ نے محمود ملت زندہ باد کے نعروں سے اس کا خیر مقدم کیا، اور یقین واطمینان کا اظہار کیا۔

اعلان کے بعد سلسلۂ طریقت کی رسم کے مطابق خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے ان مناصب پر وصیت کے مطابق تقرر پر مبارکباد کے ساتھ تائید ودعا فرماتے ہوئے حضرت محمود ملت مولانا محمد محمود احمد صاحب کو خرقہ پہنایا اور عمامہ شریف باندھنے کی ابتدا بھی مبارک دعاؤں کے ساتھ فرمائی اور حضرت علامہ سبطین رضا خاں صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم نے دیگر تبرکات بھی ان کے سپرد فرماتے ہوئے اتمام فرمایا۔ پھر ان ہر دو اکابرین نے صاحب سجادہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت محمود ملت مولانا محمد محمود احمد صاحب دامت برکاتہم کو ان کے اسلاف کرام کی مسند رشد و ہدایت پر اپنی بزرگانہ شفقت اور مبارک دعاؤں کے ساتھ لے جا کر بٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک اس کے بعد جلسے میں آئے کثیر تعداد میں مسلمان مردوں اور عورتوں نے صاحب سجادہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ حضرت محمود ملت مدظلہ العالی کے حضور

حاضر ہوکر سلسلہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ میں بیعت کی۔

میونسپل کارپوریشن ضلع حکام اور مدھیہ پردیش حکومت کی طرف سے کمشنر جبل پور نے حضرت برہان ملت کے حضور خراج عقیدت پیش کیا۔ ۲۴/ ۲/ ۱۱/ ۸۴ء کو ملک کے وزیر اعظم راجیو گاندھی شام کو چار بجے جبل پور پہنچے ایک بہت بڑے انتخابی جلسے کو خطاب کرتے ہوئے سب سے پہلے حضور برہان ملت علیہ الرحمہ کے حضور خراج عقیدت پیش کیا بعدہٗ اپنی تقریر شروع کی۔

۲۵/ ۲/ ۱۱/ ۸۴ء کو صبح مدھیہ پردیش کے مکھیہ منتری ارجن سنگھ نے آستانہ عالیہ میں حاضر ہوکر صاحب سجادہ حضرت محمود ملت سے ملاقات کر کے تعزیت پیش کرتے ہوئے سرکار برہان ملت کے حضور پھر خراج عقیدت پیش کیا۔ (تذکرہ برہان ملت)

اولاد و احفاد

حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں موجود رہیں۔ بقیہ بچپن میں ہی وصال فرما گئیں۔

(۱) سب سے بڑی صاحبزادی، مقیم وساکن کراچی، پاکستان ہیں، جو زوجۂ عفیفہ (علیہا الرحمہ) حضرت مولانا عبد الودود صاحب قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ برادر عم وخلیفۂ حضور برہان ملت علیہ الرحمہ والرضوان ہیں۔ جن کا وصال دو سال قبل کراچی میں ہوا، سلسلہ قادریہ رضویہ سلامیہ میں جن کے توسط سے ہزارہا مریدین کی تعداد موجود ہے۔

(۲) سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد انوار احمد صاحب قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ کراچی، پاکستان ہیں، انہیں بھی سرکار برہان ملت علیہ الرحمہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ سلسلہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ میں ان کے

مریدین کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ آستانہ عالیہ رضویہ سلامیہ برہانیہ کے فیوض و برکات ان کے توسط سے آج بھی جاری وساری ہیں۔

(۳) شہزادۂ اوسط حضرت محمود ملت مولانا مفتی محمد محمود احمد علیہ الرحمہ جنہیں سرکار مفتی اعظم ہند حضرت آل الرحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب و مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت برہان ملت علیہم الرحمۃ والرضوان سے اسناد خلافت واجازت حاصل ہیں۔

(۴) شہزادۂ اصغر مولانا محمد حامد احمد صدیقی قادری رضوی سلامی دام اقبالھم ہیں، انہیں بھی حضور مفتی اعظم ہند و سرکار مفتی اعظم مدھیہ پردیش علیہم الرحمہ سے سندِ خلافت واجازت حاصل ہے، جبل پور میں ان کا بھی دواخانہ ہے، ان کی ذات اقدس بھی مرجع فیوض و برکات و مداوائے دردو درماں ہے،۔

(۵) سب سے چھوٹی صاحبزادی اہلیہ الحاج محمد فاروق شریف صاحب صدر بازار جبل پور ہیں، حاجی محمد فاروق شریف صاحب حضرت علیہ لرحمہ کے سگے بھانجے اور داماد بھی ہیں۔

(٦) نبیرۂ حضور برہان ملت، شہزادۂ حضور حامد ملت، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، زیب سجادہ حضرت مولانا حکیم مشاہد رضا برہانی دامت برکاتھم العالیہ

نمونۂ مضامین

یہ مضمون حضرت نے امام احمد رضا کانفرنس میں پڑھنے کے لئے تحریر فرمایا تھا، جو ۸۸ ۱۳ھ میں سرزمین ناگپور میں منعقد ہوئی تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلما

الحمد للہ الذی صلی علی حبیبہ محمد وجعل رضائہ رضاہ والصلوۃ والسلام علی من حمد اللہ تعالیٰ بحمد لا یحمدہ سواہ فکل حمد لا حمد وکل صلاۃ لمحمد فاطلب من اللہ الاحد الاحمد رضاء محمد علیہ وعلی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم الغوث الاعظم وعلیٰ کل من ینتمی الیہ صلوات الواحد الصمد ، اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد المأۃ الحاضرۃ مؤید الملۃ الطاھرۃ سنام نور الایمان انسان عین الاعیان الذی لم یکتحل بمثلہ طرف الاوان قطب المکان غوث الزمان ، برکۃ الاعیان آیۃ من آیات الرحمٰن سیدنا وسندنا ومرشدنا واستاذنا العلامہ احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقدسنا باسرارہ ونفعنا بمیامنہ وبرکاتہ فی کل زمان ومکان۔

اعلیٰ حضرت کی ذات والا صفات علم وفضل وکمال کا ایسا نور بار آفتاب ہے، جس کی ظاہری خوبی یہ ہے کہ بے پایاں علوم کی روشن شعائیں صراط مستقیم شریعت کے لئے اور روحانی سلاسل مقدسہ کی باطنی معنوی انوار افروز کرنیں رہروانِ راہ طریقت کے لئے آج بھی بظاہر افق حیات دائمی میں پردہ پوش ہو

جانے کے باوجود تاباں و درخشاں اور اہلِ سنت و جماعت کے لئے ایمان افروز مشعل ہدایت ہیں، جس طرح حیات ظاہری میں دنیائے اسلام اور چمن وگلزارِ سنیت کے لئے بارانِ رحمت تھیں۔

ابو داؤد کی حدیث شریف میں ہے، ”اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِأۃِسَنَۃٍ مَنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا“۔یعنی بے شک اللہ تعالٰی اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسی ذات کومبعوث فرمائے گا جواس امت کیلئے دین کی تجدید فرماتا رہے گا۔

اس حدیث شریف کے مطابق ہر صدی کے شروع میں مجدد تشریف لاتے رہے اور اپنے اپنے زمانے کے ماحول کی مناسبت سے سنت کو بدعت سے، ہدایت کو ضلالت سے علاحدہ وممتاز فرماتے رہے اور اہلِ بدعت وضلالت کے سروں کو کچل کرانہیں ذلیل کیا، مجدد کا یہی منصب ہے، حاشیہ نووی شریف میں اسی حدیث کے تحت فرمایا،”ای یبین السنۃ من البدعۃ و یذل اھلھا“ یعنی مجدد سنت کو بدعت سے علیحدہ اور آشکار فرمائے گا اور اہلِ بدعت کو ذلیل کرے گا۔

مجدد کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ جب لوگ کتاب وسنت کے عمل کو ترک کر رہے ہوں اور سنت مٹتی جارہی ہو تو سنت کو زندہ رکھے اور مقتضائے کتاب وسنت پر عمل کے لئے حکم دے اور کوشش کرے، سراج منیر میں علقمی سے ہے۔”معنی التجدید الاحیاء مااندرس من العمل بالکتاب والسنۃ والامر بمقتضاھما“یعنی تجدید دین کا معنی ہے کتاب وسنت پر عمل کو زندہ کرنا جو مٹتا جارہا ہے اور کتاب وسنت کے منشا کے مطابق حکم جاری کرنا۔

عین الودود میں ہے۔”قال السیوطی عن سفیان بن عیینۃ

بلغنی انه یخرج بکل مأۃ سنة بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجل من العلماء یقوی اللہ به الدین"۔

یعنی امام سیوطی نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی کہ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد یقیناً ہر سو سال پر علماء میں سے ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ دین کو قوت دے گا۔

مرقاۃ الصعود میں اپنے وقت کے مجدد علامہ اجل امام جلال الدین سیوطی سے روایت ہے۔ والذی ینبغی ان یکون المبعوث علیٰ راس الماۃ رجلا مشهورا معروفا مشارا الیه وقد کان قبل کل مأۃ ایضا من یقوم بامر الدین والمراد بالذکر من انقضت الماۃ وهو حی عالم مشهور مشار الیه ۔یعنی اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ ہر صدی کے شروع میں جسے تاج مجددیت سے سرفراز فرمایا جائے ایسا شخص ہونا چاہیئے جو علم و فضل وکمال وتقویٰ وسیرت میں مشہور ومعروف ہو اور دینی معاملات میں اسی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور صدی شروع ہونے سے پہلے بھی اس نے امر دین کو مضبوط رکھا ہو اور اس ذکر سے مراد یہ ہے کہ ختم ہونے والی صدی میں وہ ہونہار مجدد زندہ ہو مشہور عالم ہو اور اس زمانے کے علما کا مشار الیہ ومرجع ہو علوم کے تعدد، تنوع و درجات کے لحاظ سے۔

عون الودود میں امام جلال الدین سیوطی سے روایت ہے۔

ذهب بعض العلماء الی ان الاولی ان یحمل الحدیث علی عمومه فلا یلزم ان یکون المبعوث علی راس الماۃ رجلا واحدا بل قد یکون واحدا فاکثر فان انتفاع الامة بالفقهاء وان عم فی امور

الدین فان انتفاعھم بغیر ھم کاولی الامر و اصحاب الحدیث والقراء والواعظین واصحاب طبقات من الزھاد کثیرا اذ ینفع کل بفن لا ینفع فیه آخر ۔ یعنی بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ حدیث شریف کو اس کے عموم معنی پر رکھا جائے اس سے یہ لازم نہ ہوگا کہ ہر صدی کے شروع میں بھیجا جانے والا مجدد ایک ہی شخص ہو بلکہ ایک ہو یا زیادہ کیونکہ امت مسلمہ کو اگر چہ عام طور پر دین کے معاملات میں فقہائے کرام ہی سے کام پڑتا ہے لیکن امت کے بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جن کا فقہاء کے علاوہ دوسرے اکابر سے بھی تعلق ہوتا ہے جیسے اولوالامر (اصحابِ حکومت) محدثین، قارئین، واعظین اور مختلف طبقات کے زہاد وغیرھم بکثرت حضرات ہیں کیونکہ ہر شخص جس فن سے تعلق رکھتا ہے اس فن کے امام ہی سے نفع حاصل کر سکتا ہے، دوسرے سے نہیں۔

چودہویں صدی کے مجدد اعظم

تصریحات بالا کے مطابق ہر صدی میں مجدد تشریف لائے اور ماحول کے مطابق احیاء سنت وتجدید دین متین بھی فرمائی۔

ہمارے مجدد اعظم سیدنا استاذنا مرشدنا اعلیٰ حضرت مجدد ماۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے لمحات مقدسہ پر نظر ڈالی جائے تو ولادت سراپا سعادت سے وفات حسرت آیات تک ہر لمحہ حدیث شریف اور اس کی شروح و توضیحات کے مطابق الحرف بالحرف نظر آئے گا اور بعض واقعات وحالات غیر معمولی نوعیت کے ایسے ملیں گے جنہیں خرق عادات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ولادت شریفہ ماۃ ماضیہ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں ہوئی، چار سال کے ہونے پر عموماً بچہ کی بسم اللہ شروع کرائی جاتی ہے، لیکن مجددیت عظمیٰ کی پہلی

علامت یہ ہے کہ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن کریم کا ناظرہ ختم فرمالیا، چودہ سال کی عمر عام طور پر کھیل کود کی ہوتی ہے، تعلیم کی طرف رجحان کم ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت نے چودہ سال کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تکمیل فرما کر مسندِ افتاء کو زینت بخشی ،اور والد ماجد کو اس عظیم ذمہ داری سے سبکدوش فرما دیا، مجددیت عظمیٰ کی دوسری نشانی تھی ۱۲۸۶ھ میں مسندِ افتاء پر جلوہ افروز ہوکر حسب تصریح امام علامہ سیوطی علیہ الرحمہ" وقد کان قبل کل مأۃ ایضا من یقوم بامر الدین" مجددیت کے راس ماۃ سے پہلے ہی امر دین کو سنبھالا اور بڑے عمر رسیدہ علماء اسلام کے مرجع ومشار الیہ ہوئے۔

ہندوستان کے انقلابی دور میں مجدد اعظم کا جہاد بالقلم:

۱۸۵۷ء کے بعد کا دور بڑا سخت انقلابی آزمائشی دور تھا۔ ۱۸۷۰ء میں جب آپ نے افتاء کی ذمہ داریاں سنبھالیں اس وقت ہندوستان کی سیاست بہت پیچیدہ اور الجھی ہوئی تھی، سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو چکا تھا، طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، امن مفقود تھا اور مسلمان انگریز کا مشق ستم بنا ہوا تھا، چونکہ مسلم سلطنت انگریز کے دست بد کا شکار ہوئی تھی، مسلمان ہی کے وقار واقتدار کو انتشار میں تبدیل کرنے کی تدبیریں انگریز کے زیرِ غور تھیں، انگریز جانتا تھا کہ مسلمان کا مذہب ہی سب کچھ ہے، اس لئے جس طرح ہو اسے مذہب سے بیگانہ بنا کر ہی ہندوستان پر چین سے حکومت کی جا سکتی ہے، چنانچہ ایسے لوگوں کو تلاش کیا، جو با اثر اور اس مقصد کے لئے موزوں ہوں، ہندوستان کا مسلمان سنی العقیدہ حنفی مذہب سچا مسلمان تھا، سنیت پر مضبوطی کے ساتھ متحد تھا، مسلمانوں کے اس اتحاد وارتباط کو پارہ پارہ کرنے کے لئے شاطر انگریز کو ایسے لوگوں کی تلاش میں زیادہ دقت نہیں

ہوئی، جو بظاہر مقطع مسلمان اور مسلمانوں میں با اثر اور با رسوخ تھے اور جن کے ذریعہ آسانی سے مسلمانوں میں مذہبی تفریق و انتشار کی بنیاد ڈالی جاسکتی تھی۔ چنانچہ ایک طرف اسمعیل دہلوی نجدی ملحدانہ عقائد وخیالات کی تبلیغ کے لئے اور اس کے گرو سید احمد رائے بریلوی زہد وتصوف کے لباس میں مل گئے اور دوسری طرف دہریت ونجدیت کی تبلیغ کے لئے سر سید احمد خاں مل گئے اور بد مذہبیت، وہابیت، دہریت کی ہوا نے ہندوستان کے اندر سنیت کو مکدر کرنا شروع کر دیا۔

کتاب وسنت پر عمل تو در کنار ایمان کے اصل الاصول محبت وتعظیم وتوقیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نجدیت و وہابیت کے تیغ وتبر چلائے جانے لگے، اللہ تعالیٰ کی طرف امکان کذب منتسب کیا گیا۔ ختم نبوت سے انکار کیا گیا، علم غیبِ نبوی کو معاذ اللہ بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے برابر قرار دیا گیا، یارسول اللہ کہنا شرک، ذکر میلاد مبارک کو کنھیا جنم سے تشبیہ دی گئی۔ نماز میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ومسعود یاد اور تصور کو معاذ اللہ اپنے گھر کے گدھے اور گائے کے خیال میں غرق ہو جانے سے بدرجہا بدتر کہا گیا وغیرہا من الھذیات والکفریات۔ العیاذ باللہ تعالیٰ من مثل ھذہ الابلیسیات۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا "یجدد لھا دینھا" نووی نے اس کی شرح کی "یبین السنۃ من البدعۃ و یذل اھلھا" سراج منیر نے علقمی سے تجدید کا معنی بتایا "احیاء ما اندرس من العمل بالکتاب والسنۃ والامر بمقتضاھما" تو تجدید کا مطلب اور مقصد ظاہر ہے کہ مجدد کی وسیع نظر دیکھ رہی ہو کہ مبتدعین وضالین کی ریشہ دوانیاں دین متین کے کس پہلو کو کرید رہی ہیں اور کس بدعت وضلالت کی ترویج ہو رہی ہے، اور کتاب وسنت کے

کن اعمال صالحہ کا اندراس ہورہا ہے۔

مأۃ حاضرہ کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عاقبت میں وسعتِ نظر نے دیکھا کہ قرن شیطان نجد کا دہلی سے خروج ہوا اور اس کی ناپاک تحریک مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے قدم بڑھا رہی ہے سید اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت شان، رفعت مکان اور سرکار کی محبت جو عین ایمان، ایمان کی جان ہے، اس سے مسلمانوں کو بیگانہ کیا جارہا ہے اور اس زندقہ والحاد کی تحریک کو انگریز کی پشت پناہی تقویت پہنچارہی ہے، سیاسی طوائف الملوکی کے ساتھ مذہبی تفرقہ پردازی بڑھتی جا رہی ہے ایمان اور دین کے قزاق مسلمان کے روپ میں اسلام اور مذہب کا نام لے کر وہابیت نیچریت کی ایمان سوز تحریک اور مہلک مذہب زہر کو پھیلا کر مسلمانوں کے حقیقی اسلام ہی کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

مسند افتاء پر رونق افروز، تاج افتاء سے مزین، علم وفضل وکمال کی معراج شہرت پر نمایاں، علماء وقت کا مشار الیہ فضلاء زماں کا مرجع، صغیر السن مفتی اعظم قائم باموار الدین علامۂ اجل مولانا احمد رضا خاں رضائے احد و رضائے احمد کے لئے کمرِ ہمت باندھ کر تجدید مأۃ حاضرہ کے لئے ماۃ ماضیہ میں سنانِ قلم وشمشیر لسان کے ساتھ میدان علم میں اعداء دین کو للکارتا ہوا تشریف لے آیا۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ہر فرقہ فاسد و باطل اور ان کے ہر فقرۂ کاسد و عاطل کا قرآن وحدیث واصولِ معقول ومنقول سے وہ رد فرمایا اور ایسے ایسے قوی دلائل قاہرہ سے ان کے پرخچے اڑائے کہ اعدائے دین کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی اور علمائے اہل سنت

کے دل باغ باغ ہو گئے اور عوام اہل سنت کے ایمان تازہ ہو گئے۔ جو کیدِ شیطان سے متاثر ہو رہے تھے راہِ راست پر آ گئے اور امام علامہ سیوطی کے ارشاد "وقد کان قبل کل ماة ایضا من یقوم بامر الدین" کے مطابق دین متین اسلام وسنیت مکرِ ماکرین و کیدِ شیاطین سے محفوظ رہا۔

ابھی مأۃ حاضرہ شروع نہیں ہوئی، مگر مجدد کی شان پوری آن بان کے ساتھ اپنا سکہ بٹھا رہی ہے اور لوہا منوا رہی ہے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

کمال علمِ مجدد اعظم

سراج منیر شرح جامع الصغیر کے ارشاد کے مطابق "المجدد انما هو بغلبة الظن بقرائن احواله والانتفاع بعلمه" یعنی مجدد اپنی مجددیت کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اس کے قرائن احوال اور اس کے علم سے انتفاع پر غلبۂ ظن سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ مجدد وقت ہے۔

یہ غزالیِ وقت، رازیِ زماں، سیوطی دوراں، اس صغر سنی میں جامعِ معارف وحقائق، کاشفِ معانی و دقائق، واقف معقول ومنقول، ہادیِ فروع و اصول، مرجع العلما، منبع العلوم، قرائن احوال اور انتفاع بعلمہ الحال سے بتا رہا ہے کہ مستقبل قریب میں تاج مجددیت سے سرفراز ہوگا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

روشن پیشانی ظاہر کر رہی ہے کہ یہ مجدد معمولی مجدد نہ ہوگا۔

چنانچہ ۱۲۹۴ھ میں جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو سید السادات والکرام

حضور پر نور اقدس مولانا مرشدنا حضرت سید آل رسول احمدی علیہ الرحمہ نے شرف بیعت کے ساتھ سندِ خلافت واجازت علوم دینیہ شرعیہ وسلاسل مقدسہ، سندِ حدیث وغیرہا سے سرفراز فرمایا۔ تو حضرت اقدس نے یہ تمغۂ امتیازی بھی بخشا کہ اگر خدا مجھ سے یہ سوال کرے گا کہ تو میرے پاس کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔ یہ حضرت اقدس کی مجددِ اعظم کے لئے پیشین گوئی تھی۔

۱۲۹۵ھ میں حرمین طیبین حاضری کا شرف ہوا، شافعی مصلّٰی کے امام مولانا شیخ محمد حسین بن صالح جمل اللیل نے، جن سے کبھی پہلے تعارف نہ تھا، پہلی ہی ملاقات میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا دستِ اقدس اپنے دست مبارک میں لے کر چہرۂ مقدس کو دیر تک غور سے دیکھا پھر پیشانیِ مبارک دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر فرمایا" انی لاجد نور اللہ من ھٰذا الجبین "یعنی بلا شبہ میں پیشانی سے اللہ کا نور جھلکتا پا رہا ہوں، یہ مجددیت عظمیٰ کا نور تھا جو پیشانیِ مقدس سے جھلکا اور نور آنکھوں کو نظر آیا۔

امام شافعی ممدوح کے علاوہ اس وقت کے علماء حرمین طیبین نے ہمارے تئیس سالہ بحر العلوم کی مقدس پیشانی اور منور چہرہ پر علوم کاملہ وفراستِ صادقہ اور فضل وکمال کی چمکتی شعاعوں میں پڑھ لیا کہ یہ ہونہار نوجوان شریعت وطریقت و حقیقت ومعرفت کا جامع اور دین متین کا ایک مضبوط ومستحکم ستون ہونے والا ہے۔ اور تمام علوم وفنون کے حقائق ومعارف میں بڑے بڑے عمر رسیدہ علماءِ اعلام وفضلاءِ کرام کے زانوئے ادب اس کے اقتدارِ علم اور وقارِ علم کے آگے جھکنے والے ہیں۔

علامہ جمل اللیل موصوف علامۂ اجل سید احمد بن زین دحلان مفتی شافعیہ علامہ محقق مولانا عبد الرحمٰن سراج مفتی حنفیہ وغیرہم علماء مکہ مکرمہ ومدینۂ طیبہ نے

ہمارے ہونہار مجدد اعظم کو اسناد حدیث وفقہ وغیرہا اور اجازت متینہ سے مشرف فرمایا۔ تیرہویں صدی پوری ہورہی ہے اور علماء عرب وعجم وہند کی نظریں اس نور بار تقدس آثار پیشانی کی طرف لگی ہوئی ہیں، استفادۂ علوم ظاہری وصوری ومعنوی کے ساتھ مجددیت عظمٰی کے آثار وقرائن بھی دکھ رہے ہیں، اوران کے مجلیٰ قلوب شہادت دے رہے ہیں کہ" من انقضت المأة وھو حی عالم مشھور مشار الیہ" کا صحیح مظہر یہی ذات عالی صفات ہونے والی ہے۔

مجدد مأة حاضرہ

تیرہویں صدی کا آفتاب غروب ہوا اور چودہویں کا ہلال خیر ورشد افق مغرب پر نمودار، جاننے والوں نے" ربی وربک اللہ" سے اس کا خیر مقدم کیا اور دعا مانگی " اللّٰھم انا نسئلك خیر ھذہ السنۃ اللّٰھم انا نعوذبك من شرِّ ھذہ السنۃ"

یکم محرم الحرام ۱۳۰۱ھ کا آفتاب عالمتاب ۱۱رفروری ۱۸۸۳ء جمعرات کو پوری تابانی کے ساتھ افق مشرق پر چمکا اور ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم نے فرمایا،" اب صدی بدلی ہمیں بھی اپنا رنگ بدلنا چاہیئے، سبحان اللہ! کتنا ذومعانی ارشاد ہوا کہ اب تک جو کچھ حقائق ومعارف ومسائل حل کئے گئے اور معاندین حق اور اہلِ باطل کے ردو ابطال میں جو اقدامات ہوئے وہ ایک مفتی کی حیثیت سے تھے اور اب چودہویں صدی میں جو ہوگا وہ مجدد کی حیثیت سے ہوگا اور علوم قدیمہ وجدیدہ کے ہر شعبہ پر قلم رواں ہوگا، علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ کے کسی گوشہ کو تشنہ نہ چھوڑا جائے گا، ہر باطل کی مکمل سرکوبی کی جائے گی اور حق کو پوری تابانی کے ساتھ واضح کیا جائے گا، ہر اس سنت کو جس کی جانب سے توجہ ہٹتی جارہی ہے زندہ کیا جائے گا اور ہر اس بدعت کو

جو بڑھتی جا رہی ہے مٹانے کی کوشش کی جائے گی، ہر مفسد، معاند، حق پوش، باطل کوش، بددین، بدمذہب، بدعقیدہ کو جہاد بالقلم کے ذریعہ کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اور ناموس رسالت اور شانِ اولیاء کرام کی صیانت وحفاظت کے لئے زندگی کا ہر لمحہ وقف کردیا جائے گا۔

امام علامہ سیوطی نے بعض علماء کے حوالہ سے فرمایا، " الاولی ان یحمل الحدیث علی عمومه فلا یلزم ان یکون المبعوث علی راس الماۃ رجلا بل قد یکون واحداً فا کثر الخ " یعنی یہ ضروری نہیں کہ ایک وقت میں ایک ہی مجدد ہو، ہوسکتا ہے کہ ہر علم وفن اور طبقہ کے لئے علیحدہ علیحدہ کئی مجدد ہوں۔

مجدد اعظم

چودہویں صدی کے ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمہ کے علم وعمل و کردار و گفتار کے ہر قرینہ سے ظاہر و ہویدا ہوگیا کہ ایک وقت میں کئی مجدد کبھی ہوئے ہوں گے یا آئندہ کبھی ہوں مگر چودہویں صدی کا مجدد اعظم ان تمام علوم وفنون کا جامع اور آئندہ تمام باریک سے باریک مسائل پر حاوی ہے، جن کی حاجت اس دور میں اور آئندہ رہے گی حسب ارشاد قرآن کریم " ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ، وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ " چودہویں صدی کا مجدد اعظم بفضل رب اکرم مظہرِ اتم ہے اس سرکار اعظم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتِ کاملہ کا جسے بشارت عظمیٰ دی گئی " وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا " جس کی شان عظمت مکان ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ کے علوم کا احصاء اس افقر آستان احقر برہان کے امکان سے بالا تر ہے، کچھ علوم کی فہرست پیش کرنے کا شرف حاصل کرلیا جائے، قرآن کریم، تفسیر، قرأت، اصول تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، فقہ، اصول فقہ، معقول، منطق، کلام، ادب، معانی، بیان، بدائع، بلاغت، صرف، نحو، عروض، قوافی، تصوف، سلوک، تواریخ (حالات واقعات) فن تاریخ (اعداد) سیر، مناقب، لغات، ہندسہ، حساب، جبر و مقابلہ، ریاضی، ہیئت، طبعیات، نجوم، جفر، اوقاف، تکسیر، توقیت، لوگارثمات وغیرہا۔ بعض وہ علوم جن پر یورپ کو امتیاز وفخر تھا اور یوروپ ہی ان علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور جو صرف انگریزی میں تھے ان پر عبور ایک کرامت تھی۔

چودہویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ علوم کب اور کیسے اور کس سے حاصل کئے جب کہ آپ نے صرف اپنے والد ماجد علامہ زماں فاضل دوراں حضرت مولانا مفتی شاہ محمد نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوا کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہیں کیا اور اکثر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت ممدوح ہی سے حاصل کیے، انگریزی کا کسی سے ایک حرف نہ پڑھا مگر اعلیٰ حضرت ان تمام علوم کے نہ صرف جامع بلکہ بعض علوم کے مصلح بھی تھے۔

یہی کہا جاسکتا ہے کہ حدیث شریف میں ” اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى “ فرمایا گیا شان مجددیت عظمیٰ کی ایک نہایت دلکش اور نمایاں مثال ہے کہ علوم عدیدہ عجیبہ کی یہ جامعیت الہامی طور پر بھی فراستِ صادقہ کے نور مبین سے عطا فرمائی گئی، ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ، یہ بھی خوارق عادات سے ایک خرق عادت ہے۔

فقہ واحکام شرعیہ وعلوم اسلامیہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بلند پایہ مجدد ہونے کی شہادت آپ کا مجموعۂ فتاویٰ ہے جس کا تاریخی نام "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں تقریباً ایک ہزار صفحات ہیں۔ یہ فتاویٰ مبارکہ اگرچہ مسائل فقہیہ اور جزئیات فقہیہ کا نہایت ہی مدلل اور مکمل جامع فتاویٰ ہے مگر بیشمار نازک تر ضمنی مسائل اور دوسرے علوم وفنون کا ایسا نادر ذخیرہ ہے جو فقہاء متقدمین اور متاخرین کی مبسوط مصنفات میں بڑی سرگردانی اور کاوش کے بعد مل سکیں، اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فتویٰ علامہ جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل صاحب حافظ کتب حرم مکہ مکرمہ نے دیکھا، بے انتہا حیرت واستعجاب ومسرت کے ساتھ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمہ کی خدمت میں تحریر روانہ فرمائی جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد اعلیٰ حضرت کو مخاطب فرماتے ہیں "شیخ الاسلام بلا مدافع و وحید العصر بلا منازع" پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں "واللہ اقول والحق اقول انہ لو رأھا ابو حنیفۃ نعمان لا قرت عینہ ولجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب "یعنی اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور بالکل حق کہتا ہوں کہ بے شک اس فتویٰ کو اگر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو بلا شبہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور یقیناً اس فتوے کے مولف کو امام اعظم اپنے اصحاب، امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر رضی اللہ عنہم میں شامل فرماتے۔ اعلیٰ حضرت مجدد ماۃ حاضرہ علیہ الرحمہ کی مجددیت عظمیٰ کی کیسی بین شہادت ہے الحمدللہ۔

"الاجازات المتینۃ" سے بالاختصار یہ ایک شہادت پیش کی گئی، تفصیل کے لئے ندوہ کے ردوابطال میں "فتاویٰ الحرمین" اور وہابیہ دیوبندیہ کے ردوابطال

میں "حسام الحرمین" کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ علماء عظماء واکابر حرمین طیبین نے کیسے عظیم ورفیع ووقیع کلمات عزیزہ سے مجدد مائۃ حاضرہ علیہ الرحمہ کو خطاب فرمایا اور یگانۂ زمانہ، وحید العصر امام وقت مجدد مائۃ حاضرہ کی مجددیت عظمیٰ پر کیسی زبردست شہادتیں دیں۔ متعنا اللہ تعالیٰ وقدسنا باسرارہ ونفعنا ببرکاتہ۔

رسالہ مبارکہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" تو اعلیٰ حضرت مجدد ماۃ حاضرہ کی ایسی نمایاں زندہ کرامت عظیمہ ہے، جس کی مثال صدیوں پہلے سے صدیوں بعد تک نہ ملے گی، جس نے شریف مکہ سے خراج مجددیت وصول کیا۔ اور نہ صرف علماء حرمین طیبین بلکہ اس وقت مکہ مکرمہ میں موجود دنیائے اسلام کے تمام علمائے اعلام نے "الدولۃ المکیہ" کو سن کر مصنف علیہ الرحمہ کے وہبی علم وفضل وکمال تحقیق پر صدائے تحسین وآفریں بلند کی اور فتوائے مذکور کی تصدیق کو اپنی سعادت عظمیٰ تصور کیا اور نہایت فصیح وبلیغ خطابات کے ساتھ خراج عقیدت ومحبت پیش کرتے ہوئے تقاریظ لکھنے کا شرف حاصل کیا، اسی کے ساتھ بیعتوں، اجازتوں، خلافتوں کا لامتناہی سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک آپ مدینہ طیبہ پہنچ کر سرکار ابد قرار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار رحمت بار سے زیارت روضہ مقدسہ کے ساتھ روحانی فیوض وبرکات کا شرف حاصل کر کے مراجعت فرمانہ ہوئے۔ حرمین طیبین میں خادم حرمین طیبین، شریف مکہ اور دنیائے اسلام کے علمائے اعلام، صوفیائے کرام، اتقیائے عظام، محققین ذوی الاحترام کی جانب سے یہ اعزاز واحترام اور اظہارِ عقیدت وانقیاد کا اتنا زبردست اہتمام اس بات کی نہایت واضح اور بین شہادت ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف ہندوستان کے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے مجدد اعظم ہیں۔

متعنا اللہ تعالیٰ والمسلمین بفیوضہ الروحانیۃ وقدسنا باسرارہ الطاھرۃ ونفعنا بعلومہ الفائضۃ وبرکاتہ العالیۃ

نمونۂ خطبۂ صدارت

یہ خطبۂ صدارت حضرت اقدس برہان ملت قدس سرہ نے بہار صوبائی کانفرنس میں لاکھوں عوام کے مجمع میں سرزمین سیوان میں پیش کیا، یہ کانفرنس جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیرِ اہتمام ۱۳۸۸ھ میں منعقد ہوئی تھی،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی صلی علی نبینا و حبیبہ محمد مع ملئکتہ و امر المؤمنین للصلوٰۃ والسلام علیہ ورفع ذکرہ وجعل رضائہ رضاہ والصلوٰۃ والسلام علی من حمد اللہ تعالیٰ بحمد لم یحمدہ احد سواہ فکل حمد للہ الاحمد، وکل صلوٰۃ و کل سلام لحبیبہ محمد فاطلب من اللہ الاحد الاحمد رضا ءمحمودہ محمد علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وابنہ الاکرم الغوث الاعظم وعلیٰ کل من ینتمی الیہ، صلوات اللہ الواحد الفرد الصمد،

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اھۡتَدَیۡتُمۡ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ. صدق اللہ ربنا العلی العظیم وبلغنا رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العلمین،

میرے آقائے نعمت سرکار برہان نواز، محی الملۃ والدین شیخ الاسلام والمسلمین حضور پرنور مفتی اعظم ہند و حضرات علمائے اعلام و مشائخ کرام و جناب صدر مجلس استقبالیہ وعمائد و داعیان و اراکین و مہتممین بہار سنی کانفرنس واخوان واخوات ملت ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

شکوہ وشکریہ:

دارالاخیار صوبہ بہار کے اس عظیم الشان باوقار اجتماع میں اکابر ملت، علماء امت، مشائخ طریقت، اساطین شریعت، ہادیان و رہنمایان اہل سنت، اساتذۂ کرام، مقررین عظام سیاسی، ملکی، قانونی مکاتب خیال کے مفکرین ذوی الاحترام کے درمیان ایک گمنام صوبہ مدھیہ پردیش اور بدنام شہر جبل پور کے گوشہ نشین خادم دین، ہیچمدان برہان کے ضعیف وناتواں کاندھوں پر اس تاریخی پرشوکت وشان اجلاس بہار سنی کانفرنس کی صدارت کا بار رکھا گیا، جس بے مثال نورانی اجتماع میں ہندوستان کے مایہ ناز اکابر علماء اہل سنت حاملان شریعت محافظان سنت وسنیت، ارباب حل وعقد کو سر جوڑ کر سنت اور اہلِ سنت کے حال پر غور وفکر کر کے سنیوں کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کرنا اور قیادت کے متلاشی بے یار و مددگار سنیوں کے مضطرب قلوب کے سکون واطمینان کی منزل بتانا ہے اور مستقبل کو سنبھالنا ہے ایسے اہم ترین مسائل کے پیش نظر کسی عظیم المرتبت اور دورِ حاضر کی سیاسی پیچیدگیوں پر عمیق النظر مفکر کو زینت مسند صدارت بنانے کے بجائے ایک نا اہل گمنام گوشہ نشین کو بنا دیا، اس برمحل شکوہ کے بعد اس حقیر نوازی اور عزت افزائی پر جذبات تشکر وامتنان کے ساتھ تمام اکابر ملت سے طالب دعا ہوں کہ حبیب لبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں، حضور پرنور غوث اعظم قطب عالم سلطان بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے طفیل و وسیلہ و برکت سے اور میرے روحانی باپ میرے مرشد برحق میرے استاذ محترم امام اہل سنت مجدد دین وملت مرجع انام شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی روحانی توجہات قدسیہ اور میامن و برکات لطیفہ سے اپنے فرائض وقت اور خدمات صدارت کو بطریق احسن انجام دے سکوں اور علامۂ اعز مولانا ارشد القادری اعزہ اللہ تعالیٰ وایدہ بفیضہ القوی کے جذبات فلاح وصلاح قوم کو عظماء اہل سنت کی رہ نمائی میں پورا کرسکوں وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب۔

پیش لفظ:

اکابر امت و اخوان ملت ! دنیا کی وہی قومیں زندہ ہیں جن کی روایات زندہ ہیں، جن کا ضابطۂ حیات زندہ ہے، جن کا دستور العمل زندہ ہے، جن کے اسلاف کے حالات و واقعات زندہ ہیں، روایات کی زندگی کا دار و مدار اسلاف کرام کی زندہ جاوید سوانح حیات، ان کی ہدایات وخیالات، ان کے حالات و واقعات، ان کے اقوال وارشادات کی زندگی پر ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے اصول وضوابط اعمال وافعال کے لئے درس اور مشعل راہ ہیں، یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ دنوں ہفتوں، مہینوں، سالوں کے دور وتسلسل اور تداول لیل ونہار کے درمیان، محدثات جدید خیالات اور بدلتے ہوئے طرزِ حیات کو اپنے ان اسلاف کرام وہادیانِ عظام، ورہنمایان ذوی الاحترام کے محفوظ و منضبط ارشادات و اصول وہدایات کے ساتھ موازنہ کریں اور ان کے اقوال وافعال کو اطوار و عادات کو اور ان کے مواعظ ونصائح کو اس موازنہ کے لئے شمع ہدایت بنائیں۔

حضرات ! آج کا انقلابی دور بڑا آزمائشی اور مزلۃ الاقدام دور ہے، انسان

آزاد خیال، آزاد اخلاق، آزاد عقائد، آزاد مذہب، اس ناپاک آزادی کے دور میں ان گستاخ اور بے باک باغیوں کی بغاوت تمام عزتوں، عظمتوں، رفعتوں کے مالک سرکار ابد قرار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ عرش پائے گاہ میں خفیہ سازش کی طرح چل رہی تھی اور کھل کر اس بغاوت کی آگ کو بھڑکانے کی جرأت نہ تھی۔ اب یہ دینی مذہبی باغیانہ سرگرمیاں آزادی کے ساتھ کلمہ اور نماز کے پردہ میں جماعت اسلامی کے نام پر اجتماعات کر کے عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور سنیت سے باغی بنا کر اہل سنت میں وہابیت کی بغاوت کو آزادی کے ساتھ پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

قرون مشہود لہا بالخیر کا ابتدائی دور بھی دین کے باغیوں اور منافقوں سے خالی نہ تھا، منافقوں کی مذمت میں قرآن عظیم کی متعدد آیات کریمہ اور احادیث مقدسہ ان کے وجود کی شاہد ہیں اور نجد سے اس زہریلے پودے کے نکلنے کی پیشین گوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی تھی، انہیں مشہود لھم بالشر منافقین کی نسل سے نجدیت، وہابیت کا ظہور کم وبیش ڈھائی سو سال پہلے نجد سے ہوا، اس دینی مذہبی بغاوت کی داستان تو بہت طویل ہے مگر کسی قدر سیر حاصل تبصرہ وتنقید سے کم از کم آج کل کے دیوبندیوں، تبلیغیوں، مودودیوں کے اجتماعات و اعلانات و خیالات کا حال "ما تخفی صدورھم اکبر" کچھ نمایاں ہوجائے گا۔

عزیزان ملت! اس بغاوت و وہابیت کی ابتدا ابن عبدالوہاب سے ہوئی، یہ اپنی تقریروں میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتا۔

"ایھا المجانین لم لا تقولون یا اللہ وھو معکم فای حاجۃ الی المجئ الی محمد والرجوع الیہ" یعنی اے پاگلو! یا اللہ کیوں نہیں کہتے

جبکہ وہ تمہارے ساتھ ہے ایسی حالت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے اور ان کی جانب متوجہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ کہا۔

" اما السابقون فاللات والعزی والسواع واما اللاحقون فمحمد وعلی وعبد القادر والکل سواء " یعنی اگلے کفار مکہ لات وعزی و سواع کو پوجتے تھے اور یہ مکہ کے بتوں کے نام ہیں اور یہ پچھلے مسلمان لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، علی اور عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پوجتے ہیں۔ اور یہ سب برابر ہیں"۔

بغاوت وشقاوت انتہائی متشددانہ اور قابل غور فقرہ " والکل سواء " ہے اس میں ایک تیر سے دو وار کیے پہلا وار یہ کہ لات وعزی اور سواع تینوں بت اور معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، علی اور عبدالقادر رضی اللہ عنہما (نقل کفر کفر نہ باشد) بت ہونے میں برابر ہیں دوسرا وار یہ کہ کفار مکہ جو ان بتوں کو پوجتے تھے اور مسلمان جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی اور غوث اعظم رضی اللہ عنہم کے دامن عقیدت سے وابستہ ہیں سب برابر ہیں ، یہ وہابیت ونجدیت کے باغیانہ وملحدانہ عقیدے کی ابتدا ہے کہ یہ تینوں معظم ومحترم ہستیاں اور وہ تینوں ذلیل بت برابر ہیں اور ان ذلیل بتوں کے ماننے والے کفار ومشرکین اور ان تینوں محبوبان ومقبولان بارگاہ رب العزت تبارک وتعالیٰ سے عقیدت رکھنے والے مسلمان ایک پلے پر ہیں ، معاذ اللہ ، اسی ابن عبد الوہاب نجدی نے کہا تھا ، " انما ھو طارش وقد مضی " یعنی وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ایک ڈاکیہ تھے جو گزر گئے۔ اسی ابن عبدالوہاب کا قول ہے ، " محمد قد مات ولم یبق فیہ نفع اصلاً " (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مر گئے اور اب ان سے کوئی نفع نہیں رہا۔ اس نے اپنے وعظوں مجلسوں میں اعلان کیا ، برادرانِ ملت !

"اِنّی اجیئکم بالدین الجدید" (یعنی میں تمہارے پاس نیا دین لے کر آیا ہوں) "ان الدین عند اللہ الاسلام" یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، اور "رضیت لکم الاسلام دیناً" میں راضی ہوں اس پر کہ تمہارا دین اسلام ہے، جو دین اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ تمہارے لئے اپنی رضا کا سبب بنایا اور پسند فرمایا، وہ ابن عبد الوہاب کے "محمد قد مات ولم یبق فیہ نفع اصلاً" کے ساتھ معاذ اللہ ختم ہوا اور اب اس دین اسلام سے بغاوت کر کے "انی اتیتکم بدین جدید" کے مطابق ابن عبد الوہاب کے نئے دین کو اختیار کر کے بجائے محمدی سنی کے وہابی ہو جاؤ۔" اعاذنا اللہ تعالیٰ ووقانا من شر کل شیطان و اعوانہ" یہ ابتدائے بغاوت وہابیت کے چند غلیظ نمونے پیش کئے گئے اس کی کتاب التوحید میں ایسی گندگی خوبصورت الفاظ میں جابجا ملے گی۔

سنی مسلمانوں سے جہاد

ستر ہویں صدی عیسوی میں ابن عبد الوہاب نجدی نے بلاد عرب کے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر ان سے جہاد فرض بتایا۔ ان دنوں ترکوں اور انگریزوں میں کشیدگی شباب پر تھی۔ نجدی نے انگریزوں سے ساز باز کر کے عرب ترک سنیوں کے ساتھ جہاد کا نعرہ بلند کیا، مکہ معظمہ، طائف شریف، مدینہ طیبہ میں علماء وعوام کا قتل عام کیا، کیونکہ اس کے نزدیک اس کے دین جدید کو نہ ماننے والے سب مشرک تھے اور مشرک سے جہاد کر کے اس کو اپنے ناپاک نئے دین وہابیت کی تبلیغ واشاعت کرنا تھی۔ اس اجمال کی تفصیل وہابیان ہند کے ایک مورخ مسعود عالم ندوی کی کتاب "ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک" میں دیکھی جا سکتی ہے، جس میں نجدیوں کے مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ اور حرم شریف کو شرک وبدعت

کی آلودگی سے پاک کرنے کا فخر کے ساتھ مزے لے لے کر بیان کر کے ہندوستان میں نجدیت ووہابیت کے داخلہ کو پہلی اسلامی تحریک کہا ہے۔

جب نجدیوں نے حرم کعبہ میں ظلم وستم کی انتہا کردی اور چن چن کر علمائے کرام کو شہید کر دیا تو مدینہ طیبہ پہنچے، جب ان کے گرو گھنٹال شیخ الاسلام کی نظر مزار مقدس پر پڑی تو اشارہ کر کے بولا۔ "ھٰذا صنم اکبر" یہ سب سے بڑا بت ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس طرح حرمین طیبین میں بلاد عرب، اور مقامات مقدسہ کے سنی مسلمان مرد وعورت بچے علما اور عوام نجدیت وہابیت کی بغاوت کے ظلم وستم سے کوئی نہیں بچا اور نجدی ابن عبد الوہاب اور اس کی اولاد کو فخر تھا کہ اس نے مشرکوں کو قتل کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں ابن عبد الوہاب کے عقائد و مظالم کو مختصر الفاظ میں یوں واضح فرمایا ہے۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوھاب الذین قد خرجوا من نجد وتغلبوا علیٰ الحرمین ھم کانوا ینتحلون مذھب الحنابلہ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرک واباحوا بذلک قتل اھل السنۃ و قتل علمائھم حتی کسر اللہ شوکتھم و ضرب بلادھم و ظفرھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف۔

"یعنی جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبد الوہاب کے پیروؤں سے ہوا۔ وہ نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر مسلط ہوئے۔ وہ حنبلی ہونے کا بہانہ کرتے تھے، لیکن وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ صرف وہی مسلمان ہیں، جو ان کے عقیدے

کے مخالف ہیں وہ سب مشرک ہیں اور اس عقیدہ کی وجہ سے وہابیوں نے اہلِ سنت اور ان کے علما کا قتل مباح قرار دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو اجاڑ کر برباد کر دیا اور ان پر اسلامی افواج کو فتح عطا فرمائی۔ یہ واقعہ سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا"۔

یہاں تک کہ ابن عبدالوہاب نجدی نے "کتاب التوحید" میں اپنے تشدد و تعصب کی حد کر دی، لکھتا ہے، "مشرکوا ذٰلك الزمان اخف کفراً من مسلمی هذا الزمان" (یعنی زمانۂ رسالت کے مشرکین (ابوجہل وغیرہ) کا کفر آج کل کے مسلمانوں سے بہت ہی ہلکا تھا، پھر یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف نجد یا عرب کے مسلمان مشرک ہیں، اس لئے اس کی بھی وضاحت کر دی)۔

انی ادعو کم الی الدین و جمیع ما هو تحت السبع الطباق مشرك علی الاطلاق ومن قتل مشر کا کان له الجنة (یعنی میں تمہیں دین کی دعوت دیتا ہوں اور جو مخلوق ساتوں آسمان کے نیچے ہے وہ سب کی سب مطلق مشرک ہے اور جس نے مشرک کو قتل کیا اس کیلئے جنت ہے، یہاں قدرتی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن عبدالوہاب کے باپ دادا استاذ وغیرہ تو اس کے ملعون دین کے پابند نہ تھے، ان کے متعلق اس کی کیا رائے ہے، تو اس نے ظاہر کر دیا کہ، "مشائخی ومشائخهم الی ست ماة سنة کلهم مشرکون" (یعنی میرے پیر اور ان پیروں کے پیر سب کے سب چھ سو سال سے برابر مشرک ہیں، یہ لکھ کر اس نے اسلام اور شریعت محمدیہ سے بغاوت و شقاوت کی انتہا کر دی، اور اس پر آخری مہر لگا دی، انا للہ وانا الیہ راجعون، غرض کہ وہابیت و نجدیت کے معلم اول کے دین محمدی اسلام سے بغاوت اور سنیت سے بغاوت کا یہ مختصر خاکہ ہے۔

ہندوستان میں بغاوت و وہابیت ونجدیت مولوی اسماعیل دہلوی کے ذریعہ آئی ، ابن عبد الوہاب نجدی کی "کتاب التوحید" اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" اور "صراط مستقیم" نے ہندوستان بلکہ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک کہا اور ان سے جہاد کی تحریک پھیلائی ،مولوی اسماعیل نے سید احمد رائے بریلی کو اپنا مرشد بنا کر دونوں نے انگریز سے ساز باز کی ،شاطر انگریز کو اچھے آلۂ کار ہاتھ لگے، ان کے شرک کے فتووں نے مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا اور وہ جذبۂ جہاد جو انگریزوں کے خلاف ہندوستان کے امام المجاہدین علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی عنایت اللہ وغیرہما علمائے اہل سنت نے پیدا کیا تھا، انگریزوں کے (Divide and Rule) (ڈِوائڈ اینڈ رول) کے بھینٹ چڑھ گیا ،مجاہدین اہل سنت قید فرنگ کی مصیبتوں میں ڈال دیئے گئے سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو چکا تھا،مولوی اسمعیل دہلوی نے اپنے پیر سید احمد رائے بریلی کے تقدس کا ڈھنڈورا پیٹ کر ہندوستان کے مجاہدین آزادی کے رخ کو سکھوں سے جہاد کا حیلہ بنا کر سرحد کے سنی مسلمانوں کی ریاستوں کی طرف پھیر دیا اور باغستان کے خالص مسلم خطہ کو انگریزوں کے زیر اقتدار لانے کے لئے وہی سرگرمی دکھائی جو ابن عبد الوہاب نجدی نے حرمین طیبین ومقامات مقدسہ عربیہ پر تسلط کیلئے اختیار کی تھی ، ہندوستان کے پیر اور مرید کی ان مساعی شنیعہ وقبیحہ کے لئے مالی امداد کے پہنچانے کا ذریعہ مولوی اسحاق دہلوی تھے ،آخر یہ پیر اور مرید دونوں اپنے اس مقصد شر میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی سرحد کے بہادر اور غیور سنی مسلمانوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ گئے ، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شعروں میں ان کے عقائد واعمال کا نہایت نفیس خاکہ کھینچا ہے۔

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٔ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے
یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زباں پہ چوڑھا چمار ہے

وہابیان ہند کے ان سر کردہ اور پیشوا باغیوں کی باغیانہ سازشوں اور سرگرمیوں کا نہایت مکمل خاکہ میرے مخدوم و بزرگ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی کی کتاب "اسباب زوال" میں ملاحظہ فرمائیے، جس میں ممدوح نے مسعود عالم ندوی کی کتاب "ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک" اور مرزا حیرت دہلوی کی کتاب "حیات طیبہ اور تواریخ عجیبہ" اور "تذکرہ الرشید" اور پادری ہوجز کی ڈکشنری آف اسلام اور بھی کتابوں کے مستند حوالوں سے باوجود اختصار کے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بحث کی ،تقویۃ الایمان، صراط مستقیم ،اور کتب وہابیہ کے ردو ابطال میں حضرات علمائے اہل سنت کی تصانیف شائع ہو چکی ہیں، جن کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے بے حد مفید ہے، اس بغاوت دینی و مذہبی اور وہابیت کے باغیوں کا کیا حشر ہوا آج تک پتہ نہ لگا کہ سرحد کے بہادر سنی مسلمانوں نے اسے کہاں ختم کر دیا، البتہ وہابیوں کے معلم ثانی کے ناپاک اثرات ضرور ہندوستان میں باقی رہ گئے۔

وہابیت و دیوبندیت:

معلم ثانی کی بغاوت دینی مذہبی اور وہابیت سے دیوبند، گنگوہ، تھانہ بھون وغیرہا شمالی ہند کے علاقے متاثر ہوئے اور نجدیت کی چنگاریاں ملک میں پھیلنے لگیں، ہندوستان میں عالمگیر سنیت کی فضا مکدر ہونے لگی ،انگریز کے دور حکومت میں جسے مذہبی آزادی کا نام دیا گیا۔اس آزادی کا یہ اثر ہوا کہ اور بغاوت وہابیت

نے بعض مدعیان علم کے خیالات کو اتنا گندا کر دیا کہ ذات الٰہی کو معاذ اللہ امکان کذب کا نشانہ بنایا گیا کتاب وسنت پر عمل درکنار ایمان کے اصل الاصول محبت و توقیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نجدیت وہابیت کے تیغ و تیر چلائے جانے لگے، ختم نبوت سے انکار کیا گیا، علم غیب نبوی کو العیاذ باللہ بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے علم کے برابر قرار دیا گیا، یا رسول اللہ کہنا شرک کہا گیا، ذکر میلاد مبارک کو کنہیا کے جنم سے مشابہت دی گئی، نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک ومسعود یاد کو معاذ اللہ اپنے گھر کے گدھے اور گائے کے خیال میں غرق ہو جانے سے بدر جہا بدتر کہا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام صفات کریمہ ومحاسن جلیلہ کے مقابل بشریت کو اہمیت دے کر بشریت سے متعلق رذائل کو ذات گرامی سے منسوب کیا جانے لگا۔ وغیرھا من الھذیانات والکفریات، العیاذ باللہ تعالیٰ من ھذہ الخرافات والابلیسیات۔

سنیت واہل سنت

سنی کی مختصر جامع تعریف یہ ہے کہ جس کا یہ عقیدہ مضبوط ومستحکم ہو "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔" لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات جامع الکمالات ہے تخلیق عالم وآدم کا سبب یہی ذات ستودہ صفات ہے، ع۔ مقصود ذات اوست دیگر جملگی طفیل۔ میرے استاذ ومرشد برحق حضور پرنور اعلیحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت علامہ فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنیت کا نقشہ کیسے نفیس انداز میں کھینچا ہے اور ایمان کی بات تو یہ ہے کہ یہی عین ایمان ہے۔

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اس مختصر رباعی میں حضرت مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے پاکیزہ انداز میں ایمان کی جان کو روشن فرمایا ہے۔

حضرات! سنی وہی ہے جس کے ایمان کی جان ذات قدسی صفات سید اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ظاہر ہے کہ تمام عزتوں کا خالق، تمام عظمتوں کا مالک جسے عزت و محبت و رفعت سے سرفراز فرمائے، جس کی اطاعت اور غلامی کو اپنی محبت کا ذریعہ بتائے، جس کی محبت ہی عین ایمان اور ایمان کی جان ہو اس ذات مقدس کو اسی عظمت شان و رفعت مکان کے انتہائی جذبات عالیہ کے ساتھ دل میں جگہ دینا اور اس کی بارگاہ عرش میں سر نیاز عقیدت کو جھکانا ہی سنیت کی جان ہے۔ شعر

وانسب الی ذاته ما شئت من شرف
وانسب الی قدره ما شئت من عظم

نمونۂ تقریر

نوٹ : یہ تقریر حضرت برہانِ ملت علیہ الرحمہ نے میونسپل کمیٹی جبل پور کے میرج ایکٹ کے خلاف مسجد کوتوالی کے سامنے ۱۹۳۶ء میں عظیم الشان جلسۂ احتجاج میں فرمائی تھی

آپ نے اپنے اس جلسہ کی خدمتِ صدارت مجھ فقیر کے سپرد فرمائی، شکریہ! دنیا کی ہر قوم، ہر مذہب، ہر ملت کے بڑے بڑے دماغ والے فلاسفر، نکتہ رس علماء اور پنڈتوں نے اگر مذاہب سابقہ ولاحقہ کے قوانین مروجہ وضوابط متعارفہ میں سے کسی مذہبی قانون کے استحکام اور ضابطہ کی مضبوطی کا لوہا مانا تو وہ ہمارے پاک اور مقدس اسلام ہی کا اٹل قانون ہے، دنیا کی کوئی قوت کوئی طاقت کوئی سلطنت کوئی حکومت ہمارے دین متین اور شریعت اسلامیہ کے اصول وقوانین میں سے کسی ایک اصل وقانون میں ساڑھے تیرہ سو سال سے اس وقت تک کوئی ترمیم اور تنسیخ نہ کرسکی اور نہ کرسکتی ہے اور نہ ان شاء اللہ قیامت تک کرسکے گی، آج تہذیب کی علمبرداری کا دعویٰ کرنے والے مذاہب و اقوام امریکہ، یوروپ، ایران، چین، جاپان، اور ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے تمدن ومعاشرت پر ناز کرنے والی، ہستیاں، کمیٹیاں، انجمنیں اور جمعیتیں اپنی تہذیب ومعاشرت کے ترتیب اصول وضوابط میں ہمارے روشن و مستحکم قوانین ہی کے منت کش ہیں، ہمارا عقیدہ ہے اور نہایت پختہ اور بالکل حق عقیدہ ہے کہ ہمارا اسلام، ہماری شریعت، ہمارا دین متین ایسے مکمل اور تام قوانین واصول وضوابط کا حامل ہے، جن میں ایک شمہ برابر شائبۂ ریب وشک کی گنجائش نہیں کسی دین نے اپنی صداقت، اپنی حقانیت،

اپنے کمال کا اتنا موثق وموکد دعویٰ نہیں کیا جیسا ہمارے دین برحق نے دعویٰ فرمایا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔ آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارے دین کو اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت اور راضی ہوں تمہارے لئے کہ تمہارا دین اسلام ہو۔ کیا کوئی مسلمان، کوئی ایمان دار، کوئی اسلام کا دعویدار، جس کا قرآن عظیم پر، اس کی ہر آیت کے ہر جز پر ایمان ہو، ایک منٹ کے لئے اس بات کو گوارا اور پسند کرے گا کہ اس کے مبارک، پاک، مقدس اور مکمل دین میں کوئی غیر شخص یا کمیٹی یا طاقت دست انداز ہو کر اس کے قوانین میں اپنی رائے کو دخل دے کر مطلق کو مقید یا مقید کو مطلق بنانے کی کوشش کرے۔ ہرگز نہیں، منجملہ اصول معاشرت کی ایک اصل نکاح ہے اور اسلام میں عقد نکاح کا مسئلہ خاص اور خالص مذہبی شرعی اسلامی قرار داد ہے، اپنی وضع مقرر اسلامی پر جس اطلاق شرعی مذہبی کے ساتھ وہ منضبط اور معمول و معروف چلا آرہا ہے وہ قطعاً نا قابل تقیید و ترمیم ہے، رہے گا اور تمام مذہبی مسائل اسی موضوع کے تابع رہیں گے۔

قال تعالیٰ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"

آج جبل پور کی میونسپل کمیٹی کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ آپ کے خالص اور خاص مذہبی اصل وضابطہ کو اپنی ایجاد بندہ قید وبند کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنے ناجائز قانون کا پابند بنائے۔ ابھی آپ کے سامنے وہ مسودہ قانون پیش کیا گیا اور سنا دیا گیا جو میونسپل نے بنایا اور پاس بھی کرا لیا کہ مسلمان اور ہندو اپنے یہاں کی شادیوں کو میونسپل کمیٹی جا کر درج رجسٹر کرائیں اگر درج رجسٹر نہ کرایا تو ان پر

کیس قائم کرکے ان پر پچاس روپئے تک کا جرمانہ کیا جائے گا، مانا کہ یہ قانون ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے ہے، ہندؤوں کے یہاں چونکہ ابتدا ہی سے شادیوں کے لئے نہ وکیل ہوتے ہیں نہ شاہد، جو کچھ ہے وہ برہمن ہے اور اسی طرح ان کے یہاں شادیوں کے اندراج رجسٹر کا میرے خیال میں کوئی قاعدہ بھی نہیں، اس لئے وہ شادی تو کیا اپنے تمام معاشرتی امور کے لئے میونسپل سے قوانین بنوا سکتے ہیں۔

مگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہیں اسلام خود ایک مکمل قانون ساز مذہب ہے اسلام نے تیرہ سو سال پہلے جو قوانین مرتب فرمائے وہ نہ بدلے نہ بدلیں گے، حالانکہ دنیا بھر کے قوانین بنے اور بدل گئے، تو اسلام کے ایک آزاد عام حکم مذہبی کو اپنے ساختہ پرداختہ بیہودہ قید وبند سے جکڑ کر اس مفسدانہ تصرف کا نام قانون رکھنا اور اس شرانگیز تصرف سے پاک وصاف اصلی حکم مذہب اور اس کے محکوم کا نام جرم و مجرم قرار دے کر بے قصور مسلمانوں کو ستانے اور ان پر مقدمہ چلانے کی تجویز اور رزولوشن (Resolation) پاس کرنا تعصب کی کند چھری سے انصاف کا خون کرنا ہے، جسے مسلمان ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کر سکتا ہے، اس تجویز اور تحریک کے محرک اور پیش کنندہ کا جو نام پیش کیا گیا، وہ ایک ایسی ہستی کا نام ہے، جو اپنے مسلمان ہونے کی دعویدار ہے، تف ایسے مسلمانوں پر جو اغیار کے ساتھ کمیٹیوں میں بیٹھ کر بجائے مفاد اسلام و مسلمین کے مسلم کش پالیسی اختیار کریں اور اسلام فروشی سے کام لیں، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عقد نکاح کیلئے اسلام اور شریعت مطہرہ نے کیسا مضبوط ضابطہ مقرر فرمایا ہے، نکاح کے لئے رکن ہے اور شرط ہے، رکن یہ کہ لڑکا اور لڑکی اگر بالغ ہیں، تو اصالۃً یا وکالۃً یا لڑکا اصالۃً اور لڑکی کی طرف سے وکالۃً جیسا کہ ہمارے بلاد کا عرف ہے، ایجاب وقبول کریں، لڑکے کی طرف سے اگر

ایجاب کے کلمات کہے جائیں کہ میں نے فلاں کی لڑکی فلانہ کو اس قدر مہر پر اپنے عقد میں لیا تو لڑکی یا اس کے وکیل کی طرف سے قبول کا کلمہ کہا جائے کہ میں نے قبول کیا، یا لڑکی یا اس کے وکیل کی طرف سے کہا جائے کہ فلاں کی بیٹی فلانہ کو اس قدر مہر پر تمہارے عقد میں دیا، لڑکے نے کہا میں نے قبول کیا، یہ ایجاب وقبول ہوا لیکن یہ رکن ایجاب وقبول اس وقت تک بے کار ہے جب تک شرط پوری نہ ہو، یعنی مسلمان گواہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں اس ایجاب وقبول کے پورے کلمات کو اپنے کانوں سے نہ سن لیں، پھر اگر لڑکا یا لڑکی یا دونوں نابالغ ہیں تو اس ایجاب و قبول کے لئے ولی کا ہونا بھی شرط ہے، نابالغوں کا نکاح نہ اصالۃً درست ہے نہ وکالۃً دیکھئے اسلام اور شریعت مقدسہ نے عقد نکاح کے متعلق کتنی مکمل صورت آپ کے سامنے پیش فرمادی یہ عقد نکاح کا ایک سرسری خاکہ تھا، جو فقیر نے عرض کیا، قابل نفرت ہیں وہ مسلم ممبر جو ایسے ناپاک قانون کو مسلمانوں کے سر مڑھنے کی کوشش اور اس کی حمایت کر رہے ہیں اور قابل تعریف وستائش ہیں وہ مسلم ممبران جنھوں نے آزادی کے ساتھ اپنے فرض مذہبی کا احساس کرتے ہوئے اس مخلِّ دینِ اسلام قانون کی دلیرانہ مخالفت کی، اس قانون سے مسلمانون کے قلوب میں ہیجان ہے۔ اگر اس کو میونسپل کمیٹی نے منسوخ نہ کیا اور لوکل گورنمنٹ نے اس کو رد کر کے اپنی انصاف پسندی کا ثبوت نہ دیا تو وہ وقت دور نہیں جبکہ مسلمان اپنے مذہبی جذبات کے زیرِ اثر نہ معلوم کیا کر گزریں گے، لہٰذا میونسپل کمیٹی جبل پور کے امن عام میں خلل ڈالنے کی کوشش نہ کرے، بدامنی پیدا نہ کرے، شورش نہ پھیلائے ورنہ اس کے بعد جو امن شکن اور بدنتائج برآمد ہوں گے، ان کی ذمہ داری تمام میونسپل کمیٹی ہی کے سر عائد ہوگی، پیشتر جب یہ مسودہ قانون پیش ہوا اور مسلمانوں کو

اس کا علم ہوا، انجمن اسلامیہ جبلپور اور جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور نے اور بعض محلوں کی مسلم جماعتوں نے اس تجویز کے خلاف اپنی رائے اور اس قانون پر اعتراض لکھ کر پیش کر دیا تھا، ساتھ ہی ساتھ میں ان مسلمانوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں، جو اس مزاحم دین و مذہب قانون کی حمایت میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ اگر چہ انگلیوں پر گن لئے جانے کی تعداد میں ہیں، مگر سن لیں قرآن عظیم کا ارشاد عالی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

(پ۔۵۔س۔نساء۔آیت ۶۵)

یعنی اے حبیب قسم ہے تمہارے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک تم کو وہ اپنا حکم نہ بنالیں اپنے معاملات میں جو ان کے درمیان پیدا ہوئے پھر جو حکم تمہاری طرف سے نکلا اس کے متعلق نہ پائیں اپنے دلوں میں ذرا بھی حرج اور اسے تسلیم کر لیں جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول ہونا صحت عقد نکاح کے لئے کافی ہے، اب اس پر زائد قید جو کسی قسم کا حرج پیدا کرے وہ ناجائز اور ممنوع ہے، ایسے ناقص اور امن شکن شورش انگیز قوانین کو زبردستی شریعت مطہرہ کے ظاہر اور کھلے قوانین کے اندر دخل انداز ہونے دینا، اغیار کی نظروں میں اسلام کو ضعیف اور قابل ترمیم صورت میں پیش کرنا "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کا صریح انکار ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ثابت قدمی عطا فرمائے، دین متین

پر استقامت بخشے اور ایسی ناپاک امن شکن جدت طرازیوں کے قعر مذلت میں گرنے سے بچائے۔ میں جماعت ظاہرین علی الحق کی طرف سے آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ آپ نے اپنی شرکت سے جلسہ کو کامیاب بنایا اور اس کی مساعی جمیلہ سے ہمدردی ظاہر کر کے اس کی ہمت افزائی فرمائی۔

"ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین"

فتاوی برہانِ ملت کے چند نمونے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں۔

(۱) اشیاء خورد ونوش سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ فاتحہ اور دعا میں کیا فرق ہے، ہر ایک کی تعریف علیحدہ علیحدہ ارشاد فرمائیں۔

(۲) فاتحہ مذکورہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے تو صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اس پر عمل تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تھا تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو فعل صادر ہو وہ سنت ہے تو پھر ان حضرات کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اس سنت پر عمل نہ کرنا کیونکر صحیح ہے اور اگر عمل رہا ہو تو ارشاد فرمائیں۔

(۳) فاتحہ اور دعا میں ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟ اور جو شخص ہاتھ نہ اٹھائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) فاتحہ میں کیا پڑھنا چاہیئے؟ اور ایصالِ ثواب کا افضل طریقہ ارشاد فرمائیں۔

(۵) اشیاء خورد ونوش مساکین کو دینے سے پیشتر فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے یہ کیونکر درست ہے، اس لئے کہ زید کا کہنا ہے کہ پہلے کھانا پینا مساکین پر صرف کیا جائے پھر ثواب پہنچایا جائے تو صحیح ہے ورنہ غلط، اس لئے کہ جس کا ثواب پہنچانا ہے وہ چیز سامنے موجود ہے لہٰذا جو درست طریقہ ہو وہ ارشاد فرمائیں۔

(٦) قیام بوقت ذکر ولادت شریف کرنا کیسا ہے؟ اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ عنہم اجمعین سے بھی ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر ثابت نہیں ہے تو پھر کہاں سے قیام مروجہ مشروع ہوا؟ اور اس قیام مروجہ متبرکہ کا انکار کرنیوالے اور اس سے نفرت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(٧) زید کہتا ہے، "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (ترجمہ:۔آج کے دن میں نے پورا کر دیا تمہارے لیے تمہارے دین کو اور تمام کردی تم پر اپنی نعمتوں کو اور راضی ہو گیا میں تمہارے لئے دین اسلام سے)۔یہاں سے معلوم ہوا کہ اب اسلام کے اندر جو نئی چیز پیدا کی جائے وہ خارج اسلام ہے، زید کہتا ہے کہ جاننا چاہئے کہ فاتحہ اور قیام و عرس شریف وغیرہ اور دیگر امور اس طرح کے جو ہو رہے ہیں یا کئے جا رہے ہیں، اگر ان کی ضرورت ہوتی تو زمانۂ گزشتہ متبرکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ عنہم اجمعین سے اس کی سند ہوتی۔

(٨) علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیسا اور کتنا ہے؟

(٩) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر عالم ما کان وما یکون ہیں تو پھر "ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء" (پ۔۹۔س۔اعراف۔آیت۔۱۸۸) فرمانے کا کیا مطلب ہے؟

(١٠) علم ما کان وما یکون کہاں سے ثابت ہے، پوری عبارت کے ساتھ اور ما کان وما یکون کا معنی بھی بیان فرمائیں۔

(١١) علم غیب کیا چیز ہے؟ پوشیدہ چیزوں کا جاننا علم غیب ہے یا کچھ اور؟ اگر نظر سے پوشیدہ چیزوں کا جاننا غیب ہے تو غیب داں کی نظر کا اعتبار ہے یا کسی غیر کی؟ علم غیب

کی صحیح تعریف بالاتفاق ارشاد فرمائیں۔

(۱۲) بدعت کسے کہتے ہیں؟ قرون ثلٰثہ کے بعد جو چیزیں دین میں نئی پیدا کی جائیں ان کا یا کسی اور چیز کا نام بدعت ہے اور بدعت کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کی تعریف اور اس کا جداگانہ حکم ارشاد فرمائیں۔

احقر حافظ رجب علی موتی نالہ جبل پور

مورخہ ۷/مارچ ۱۹۵۲ء/ ۲/جمادی الاخری یوم شنبہ ۱۳۷۲ھ شریف

التوجیہ الجلی لسوالات رجب علی

۱۳۷۳ھ

باسمہ سبحنہ و تعالیٰ

الجواب۔ بتوفیق اللہ الھادی الی الصواب

جواب (۱) فاتحہ کا معنی کسی چیز کو شروع کرنا اور دعا کا معنی خدائے تعالیٰ سے مانگنا، ہر دعا عموماً درود شریف کے بعد سورۂ فاتحہ سے شروع ہوتی اور ہر فاتحہ کے بعد دعائے اصلاحِ نفس، استقامت علی الدین، مغفرتِ موتٰی، مغفرت نفس، اور دعاء برکت ہوتی ہے، اشیاء خورد و نوش کو سامنے رکھ کر دعاء برکت کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اسے امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ حدیث شریف طویل ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے۔ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا،

"اجمعوا ما عندکم ثم قربوه فقربنا ما کان عندنا من خبز و تمرۃ فجعلناہ علی حصیر نافدعا فیہ بالبرکۃ" (الحدیث)

یعنی جمع کرو جو کچھ تمہارے پاس ہو پھر قریب لاؤ تو ہم نے جمع کیا جو کچھ ہمارے پاس تھا، روٹی اور کھجور، پس ہم نے انہیں ایک چٹائی پر رکھ دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں برکت کی دعا کی۔

بیہقی پھر خصائص کبریٰ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

"قال اتیت رسول اللہ ﷺ بتمرات فقلت ادع اللہ فیھن بالبرکۃ فقبضھن ثم دعا فیھن بالبرکۃ"

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا حضور ان پر دعاء برکت فرمائیں پس حضور نے وہ کھجوریں لیں پھر ان میں برکت کے لئے دعا فرمائی۔

دلائل النبوۃ میں ابونعیم نے ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی حدیث طویل ہے، جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

"فجعل الرجل یجیء بکف الذرۃ والآخر بکف التمر والاخر بالکسر حتی اجتمع علی النطع شئ من ذلك ثم دعا له بالبرکۃ"۔

یعنی کوئی آدمی مٹھی بھر جوار لایا دوسرا مٹھی بھر کھجور لایا کوئی روٹی کے ٹکڑے لایا یہاں تک کہ جب سب چیزیں جمع ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر برکت کی دعا فرمائی۔

یہ تمام اشیاء حضور کے سامنے تھیں جن پر حضور نے دعا فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۲):۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو فعل ثابت ہے، اس کے متعلق یہ گمان ہی نہیں ہوسکتا کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر عمل نہ تھا۔ضرور صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا، کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا انکار کہیں ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۳):۔ فاتحہ اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے، عین العلم وزین الحلم میں ہے، "وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى مَا تَحْتَ اِبْطَيْهِ ضَامًّا كَفَّيْهِ جَاعِلاً بَطْنَهُمَا نَحْوَ السَّمَآءِ الخ"۔ یعنی دعا میں ہاتھ اتنا اٹھائے کہ بغل کے نیچے کا حصہ نظر آئے، اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں برابر سے ملی ہوں اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کھلے ہوں۔

اسی عین العلم میں ترمذی شریف کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "كان عليه السلام اذا مد يديه فى الدعا لم يردهما حتى يمسح بهما وجهه" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا کیلئے ہاتھ بلند فرماتے تو جب تک دونوں ہاتھوں کو چہرۂ مبارکہ پر نہ پھیر لیتے اس وقت تک ہاتھوں کو نہ کھینچتے،

جو شخص دعا میں ہاتھ اٹھانے سے انکار کرے وہ منکر سنت اور جاہل ہے، اسے اہلسنت و جماعت کی اصطلاح میں دیوبندی وہابی سمجھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۴):۔ بریقۂ محمدیہ وغیرھا میں دارقطنی سے بروایت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حدیث شریف مروی ہے۔

"من مر على المقابر وقرأ "قل هو الله احد" احدى عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات اه"۔ یعنی کوئی شخص قبرستان جائے اور گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد کی سورت پڑھے پھر اس کا اجر یعنی ثواب مردوں کو ہبہ کرے اور بخش دے، تو جتنے مردے اس قبرستان کے اس سے

ثواب پائیں گے اتنا ہی ثواب اسے بھی ملے گا۔

عین العلم وزین الحلم میں ہے۔

”وورد قرأة یٰسین والاخلاص سبع مرات فی المشاھیر فوعد فیه مغفرة للمیت والقاری“ اور بعض مشہور حدیثوں میں سورۂ یٰسین کا پڑھنا اور سورۂ اخلاص کا سات مرتبہ پڑھنا وارد ہے اور اس میں میت کے لئے اور پڑھنے والے کیلئے بخشش کا وعدہ کیا گیا ہے۔

فقیر کے یہاں فاتحہ خوانی کا خاندانی طریقہ:

درود شریف ۱۱ر مرتبہ سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، آیۃ الکرسی دس مرتبہ، اگر ہو سکے تو یٰسین شریف ایک بار ورنہ سورۂ اخلاص زیادہ سے زیادہ ۱۱ر مرتبہ، کم سے کم ۳ر مرتبہ پڑھ کر اس کا اور فاتحہ کے لئے جو چیز ہے اس کا ثواب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور ہدیہ کر کے ارواحِ طیبہ اور اعزہ واقارب کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جائے اور اس کے ساتھ اپنے لئے بھی مغفرت اور بخشش طلب کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۵):۔ جواب سوال اول میں گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشیاء خوردنی کو جمع کر کے قریب حاضر کرنے کا حکم دیا پھر اس پر پہلے دعا فرمائی اس کے بعد کھانے کا حکم دیا۔

تو فاتحہ اور ایصالِ ثواب کے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ پہلے فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد غرباء ومساکین کو تقسیم کرے کھلائے۔

ظاہر ہے کہ فاتحہ کرنے اور ثواب پہنچانے کا اہتمام کرنے والا جب کھانا کھلانے سے پہلے درود شریف اور قرآن عظیم پڑھ کر کھلانے کی نیت کرے گا تو متعدد

نیکیاں جمع ہوں گی۔ درود شریف کا ورد، قرأت قرآن کریم، نیت اطعام پھر اطعام۔

ان تمام نیکیوں کا اجتماع کھانا پیشتر کھلا کر یا تبرک تقسیم کر کے پڑھنے میں حاصل نہیں ہے۔ رہا یہ سوال کہ ثواب کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ مسلک اور بریقہ محمودیہ وغیرہما ابو حفص الکبیر سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔

یا رسول اللہ ان نتصدق عن موتانا ونحج عنہم و ندعو ھم فھل یصل ذلك الیھم قال نعم انه لیصل الیھم و یفرحون به کما یفرح احد کم بالطبق اذا اُھدِیَ الیه۔ یعنی یا رسول اللہ ہم لوگ اپنے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں، ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کیلئے دعا کرتے ہیں، تو کیا یہ سب انہیں پہنچتا ہے، فرمایا، ہاں بیشک وہ انہیں پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا مسرور ہوتے ہیں جیسا تم میں کا کوئی اس وقت مسرور ہوتا ہے جب اسے ایک طبق بھرا ہوا ہدیہ کیا جائے، اسکے پہنچنے کی کیفیت اللہ اور اس کے رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں۔

جواب (٦):۔ حضور اکرم تاجدار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر و اجلال و اکرام ایمان کی جان ہے۔ قال اللہ تعالیٰ عز و جل "فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ (پ۔۹۔س۔اعراف۔آیت۔۱۵۷) یعنی وہ لوگ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ان کی تعظیم وتوقیر کی اور ان کے مددگار رہوئے اور اس نور مبارک کی پیروی کی جو نور اقدس اس ذات مقدس کے ساتھ اتارا گیا تو وہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔ عزت واجلال واکرام سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان لازم وملزوم ہیں۔

جہاں ادب وتعظیم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں وہاں ایمان نہیں، معاذ اللہ۔

قال اللہ تعالیٰ" انا ارسلنك شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ"۔الآیۃ۔(پ۔۲۶۔س۔فتح۔آیت۔۹)

یعنی اے محبوب ہم نے تمہیں بھیجا شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر تا کہ اے لوگو تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کرو۔

محبوبِ حقیقی کے چاہنے والے، اپنے محبوب کو کمال عظمت سے سرفراز فرمانے والے مولیٰ نے تعظیم وتوقیر کی کوئی نوعیت نہیں مقرر فرمائی اور آیۃ کریمہ،

" وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ "

(پ۔۱۷۔س۔حج۔آیت۔۳۲) میں" شعائر اللہ" کی مطلق تعظیم کو دلوں کی پرہیزگاری قرار دیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اعظم شعائر اللہ ہے۔جن شعائر الٰہی کی جیسی شان اسی کے مطابق ان کی تعظیم ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتِ شان وعزت مکان نا محدود۔ع۔" بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔تو تعظیم وتوقیر واجلال واکرام کے طریقے بھی نا محدود۔ ہر دور اور ہر زمانے کا مسلمان اپنی وسعت و استطاعت کے مطابق جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل تر طریقۂ تعظیم وتوقیر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختیار کرے حسن ومحمود ہوگا۔

علامہ بوصیری نے اپنے قصیدہ بردۂ مبارکہ میں فرمایا۔

وانسب الی ذاتہ ما شئت من شرف

وانسب الی قدرہ ما شئت من عظم

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر کی طرف جو بھی شرف اور بزرگی کی

نسبت کرنا چاہتا ہے، وہ کر اور حضور کی قدر و عزت کے لئے جو عظمت اور بڑائی تو ان کی طرف منسوب کرنا چاہتا ہے وہ کر۔

علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا۔

"تعظیم النبی ﷺ بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ تعالیٰ ابصارھم"۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم تمام بہتر سے بہتر ایسے طریقوں کے ساتھ، جن میں خدا کی خدائی میں مشارکت نہ ہو، ایسا امر ہے جو بہت ہی پسندیدہ ہے ان لوگوں کے نزدیک جن کی انکھوں کو خدا نے نور عطا فرمایا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جامع الکمالات کو اللہ عز وجل نے اپنا ذکر فرمایا۔" جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِيْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِيْ " (یعنی اے محبوب میں نے تمہیں اپنے ذکر اور اپنی یاد کا ایک حصہ بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے مجھے یاد کرلیا،) پھر ذکر کرنے کے لئے کوئی خاص ہیئت نہیں مقرر فرمائی اور فرمایا آیت کریمہ۔" فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم " (پ۔۵۔ س۔نساء۔آیت۔ ۱۰۳) یعنی اللہ کا ذکر کرو کھڑے ہوکر بیٹھ کر اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے، یہ مطلق ذکر الٰہی کے لئے تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس خود ذکر الٰہی ہے، اب خاص اپنے محبوب کے ذکر کیلئے فرمایا آیت کریمہ۔" ورفعنا لک ذکرک" اے محبوب ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند فرمایا، یہ ذکر کی رفعت خواہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت ہو یا مطلق نعت شریف یا ذکر سیرت مبارکہ کے وقت ہو بتقاضائے ایمان محبت سے سرشار مسلمان والہانہ طور پر رفعت ذکر سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہتر اور بلند سے بلند تر طریقہ تلاش کرتا ہے اور اپنی وسعت اور

قدرت کے مطابق کھڑا ہوکر صلوٰۃ وسلام کو پورا بھی کرلیتا ہے، اورشائبۂ مشارکۃ فی الالوہیۃ سے بھی بچ جاتا ہے، فتح القدیر میں فرمایا " کل ما کان ادخل فی الاجلال کان حسنا " (یعنی ہر وہ طریقہ جو تعظیم اجلال اور بزرگی کے اظہار میں زیادہ سے زیادہ داخل ہو وہ حسن اور بہتر ہے) علامہ برزنجی عقد الجوہر فی مولود النبی الازھر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمایا۔ وقد استحسن القیام عند ذکر ولادته الشریفة ائمة ذوُورواية و روية فطوبیٰ لمن کان تعظیمه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غاية مرامه و مرماه۔ یعنی نہایت اچھا سمجھا ذکر ولادت مبارکہ کے قیام کو ان اماموں نے جو صاحب روایت ہیں اور نہایت شادمانی اور مسرت ہو اس کے لئے جس کی مراد اور مقصود نہایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی تعظیم ہو۔

تشریحات وبینات سے واضح کہ بوقت ذکر ولادت مبارکہ اور بموقع ذکر سیرۃ الشریفہ ونعت کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعظیم وتوقیر واجلال واکرام سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام قیام وصلوٰۃ وسلام چونکہ ہر طرح مشارکۃ فی الالوہیۃ سے پاک اور قرنا بعد قرن عام طور پر مسلمانوں کے نزدیک باعث خیر وبرکت اور مستحسن ہے تو حسب ارشاد حدیث شریف " ما رأہ المؤ منون حسنا فھو عند اللہ حسن " (یعنی جس مباح چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے) یہ قیام تعظیم و توقیر وتکریم وصلوٰۃ وسلام اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے اور مطلوب شرع مقدس و مستحسن ہے اور آج جبکہ بد باطن کور بصیرت شب وروز اسی کوشش شیطانیہ میں مبتلا ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وعظمت کو مسلمانوں کے دلوں سے معاذ اللہ کم کیا جائے، ایسی حالت میں تو قیام تعظیم وصلوٰۃ وسلام اہل سنت کا شعار ٹھہرا، قیام وصلوٰۃ وسلام کی اس

صورت خاص کے لئے جب تک ممانعت ثابت نہ ہو اور ہمارا دعویٰ ہے کہ کبھی اس صورت خاص کی ممانعت ثابت نہیں کی جا سکتی تو اس قیام و تعظیم کا حکم مطلقاً جواز و استمرار واستحسان سے بڑھ کر ہوگا۔ اللھم ثبتنا علیٰ اھل السنة والجماعة والشوق الی لقائه و محبته وتعظیمه وصلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یا ارحم الراحمین۔

رہا صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیھم اجمعین کے زمانہ میں اس کا ثبوت نہ ملنا، تو اوپر واضح کیا جا چکا کہ ہر دور اور زمانے میں مسلمانوں نے جو طریقۂ تعظیم و اجلال رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہتر سے بہتر سمجھا اختیار کیا، بہت سے وہ کام ہیں جو صحابہ وتابعین علیھم الرحمۃ والرضوان کے زمانہ میں نہ تھے، نہ ان سے ثابت ہیں، مگر قیام، ذکر مبارکہ کی مجالس خیر سے بڑے بڑے منع کرنے والے، انہیں شرک وبدعت بتانے والے، بڑے زور وشور واہتمام کے ساتھ انہیں کر رہے ہیں، یہ کام کیوں بدعت نہیں، زمانہ صحابہ وتابعین میں مدرسے اور مدرسوں کی بڑی بڑی شاندار عمارتیں کہاں تھیں، مدرسوں کے چندے وصول کرنے کے لئے طلباء کو کہاں کہاں پھرایا گیا، سفیروں کو کمیشن دے کر کس صحابی وتابعی نے چندے وصول کئے، سالانہ امتحان کس صحابی نے لیا یا دیا، دستار بندی کے اس اہتمام کے ساتھ جلسے کس صحابی یا تابعی کے زمانے میں ہوئے، مگر دیوبندیوں کے بڑے بڑے مدارس ہیں، ان میں یہ سب بدعات ہو رہی ہیں، اور ان کو جائز بلکہ ضروری سمجھا جا رہا ہے، اور محبت محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار میں جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ سب قابل اعتراض قرار پا رہا ہے۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

دیکھنا یہ چاہئے کہ جو کام صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں نہ پایا گیا، اور آج وہ معمول بہ ہے تو امر کسی ممانعت شرعیہ کے تحت تو نہیں آتا پھر صدیوں سے علمائے اعلام اسے مستحسن سمجھتے آرہے ہیں، عمل کے لئے اتنا کافی ہے، مگر دیوبندیہ وہابیہ کے لئے مطلب کی چیز سب کچھ شیر مادر ہے صرف عزت و عظمتِ مالک کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی آنکھ کو نہیں بھاتی، اسی لئے اہل سنت نے اسے اپنا شعار قرار دیا، فالحمد للہ! قیام وصلوٰۃ وسلام سے انکار کرنے والا بے ادب گستاخ وہابی ہے، اس کے سایہ سے بچنا ہر سنی کیلئے ضروری ہے۔

الحذر الحذر عن مکائد الشیطان واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۷):۔ الیوم اکملت لکم دینکم ۔ الآیۃ سے زید کا فاتحہ و قیام و اعراس بزرگان دین رحمہم اللہ کے اہتمام کو معاذ اللہ خارج اسلام اور قبیح سمجھنا زید کو خود خارج اسلام کئے دیتا ہے، مدرسوں کا اجرا، ان میں مدرسین کا تقرر، انکی تنخواہیں، طلباء کے لئے دارالاقامہ، ان کے قیام وطعام کا انتظام، چندے وصول کرنے کیلئے دور و دراز دورے، طلباء اور ان کے سفراء کا کمیشن چندہ پر رسید بامہر دینا پھر مدرسے کے سالانہ جلسے، فارغ طلباء کی دستار بندیاں، انہیں سند دینا، ان پر مہر لگانا، ان تمام امور کے لئے اہتمام، دعوت ناموں کا اجرا وغیرہا یہ سب امور زید کے، دیوبندی، گنگوہی، تھانوی، سہارنپوری، وغیرہا مدارس میں پورے زور وشور کے ساتھ انجام پاتے ہیں اور یہ سب نئی باتیں اسلام کے اندر سمجھ کر ہی کی جاتی ہیں تو بقول زید، الیوم اکملت لکم دینکم ۔ الآیۃ اور قبیح ٹھہریں اور خارج اسلام سمجھ کر کیجاتی ہیں تو قبیح تر زید دیوبندی کے دونوں راستے بند۔ الیوم اکملت لکم دینکم ۔ سے تو قرآن کریم واضح فرما رہا ہے کہ اصول شریعت

مقدسہ اوامر و نواہی کے متعلق مکمل ہو چکے اور اب اصول دین میں کسی قسم کی ترمیم و تبدیل و تنسیخ کی کوئی گنجائش نہ رہی، جو امور مباح ہیں وہ مباح رہیں گے، حرام نہیں ہو سکتے اور امور مباحہ کو عام مسلمین مستحسن سمجھ کر کریں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہوگا، جیسا کہ حدیث شریف۔ "مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ" سے اوپر ثابت ہوا تو قیام و فاتحہ و اعراس بزرگانِ دین وغیرہا، واتممت علیکم نعمتی، کے تحت مستحسنات میں داخل ہیں۔ قیام و تعظیم کے متعلق جواب و سوال (۶) میں واضح کر دیا گیا۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

عرس کا اطلاق:۔ عرس میں سالانہ کسی بزرگ کی یادگار میں ان کی وفات کے دن ایصالِ ثواب کو کہا جاتا ہے اور اصل یہ ہے کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال یوم احد کو شہدائے احد کے قبور پر تشریف فرما ہوتے اور ان کے لئے دعا فرماتے، شامی میں ہے، "روی ابن ابی شیبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یأتی قبور الشهداء علی رأس کل حول و یقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون۔"

(یعنی ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہیدوں کی قبروں کے پاس ہر سال کے شروع دن تشریف لے جاتے اور آیت مذکورہ تلاوت فرماتے، اور ایسا ہی چاروں خلیفہ، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی کرتے آئے)۔

زید کی عقل دیو کی بندشوں میں ہر عمل خیر کو قبیح اور خارج اسلام دیکھتی ہے، ذی ہوش مسلمان غور کرے کہ اعراس بزرگان دین میں ختمات قرآن کریم، ذکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نعت شریف، مناقب اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ، فاتحہ پھر غربا

اور عقیدت مندوں پر تقسیم تبرک وطعام ہوتا ہے، ان میں کون سا عمل اور کیا چیز قبیح منافی اسلام ہے پھر اس پورے مجموعہ کو خارج اسلام قرار دیا جائے، جبکہ ہر سال قبور شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم پر خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر سال تشریف لے جانا اور خلفائے راشدین رضوان اللہ عنہم کے دور مقدس میں اس سلسلے کا جاری رہنا ثابت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ سے نقل فرمایا،

"در ایام وفات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آنحضرت طعام پختہ شود قدرے نخود بریاں وقندے سیاہ نیاز کردم" (یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارکہ کے ایام میں میرے پاس ایسی چیز نہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز کے لئے کھانا پکایا جا سکتا اس لئے کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر نیاز کیا گیا)، معاذ اللہ زید کا قول مردود یہاں بھی کہا جائے گا اسی سلسلہ میں زید اور اس کے تمام ہمنوا دیو کے بندوں کے گرو گھنٹال ہندوستان میں وہابیت کے بانی اور وہابیوں کے سردار اسماعیل دہلوی کی بھی سن لیجئے۔ صراط مستقیم میں کہا۔ "ہرگاہ ایصال ثواب نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا است"۔ (یعنی جبکہ ایصال ثواب سے میت کو نفع پہنچانا منظور ہو تو اسے کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو تو کھانا کھلائے ورنہ سورۂ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہتر ہے)، اب زید اور اس کے ہمنوا اپنے گرو کو یعنی اسماعیل دہلوی کو جو اہل سنت کے نزدیک تو اپنے عقائد فاسدہ کاسدہ کے سبب خارج اسلام تھا ہی اس کے قول کو الیوم اکملت لکم دینکم۔ کے خلاف سمجھیں گے اور اسے خارج اسلام قرار دیں گے یا نہیں، ان الوھابیۃ قوم

لا یعلمون، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب ۸/۹/۱۰/۱۱/ر: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت وعزت وعظمت نامحدود، ان کا علم پاک بھی اسی طرح نامحدود، اللہ عزوجل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا نہ کسی کو یہ خبر کہ ان کے رب نے انہیں کیسا اور کتنا علم عطا فرمایا، نہ یہ کہ ان کا علم کیسا اور کتنا ہے رب العالمین نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا پیارا پیارا لقب دے کر واضح فرمادیا کہ عالمین کے رب نے انہیں رحمتِ عالم بنایا۔اب سائل یا معترض یہ غور کرے کہ اللہ عزوجل کتنے عالم کا رب ہے، اس پر یہ عقدہ واضح ہوجائے گا کہ اتنے ہی عالم کے لئے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رحمت ہے اور جتنے ہی عالم کیلئے وہ رب ہے اتنے ہی عالم کا علم ناقابل انکار ہے اور تمام عالم ماکان ومایکون کے تحت داخل توحضور پرنور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیسا علم اور کتنا علم ہے، رب العالمین عزبرہانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، آیت کریمہ۔"ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر"، الآیت کا مطلب تفسیر خازن اور تفسیر جمل نے فرمایا۔

"فان قلتَ قد اخبر ﷺ عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذالك وھو من اعظم معجزاته ﷺ فکیف الجمع بینه وبین قوله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر قلتُ یحتمل ان یکون قاله علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیه ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذلك قبل ان یطلعه اللہ عزوجل علی علم الغیب"

یعنی آیۃ کریمہ "ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر" سے تجھے یہ خیال ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غیب کی باتوں کی خبر دی اور اس کے متعلق

صحیح حدیثیں ہیں اور غیب کا علم حضور کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے، پھر آیت کا کیا مطلب ہوسکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض تواضع کے طور پر اپنی ذات ستودہ صفات سے علم کی نفی فرمائی اور حقیقۃً آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں، میں غیب کی باتیں خود نہیں جانتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور اس کے مقدر کرنے سے جانتا ہوں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ علم غیب عطا ہونے سے پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے بعد علم غیب عطا فرمایا ہو)۔

نسیم الریاض میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں۔

"وقوله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر فان المنفی علمه من غیر واسطة واما اطلاعه علیه باعلامه الله تعالیٰ فانه محقق قال الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضی من رسول اھ"

(یعنی آیت کریمہ "ولو کنت الاٰیه" میں اس علم کی نفی ہے جو بغیر کسی واسطے کے ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے غیب کی باتوں کا علم حاصل ہونا بلاشبہ تحقیق سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب کی باتیں نہیں ظاہر فرماتا مگران ہی رسولوں پر جنہیں چن لیتا ہے"۔ اب اس آیت کریمہ اور اس قسم کی وہ آیات جن جن میں علم غیب کی نفی ہے، ان کا مطلب صرف یہ کہ ذاتی طور پر تمام غیوب کا مالک صرف رب العزت تبارک وتعالیٰ ہے، وہ اپنی عطا سے جسے جتنا چاہے بخش دے سرکار کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ماکان ومایکون کے لئے رحمت بنایا انہیں تمام ملک وملکوت کی حکومت بخشی، ماکان ومایکون اور ملک وملکوت کا علم عطا فرمایا۔ ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء

واللہ ذو الفضل العظیم" (پ۔۲۷۔س۔حدید۔آیت۔۲۱)

ماکان وما یکون کامعنی

ماکان اسے کہتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے زمانہ رسالت مآب ﷺ تک ہو چکا۔ ما یکون وہ جو قیامت تک اور اس کے بعد ہوگا۔ جس کی نہایت صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ ہی جانتے ہیں۔

"وقد قال ﷺ لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ماکان وما سیکون "یعنی حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، معراج کی شب میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا پس مجھے ماکان وما یکون کا علم حاصل ہو گیا۔

بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

"قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذٰلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ"

ہم میں رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ابتدائے آفرینشِ خلق سے لیکر جنتیوں کے اپنی منزلوں میں اور دوزخیوں کے اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، بھول گیا وہ جو بھول گیا۔

یہ وہ علم ماکان وما یکون جو خالق ماکان وما یکون نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا اور وہی اس کا شروع اور منتہی جانتا ہے، مسلمان اس کی ابتدا اور منتہا جاننے کیلئے مکلف نہیں، صرف ان پر ایمان لانے اور ان کی تعظیم و تکریم اور عزت و محبت کے لیے مکلف ہے اور یہی عین ایمان ہے۔

غیب کا لغوی معنی تفسیر روح البیان میں ہے،"هو ما غاب عن الحس والعقل بحيث لا يدرك بواحد منهما ابتداء بطريق البداهة "یعنی غیب وہ ہے جو پوشیدہ ہو حس اور عقل سے اور دونوں سے ابتداء بطور بداہت نہ جان سکے۔

یہ غیب کا لغوی معنی ہوا اور اصطلاح شریعت میں احکام القرآن للاشبیلی میں ہے،"ما غاب عن الحواس مما لا يوصل اليه الا بالخبر دون النظر "یعنی غیب وہ ہے کہ جو اس سے غائب ہو اور خبر ہی سے اس کا علم ہوسکتا ہے، نظر کی رسائی وہاں تک نہیں اور یہ بھی احکام القرآن میں ہے۔

"انه الغيب الذى اخبر به الرسول عليه السلام مما لا تهتدى اليه العقول "یعنی غیب وہ چیز ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اس چیز تک پہونچنا ممکن نہیں، ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ وہ تمام امور واشیاء جو عامۂ خلائق کی نظر وحواس، عقل وفہم سے غائب ہیں، ان پر علم ہونا علم غیب ہے،"ولكن الوهابية لا يعلمون، والله تعالىٰ اعلم "۔

جواب ۱۲: بدعت اصطلاح شریعت مطہرہ میں اس کام کو کہا جاتا ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مقدس مین نہ تھا بعد میں جاری ہوا اگر چہ وہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانے میں ہی کیوں نہ جاری ہوا ہو، بخاری شریف میں عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے طویل حدیث مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح با جماعت جاری فرمانے کے بعد ایک مرتبہ نکلتے دیکھا کہ لوگ ایک قاری کے پیچھے با جماعت تراویح ادا کر رہے ہیں تو فرمایا"نِعۡمَتِ الۡبِدۡعَةُ هٰذِهٖ "یعنی رمضان مبارک مین علیحدہ علیحدہ رات کو نوافل ادا کرنے سے کس قدر زیادہ بہتر بدعت ہے کہ سب مل کر ایک قاری کے

ساتھ با جماعت ادا کر رہے ہیں علیحدہ تراویح سنت مؤکدہ ہے مگر اس طرح جماعت کے ساتھ ایک حافظ کے پیچھے ادا کرنا چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احداث و ایجاد فرمایا اسے بدعت کہا، بدعت بایں معنی کہ "لم یکن فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" یعنی چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مروجہ تراویح نہ ہوئی تھی اور فقہائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بدعت وہ ہے۔ جو زمانہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد حادث ہو طریقہ محمدیہ میں ہے "ھی فی عبارۃ الفقھا یعنون بھا مع ما احدث بعد الصدر الاول مطلقاً" یعنی فقہائے کرام نے بدعت سے مراد وہ چیز لی ہے جو صدر اول کے بعد نکالی گئی ہو۔ بدعت خواہ قرون ثلٰثہ میں ہو یا اس کے بعد بدعت ہے اور فقہائے کرام نے بدعت کو پانچ قسم پر تقسیم فرمایا ہے شامی میں ہے "بدعۃ محرمۃ وقد تکون واجبۃ و مندوبۃ و مکروھۃ و مباحۃ اھ مخلصاً"۔ بدعت محرمہ وہ جو کسی دلیل سے حرام کے قریب اس سے بچنا فرض ہے، واجبہ وہ کہ اسے نہ کیا جائے تو دینی مذہبی ذمہ داری کی تکمیل نہ ہو اس لئے اس پر عمل ضروری ہے، مندوبہ وہ کہ اس کا کرنا بہتر ہے، مکروہۃ وہ کہ اس سے بچنا بہتر ہے، مباحۃ وہ کہ کرنا نہ کرنا برابر اور بہ نیت خیر کیا جائے تو ثواب کی امید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

گزارش حقیقتِ واقعیہ

۳۸ ھ ۱۳

مسلمانو! منصف مزاج مسلمانو! ملاحظہ ہو تھانوی صاحب اور ان کے اذناب و متبعین کی دیانت داری، حیا شعاری اور ان کے دین دھرم کی اصل اصیل۔ وہ یہ کہ خود اپنی جبلی چلبلی عادت کے مطابق حق اور اہلِ حق پر لئیمانہ حملہ کریں اور جب اس کی مدافعت میں اہلِ حق کی طرف سے رد و ابطال کی ضرب شدید کھائیں اور جانگزا مؤاخذوں، قاہر اعتراضوں کا پر سطوت لشکر جرار اپنے مقابل صف آرا دیکھیں تو چیختے چلاتے، کوستے، گالیاں دیتے، فحش و مہملات بکتے فرار کی ٹھانیں اور پیٹھ دکھائیں۔ جب انہوں نے عنیدانہ حملہ کیا اور افترا و زور بیانی سے کام لیا سوالف وہابیت کی تصویر نے ان کی کیا دی، جعلسازی افترا پردازی کا راز فاش کر دیا۔ سوالف وہابیت کی تصویر نے ان کے منھ اِن کا کٹّا مشرک ہونا ثابت کر کے دکھا دیا۔ چھپے تھانوی کے پرخچے نے ان کی بطالتوں، ضلالتوں، جہالتوں، حماقتوں، مکاریوں اور دغا بازیوں کو طشت از بام کر کے مجلس میلاد مبارک کو ان کے ظلمات مغالطات سے نکال لیا اور اس کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈال دی۔ بحمد اللہ تعالیٰ اہل انصاف پر روز روشن کی طرح حق واضح ہو چکا اور منصف مزاج حق پسند حضرات نے دیکھ لیا کہ تھانوی صاحب نے ہمارے تینوں براہینِ قاہرہ میں سے کس کا جواب مدلل، صحیح سند کے ساتھ دیا، بلکہ بجائے اس کے کہ ایک کا بھی جواب ہو تھانوی صاحب کی طرف سے جتنے اشتہارات چھپے، اگرچہ منڈلی یا کسی مجہول سہسوانی آڑ

میں ہیں، وہ سب ہزلیات، خرافات، خارج از بحث وموضوع فضول ولایعنی بے سروپا ہذیانی مہملات سے مملو ہیں، اور وہی ہفواتِ مردودہ جن کا ازہاق وابطال "چھپے تھانوی کے پرخچے" نے بروجہ کمال پورا کردیا تھا۔ان میں انہیں کا پھر اعادہ کردیا اور ان کے ساتھ حسب عادت قدیمہ اپنے موروثی کمالات، کذب وافترا، مکرودغا، تمسخر واستہزا، ڈھٹائی، بیحیائی، لاف گزاف سب ودشنام اور ادھر ادھر کے بے سروپا لغو دلائل بھرتی کا اضافہ کیا، "چھپے تھانوی کے پرخچے" دیکھ کر جو ان کی یہ تحریر دیکھے گا خود ہی جان لے گا یہ جواب ہوا۔ یا حیا وغیرت، دین ودیانت۔سب کو جواب اگر تھانوی صاحب مرد میدان ہوتے اور ان کو وضوح حق مقصود ہوتا۔ ہمارے حجج قاطعہ پر غور کرتے، ہمارے سوالات کے انبار جو تھانوی صاحب کے سر پر سوار ہیں انہیں ایک ایک کرکے اٹھاتے حق واضح ہو جاتا۔اور باذن اللہ تعالیٰ اہلِ نظر وانصاف پر کما ینبغی حق واضح ہو چکا، اگر توفیق رفیق ہوتی حق کی طرف رجوع کرتے مگر ہوتا کیسے، حدیث شریف کا ارشاد ہے "یمرقون من الدین ثم لا یعودون فیه" دین سے نکل جائیں گے پھر نہ لوٹیں گے اس دین میں اور فرمانِ الٰہی ہوا "اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ" (پ۔۲۔س۔بقرہ۔آیت ۔۲۰۶)ان صورتوں میں "فحسبه جهنم" کے سوا دوسرا ٹھکانہ ہی نہیں۔

تھانوی صاحب خود تو ظاہر ہوتے نہیں، کہیں منڈلی کی آڑ پکڑتے ہیں ،کہیں کسی مجہول سہسوانی کو ٹٹی بنا کر اس کے پردے میں چھپتے ہیں، دل کھول کر گالیاں دیتے ہیں۔ بدترین فحش ناپاک گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں، بہتر ہے وہ اپنی دل کی لگی اسی طرح بجھالیں تاکہ خصم کے زبردست زہرہ گداز قاہر سوالوں اعتراضوں کے جواب سے اپنے عاجز و بے دست وپا ہوجانے کی نازل شدہ ذلت وخفت ان ذاتی حملوں شنیع وفظیع پُرمکروفریب دشنامی آتشیں کلموں پر ٹل جائے اور

اِدھر اُدھر کی رہ جائے۔ ہم طالبانِ حق و ہدایت نہ ان گالیوں کی طرف متوجہ ہوں، نہ اس فحش گوئی کی طرف التفات کریں۔ نہ ان فضول و لایعنی مغلطات کا ہمارے پاس کچھ جواب ہے، چھپے تھانوی کے پرچے کے آخر۔ نمبر ا میں تھانوی و گنگوہی صاحبان کو جو کچھ کہا گیا وہ صراحۃً ظاہر ہے کہ ہم نے خود نہ کہا بلکہ گنگوہی صاحب کے قول پر قرآن عظیم سے جو حکم نکلا وہ کر دیا اور تھانوی دھرم کے مطابق انہیں پر لوٹا دیا گیا۔ اور وہی ان کی قیامت تک کی ہرزہ درائیوں کو کافی ہے، چنانچہ مسلسل تفصیلی سوالات کے نمبر ۱۵/ نے اس کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح کر دی ہے۔ ناظرین اس نمبر کو آخر تک بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر تھانوی صاحب کے فہم و دیانت و تہذیب کی داد دیں۔

مکابرہ تھانوی صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف کا موروثی شیوہ ہے۔ حق کی مار ہمیشہ ان پر پڑی اور پڑتی رہے گی۔ مگر ان مکابرین کی زبان عدوان۔ زق زق بق بق اور ڈھٹائی کے طغیان سے اب تک بند نہ ہوئی اور نہ بند ہونے کی امید ہے۔ اور کسی مکابر بے دین کی زبان کسے بند کرنے کا اختیار ہے۔ قیامت میں رب العزۃ کے حضور تو بکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بتقاضائے آیتِ کریمہ "اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (پ۔ ۲۳۔ س۔ یٰسین۔ آیت۔ ۶۵) اس وقت مجبور ہوں گے۔ ہمارا مخاطبہ تھانوی صاحب سے تھا، انہوں نے اب تک کسی بات کا جواب نہ دیا اور منڈلی یا کسی مجہول الحقیقۃ سہسوانی کی آڑ میں زبان درازیاں کیے جاتے ہیں، لہٰذا ہم نے ایک خط مسمّی بہ فیصل نامہ بنام شیخ وہابیہ اور اسی کے ساتھ مسلسل تفصیلی سوالات یعنی تھانوی پر سوالات انیقہ جس میں چھپے تھانوی کے پرچے کے ہر نمبر کو تفصیلی سوالات کی صورت میں لکھا اور تھانوی صاحب کے نام تھانہ بھون کو ۲/ جمادی الاولیٰ ۸ ۳۳ھ

مطابق ۲۴ر جنوری ۲۰۰۱ء کو جوابی رجسٹری بھیجی ۱۱ر جمادی الاولیٰ، ۲ر فروری کو کانپور سے رجسٹری واپس آئی۔ لفافہ پر تحریر تھا" مولانا صاحب کو لینے سے انکار ہے، لہٰذا واپس ہے" رجسٹریاں واپس کرنا خصم کو پشت دکھانا تھانوی صاحب اور ان کے اسلاف کی عادت مستمرہ ہے، تھانوی صاحب کا رجسٹری واپس کرنا دلیل عجز و فرار ہے۔ تھانوی صاحب منکر ہوئے۔ جواب سے عاجز آئے۔ اپنے عجز کا اظہار کیا، اپنی کلبیت خنزیریت کے مقر ہوئے جو انہیں کے پدر گنگوہی کے قول سے حسب ارشاد قرآنی ان پر لوٹی۔ اذناب کی عوعو سے کام نہیں۔

ہمیں اپنے سرکار اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین متین کی خدمت سے اتنی فرصت نہیں کہ آئندہ ایسے معلوم الحقیقۃ فتنہ انگیزوں یا کس و ناکس مجاہیل کے ایسے نا قابل التفات ہزلیات بے سرو پا مہملات خارج از بحث خرافات خبیث گالیوں ناپاک ژاژ خائیوں ہرزہ سرائیوں کی طرف متوجہ ہوں اور ان فرو مایہ باتوں کے جواب میں اپنا قیمتی وقت ضائع کریں کہ ہمارا فرض پورا ہو چکا ہے ہم نے دشمن کا طاغیانہ حملہ اور ناپاک وار جس خوبی کے ساتھ الٹا اسی کے طرف لوٹا کر اسے پچھاڑا اور کیفر کردار کو پہنچایا۔ اسکا کام تمام کیا، اہل انصاف نے دیکھ لیا اب مرغ بسمل کی طرح اس کا تڑپنا، مضطرب ہونا، حرکت مذبوحی کرنا ہمارے التفات کا محتاج نہیں۔ اے روبہک چرانہ نشستی بجائے خویش۔ با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش۔ حسبنا اللہ و کفی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارك علی نبینا خیر الخلق محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر عبد الباقی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فیصل نامہ بنام شیخ وہابیہ

۱۳ ھ ۳۸

گرامی القاب جناب تھانوی صاحب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ عرصہ کم وبیش دس ماہ کا ہوا کہ آپ کے اتباع کا ایک گروہ غالباً آپ ہی کا بھیجا ہوا جبل پور آیا تھا، جس نے تین چار دن رہ کر۔ یہاں کچھ بکا۔ بہکایا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِسنت کی شان اقدس میں اپنی جبلی عادت کے مطابق زبان درازیاں کیں۔ معاذ اللہ آپ کی طرف وہابیت منسوب کی۔ اور مجلس میلاد مبارک کا منکر ٹھہرایا۔ اور جبل پور سے واپس جاتے ہوئے اپنی انہیں خباثتوں، شرارتوں سے سیاہ کیا ہوا ایک اشتہار منڈلی کے ایک فتنہ انگیز وہابی کے نام سے شائع کیا۔ یہ امر مخفی نہ تھا کہ ع آخر اے بادِ فتن ایں ہمہ آوردہ تست۔ یہ ساری کارروائی آپ اور آپ ہی کے کھلے مندے اذناب کی ہے۔ اصل موضوع اس اشتہار کی اشاعت کا وہی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مدظلہ پر وہابیت کا بہتان اور مجلس میلاد مبارک سے انکار کا صریح افترا تھا جس کے جواب میں "سوافل وہابیت کی تصویر" نے مکاروں کی مکّاری کیا دوں کی کیّادی، دغابازوں کی دغابازی روز روشن کی طرح واضح کردی اور یہود کی خصلت ملعونہ "یحرفون الکلم عن مواضعہ" (پ۔۵۔س۔ نساء۔آیت۔۴۶) کا نمونہ تحریف لفظی ومعنوی جو وہابیہ کا موروثی شیوہ ہے اس کی ساری حقیقت کھول کر دکھادی۔ "فبھت الذی افتری و کذب"۔ اور "سوالف

وہابیت کی تصویر" نے کبراء وہابیہ کے اقراروں اور انہیں کے منھ انہیں کی رنگ برنگ کی بولیوں سے آپ اور آپ کے سوالف کے کروڑوں شرک گنائے اور ثابت کردیا کہ تمام وہابی سارے دیوبندی کروڑوں خداؤں کے پجاری اور کٹے مشرک ہیں۔ اور تحدی کے ساتھ پکار پکار کر کہہ دیا "**دم ہے تھانوی، انبیٹھوی، دیوبندی یا کسی وہابی میں کہ اس کا جواب لاسکے اپنے کروڑوں خداؤں میں سے ایک بھی گھٹا سکے**"۔ آخر نہ اس کا جواب لاسکے نہ اس پہاڑ کو سر سے اٹھا سکے بلکہ بجائے اس کے بکف چراغی کوری چوری سرزوری سے رنگے ہوئے کچھ اوراق نظر سے گزرے جن میں فحش وفضول جاہلانہ لغویات۔ ہازلانہ خرافات۔ معاندانہ افتراءات ومکابرات ومغالطات وانکار مسلمات کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ بھی اگرچہ **منڈلی** اور کسی مجہول سہسوانی ہی کے نام سے تھے۔ مگر ایسے **معلوم الحقیقۃ** عامیان خامکار، اور کس وناکس مجاہیل کب قابل التفات ہوتے ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ فراری مجرم ہر قرینہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔ پھر آپ کا اپنے کسی نامۂ اعمال میں یہ کہنا کہ "وہ آواز کو خوب پہچانتے ہیں" یہ آپ نے اپنے کھلے الفاظ میں پہچان کرادی واقعی ایسا ہی ہے تو ظاہر کہ یہ اور اس کے اذیال وامثال سرسامی ہذیانات اور حاسدانہ سب ودشنام سے بھری ہوئی دم چھلّہ سب تحریریں آپ ہی کی ہیں اگرچہ مشورہ میں آپ کے تمام اذناب اور بفرض غلط مشتہر منڈلی یا سہسوانی بھی سہی۔ اور بالفرض اگر ایسا نہیں تو اب فرمایئے کہ آپ کے نزدیک منڈلی وغیرہ کے نام سے شائع کئے ہوئے اشتہارات مقبول ہیں یا مردود، اگر مردود، تو جس وقت آپ کے پاس "**چھپے تھانوی کے پرخچے**" بھیجا گیا اسی وقت اپنی برأت لکھ بھیجنا تھا کہ جھگڑا ہی تمام ہوجاتا۔ پھر آپ کے مجہول الحال اذناب کی لایعنی چیخ پکار اصلاً قابل التفات نہ ہوتی۔ آپ کا سکوت"

دلیلِ قبول ہے، **"سوالف وہابیت کی تصویر** اور **"چھپے تھانوی کے پرنچے"** دونوں کے تمام قاہر ایرادات لا جواب رہے۔ آپ کے **کلام تمردی** اور **کسب وہابیت** اور ان کی اخوات متذکرۂ بالا میں ہمارے ایک اعتراض کو بھی نہ چھوا **"سوالف وہابیت کی تصویر"** میں آپ کے بڑوں کے منھ آپ اور آپ کے کبرا پر چڑھے ہوئے کروڑوں شرکوں میں سے ایک بھی اپنے سر سے نہ اٹھایا چھپے تھانوی کے پرنچے جو آپ کی اگلی پچھلی ساری جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں، بطالتوں کے ردو ابطال اور ان پر قاہر سوالوں، جانگزا ایرادوں کے جامع ہونے کے علاوہ اس میں آپ کا شریعت پر افترا، خود اپنے پدر ارادت **گنگوہی پر افترا، آپ کی بیحیائی**، گنگوہی کا شریعت پر افترا۔ آپ کی اور گنگوہی کی **بے ایمانیاں**، آپ کے اور گنگوہی کے **ظلم**۔ آپ کی اور گنگوہی کی **غیر مقلدیت**، آپ کی **چوری اور سرزوری** آپ کی **بے تہذیبی اور ناپا کی** وغیرہا ثابت کیے گئے، اور آپ ہی کے افعال، اعمال، اقوال سے دکھا دیئے گئے۔ آپ نے ایک سے بھی اپنی برأت ظاہر نہ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ سب آپ کو تسلیم ہیں، حتی کہ آپ کا اور گنگوہی کا سگ وخوک ہونا بھی۔ اب آپ کو دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، **"سوالف وہابیت کی تصویر"** کے آپ کے سر آئے ہوئے شرکوں سے اپنے آپ کو بری کیجئے۔ اور چھپے تھانوی کے پرنچے حالانکہ نہایت عام فہم سہل عبارت میں ہے۔ اس پر بھی شاید فہم شریف اس کے ادراک سے قاصر رہا ہو لہٰذا اب اس کے اعتراضات بالتفصیل آپ کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ **تاریخ رسید سے دس دن جواب کی مہلت**۔ ختم عشرہ پر تین دن ہم تک پہنچنے کے۔ اگر اس مدت میں آپ ان اعتراضات کو اٹھا سکتے ہیں تو ہر ایک اعتراض اور اعتراض در اعتراض کا ترتیب وار علٰیحدہ علٰیحدہ مدلل جواب دیجئے، ورنہ ظاہر ہو

جائے گا کہ وہ سب باتیں آپ کو تسلیم ہیں پھر اقراری سگ وخوک سے مکالمہ کا کوئی محل نہیں ،نمبروار ہر امر کا جواب سند کیساتھ دیجئے ،بغیر اسکے کوئی خباثت اور کوئی عنیدانہ مکابرانہ بے تکی بے سروپا ہذیانی بڑ ہرگز قابل التفات نہ ہوگی۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارك علی نبیه وآله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین۔

فقیر عبدالباقی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری غفرلہ

۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسلسل تفصیلی سوالات

۱۳ ھ ۳۸

یعنی

تھانوی پر سوالات انیقہ

۱۳ ھ ۳۸

(۱) اپنی وہابیت کے افشائے راز میں آپ نے گنگوہی کا مذہب بتایا "نفس مجلس میلاد مندوب ومستحب ہے"۔ یہ گنگوہی پر صریح بہتان ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو فتاویٰ گنگوہی، ج ۳ ص ۱۴۳ و ۱۴۴ کا فتویٰ کہ "کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں"۔ کیا یہ صراحۃً آپ کی تکذیب نہیں کر رہا ہے، اور کیا گنگوہی پر آپ کا افترا نہیں بتا رہا ہے۔ اور اگر ہے تو آپ کے نزدیک یہ گنگوہی فتویٰ ٹھیک ٹھہرا (ا) کیا صرف عرس کے سوال پر مجلس میلاد مقدس کو اپنی طرف سے بڑھا دینا اور مطلقاً منع و عدم جواز کا حکم لگا دینا عداوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ (ب) مولود کے کیا معنی۔ اگر مولود سے مراد مجلس مبارک ہو تو گنگوہی شاید نرا جاہل تھا۔ اور اگر باعتبار ظاہر لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے العیاذ باللہ تعالیٰ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ ہوا یا نہیں۔ جو صریح عداوت مصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثنا ہے۔ (ج) مستفسر جب عرس میں قرآن خوانی کی تخصیص کر رہا

ہے تو مطلقاً عرس کو منع کرنا۔ کیا قرآن خوانی سے منع۔ اور اس کا باعث عداوت اولیا نہیں۔

(۲) ایسے منکر اور مطلقاً مجلس مبارک کے ناجائز کہنے والے مجلس ذکر کریم اور اولیا سے عداوت رکھنے والے کو امام اہل سنت کے برابر کہنا کیا نری ڈھٹائی اور بیحیائی نہیں جنہوں نے ایسے مرتد کے میلاد شریف پڑھنے کو منع فرمایا جو احکام شرعیہ کیساتھ تمسخر و استہزا کرے احکام شرعیہ کو حقیر جانے۔

(۳) گنگوہی کا دوسرا فتویٰ ج ۲، ص ۱۰۱ میں ہے۔ " انعقاد مجلس میلاد ہر حال ناجائز، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے"۔ اس میں کہاں مجلس مولود کو مستحب کہا (ا) پھر تمہارا یہ کہنا کہ " مجلس مولود کو تو اس فتوے میں بھی مستحب ہی کہا ہے" کیا گنگوہی پر افترا نہیں۔ (ب) فقرۂ اولیٰ مطلقاً مجلس میلاد پر عدم جواز کا حکم لگا رہا ہے یا نہیں۔ (ج) گنگوہی کا نفس ذکر ولادت کو مندوب کہنا مجلس میلاد سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ (د) کیا ترمذی شریف میں باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا کسی کتاب میں حدیث ذکر ولادت پڑھنے کو کوئی عاقل مجلس میلاد مبارک کہے گا۔ یا سورۂ مریم کی تلاوت کو مجلس میلاد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (ہ) کیا گنگوہی نے مجلس میلاد مبارک کو ہر حال ناجائز نہ کہا و گنگوہی نے کہاں مجلس مبارک کو مندوب کہا؟۔

(۴) جب آپ نے کلام گنگوہی میں نفس ذکر ولادت کو مجلس میلاد بتایا۔ تو کتب احادیث کے وہ سبق جن میں ذکرِ ولادتِ اقدس ہے۔ اور سورۂ مریم جس میں ذکرِ ولادت یحییٰ و عیسیٰ ہے اور سورۂ قصص جسمیں ذکر ولادت و رضاعت موسیٰ ہے اور سورۂ ذاریات وغیرہا جن میں ذکر ولادت اسحٰق ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام، کیا یہ سب بقول آپ کے مجلس میلاد نہ ہوئی۔ (ا) فقرۂ ثانیہ گنگوہی کہ " تداعی امر مندوب

کے واسطے منع ہے" کیا ہر امر مندوب میں تداعی کا مانع نہیں۔(ب) کیا درس میں تداعی براہین قاطعہ کو مسلم نہیں۔(ج)۔کیا مکتب میں درس قرآن وحدیث کے لئے تداعی نہیں ہوتی۔(د) کیا آپ کے اس گنگوہی ہانک کے سبب قرآن و حدیث کے سب درس منع نہیں ہو گئے۔ اور کیا درس قرآن وحدیث آپ نے گنگوہی سے حرام نہیں کرایا۔

(۵) ا۔فقہا نے تداعی نفل نماز کیلئے مکروہ لکھی، گنگوہی نے اسے ہر نفل نماز وغیر نماز سب کیلئے عام کہہ دیا کہ" تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے" کیا یہ امر ہذیان اور جہالت وکج فہمی ہونے کے علاوہ شریعت پر افترا نہیں۔

ب۔گنگوہی کا براہین قاطعہ ص ۱۴۹ میں کہنا کہ" البتہ وعظ ودرس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے" کیا یہ صاف ظاہر نہیں کر رہا ہے کہ تداعی ہر فرض کے لئے جائز اور ہر غیر فرض میں منع ہے۔ ا یہ فرض اگر فرضِ عملی کو شامل نہ ہو تو وتر رمضان میں تداعی کیوں ہے؟ حالانکہ وہ فرض نہیں ہے۔ ۲۔اگر فرض عملی کو شامل ہو تو وتر غیر رمضان میں تداعی کیوں نہیں حالانکہ وہ فرض ہے۔ ۳۔ روزِ جمعہ بیماروں اور قیدیوں پر جمعہ فرض نہیں، مگر نمازِ ظہر کیلئے تداعی کیوں حرام ہے، حالانکہ ان پر ظہر فرض ہے۔ ۴،۵،۶۔نمازِ استسقا مندوب، نماز کسوف مندوب، نماز تراویح مندوب پھر ان میں تداعی کیوں جائز ہے۔ ۷۔اکثر نکاح مندوب بلکہ صرف مباح ہوتے ہیں، اور نکاح میں تداعی صدر اول سے معمول ہے۔ گنگوہی کلیہ کی بنا پر صدر اول سے اب تک مرتکب ممنوع رہے، ان کا کیا حکم ہوگا۔ ۸۔حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں حکم دو ہی ہیں۔فرض یا نفل۔ ولیمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھا یا نفل۔اگر فرض تو ثابت کرو۔ اگر نفل تو نفل میں تداعی کیسی اور انس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، "دَعْوَتُ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی وَلِیْمَتِہٖ" اب وہ گنگوہی کلیہ کہاں رہا کہ "تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے"۔ ۹۔کیا دعوت احباب ناجائز ہے کہ "تداعی امر مندوب کے لیے منع ہے"۔ ۱۰۔کیا مساکین کو کھلانے کیلئے بلانا منع ہے، کہ یہ بھی مندوب ہے۔(۱۱) کیا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوت ،شریعت پر افترا۔ نانوتوی و گنگوہوی سنت کی طرف دعوت نہیں۔کہ حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریم سنانے کوتو تداعی منع بتائی جائے مگر سالانہ مدرسہ دیوبند کے لیے فرض اعظم۔

۶۔ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے "البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے" آیا مطلق تعلیم دین فرض، یا یہ طریقہ، یہ نصاب جو مدرسہ دیوبند میں ہے،

ا۔ اگر یہ طریقہ، یہ نصاب۔تو کیا صحابۂ کرام سے ائمہ کرام تک سب اس فرض کے تارک نہ ہوئے۔اور عمداً تارک فرض کا کیا حکم ہے۔

ب۔ اگر مطلق تعلیم دین بقدر ضرورت۔تو مطلق ذکر ولادت،اس کا چرچا،اس پر خوشی منانا بھی فرض ہے۔تو کیا اس درس کے لیے تداعی ماننا۔اور اس مجلس اقدس کے لیے ممنوع جاننا عداوت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔

(۷) وعظ تذکیر ہے۔اسی طرح مجلس مبارک بھی تذکیر ہے تو وعظ کے لیے تداعی ماننا اور مجلس مبارک کے لیے منع کرنا دلیل عداوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یا نہیں۔

(۸) فقہا نے جو نماز نفل میں تداعی مکروہ لکھی، اس کے معنی بھی ظاہر فرما دیے کہ صرف بلاوا بھیجنا یا اذان دینا ہی تداعی نہیں بلکہ دو تین آدمیوں سے زیادہ ہونا بھی تداعی ہے ولہذا مکروہ۔ ا۔تو کیا اب گنگوہی کلیہ کے مطابق نکاح اور ولیمہ میں دولہا اور دعوت احباب و مساکین میں میزبان۔اور درس مذکور قرآن و حدیث میں استاد

کے سوا دو تین آدمیوں سے زائد ہونے کی وجہ سے امور مذکورہ منع ٹھہریں گے۔

۲۔ پھر کیا اس بنا پر دیوبندی جلسہ سالانہ سرتا پا بیشمار حرام ہی حرام کا انبار نہ ہو جائے گا۔فقہا نے کراہتِ تداعی سے کراہتِ تنزیہ مراد لیا ہے، جس کی غایت خلاف اولیٰ ہے۔اسے گنگوہی کا مطلقاً منع لکھنا گنگوہی کی جہالت ہے یا نہیں۔

(۱۰) مولوی اسحق نے ماۃ مسائل میں بزعم خود لکھا۔"مع ھذا در مولد ہم اختلاف ست"اور براہین قاطعہ گنگوہی کی سنو کہ"مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے" پس کس قدر بے علمی ہے" استغفر اللہ"۔ اس شکل نے نتیجہ دیا کہ "مولد یوں بھی بلاضرورت جائز"اب کیا خود گنگوہی کے منھ ثابت نہ ہو گیا کہ مجالس طیبہ پر طعن کرنے والے منڈلی کی کیا گنتی ،تھانوی بھانوی،اور سارے کے سارے وہابی اور خود گنگوہی سخت جاہل اور استغفر اللہ پڑھے جانے کے قابل ہیں۔

۱۱۔آپ کی وہابیت کے افشائے راز میں ہے"اس کے پڑھنے والے اور اکثر سننے والے فاسق ،فاجر داڑھی منڈے ،تارک صلوٰۃ،حرام و حلال میں تمیز نہ کرنے والے،کثرت سے جھوٹے دروغ گو، مسائل طہارت سے نا آشنا"۔**ا۔** یہاں پڑھنے والوں کا اطلاق اور سننے والوں کی تقیید اگر اس لیے ہے کہ سب پڑھنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں تو کیا صریح کذب شیطانی نہیں۔اور اگر اس لیے نہیں تو

ا۔ اکثر مسجدوں کے امام ان سے زائد اوصاف سے موصوف کہ نماز فرائض و واجبات ومفسدات ومکروہات سے ناواقف اور مقتدی تو ہر قسم کے ہوتے ہیں۔کیا آپ کے قول پر نماز جماعت حرام ہونا چاہیئے۔**۲۔** اسی طرح بہت سے واعظین اور سننے والوں کی حالت تو ٹھیک ہی نہیں تو کیا آج سے آپ وعظ چھوڑ دیں گے۔

ب۔"روایتیں موضوع"اسی طرح وعظ میں بلکہ زمانۂ سلف میں تو اکثر وضاعین ہی

واعظین ہوتے تو کیا وعظ بھی حرام ٹھہرا (ج) "امرد کی خوش آوازی" یہاں بعض جگہ دوایک ہوتے ہیں تو درسگاہ قرآن عظیم میں بیسیوں۔ کیا آج سے آپ درسگاہ مقفل کردیں گے۔ (د) "ضرورت سے زیادہ روشنی چراغاں الخ" ۱۔ ختم کے دن بہت جگہ روشنی ہوتی ہے تو کیا آپ ختم قرآن کو بھی حرام کہہ دیں گے۔ ۲۔ روشنی فقط شب کی مجالس میں ہوتی ہے مگر گنگوہی کا نادری حکم کہ "کوئی سا مولود درست نہیں" دن کی مجالس کو بھی منع کررہا ہے کیا یہ عداوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ (ہ) "غزلیں باعث توہین" آج کل مسجدوں کے عام امام بلکہ عامہ ناس قرآن عظیم سخت غلط پڑھتے ہیں جس کا مضمون توہین رب العٰلمین اور اسے قرآن منزل من اللہ کہنا تو مطلقاً قرآن عظیم کی توہین، مثلاً سورۂ اخلاص میں احد کی جگہ اھد پڑھتے ہیں۔ اھد بزدل، نامرد۔ تکبیر میں اکبر کی جگہ اکبار کہتے ہیں۔ اکبار نام بچہ ابلیس۔ عظیم کی جگہ عزیم۔ عزیم سخت دشمن وغیر ذلک۔ چھپے تھانوی کے پرچے ۱۱ (ر) میں دیکھئے تو کیا آپ نے اپنے اس "للاکثر حکم الکل" کے بنا پر تلاوت قرآن عظیم، جماعت نماز سب نہیں حرام کردیئے۔ و۔ پڑھنے والے کی نیت بھی تفاخر کی ہواپنی خوش الحانی پرداد چاہتا ہو" ۱۔ یہ نیت پر حکم علم غیب کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ ۲۔ واعظوں اور قاریوں پر بھی یہی حکم ہو تو وعظ وتلاوتِ قرآن و جماعت سب ناجائز ہوئے یا نہیں (ر) "اہتمام وشکایت" نکاح کی تقریبوں میں مجلس میلاد سے زائد ہے تو کیا نکاح بھی حرام ہوا۔ ح۔ "درود شریف پڑھنے پر اشعار میں داد" پہلے تو آپ بھی میلاد خواں تھے۔ سچ کہنا کیا یہ مسلمانوں پر افترا اور صریح کذب نہیں۔ ط۔ مجلس مبارک میں مسلمانوں کے اجتماع کو لالچ پر محمول کرنا اور حرام سمجھنا۔ اور مدرسۂ دیوبند وغیرہ کے جلسے جن کے انعقاد کا منشا خاص ہی مکروفریب سے لوگوں کے کپڑے کھسوٹنے

اور مال اینٹھنے کا لالچ ہوتا ہے، اسے فرض اعظم اور عین ایمان جاننا کیا کھلی بے ایمانی اور تلبیس شیطانی نہیں۔(ی) کیا عوارض خارجیہ سے نفس شے پر حکم ہوتا ہے ۔ا۔اگر ہوتا ہے تو صحیح مسلم شریف کی حدیث جو "چھپے تھانوی کے پرخچے" ۱۱۔ ل میں گزری۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عوارض خارجیہ کے سبب طعام ولیمہ کی کیسی مذمت فرمائی۔اور اس کے بدرواج بیان فرمائے پھر بھی فرمایا۔ من لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ۔اب آپ طعام ولیمہ پر ان عوارض خارجیہ کے سبب کیا حکم لگائیں گے۔۲۔ اگر نہیں ہوتا تو مجلس مبارک کو کیوں اس سے مستثنیٰ کیا گیا۔ **۱۲۔ آپ کی وہابیت کے افشائے راز میں ہے۔** "رشوتوں کا مال، سود کی آمدنی، فاحشہ عورتیں اپنے حرام روپئے سے پڑھواتی ہوں" اکثر فاحشہ عورتیں یا سودخوار قرض لے کر خیر میں صرف کرتے ہیں تو ۔ا۔ فیصدی نوے پر حکم کیا صریح کذب شیطانی نہیں۔ب۔کیا ان کے کسب حرام کے سبب اس کار خیر پر بھی حکم حرمت ہوگا۔ ا۔ اگر ہوگا تو بہت کم مساجد ایسی ہونگی جن میں سودخوار وغیرہ حرام اموال والوں کا چندہ نہ لیا گیا ہو۔تو کیا آپ اپنے "للاکثر حکم الکل" کے مطابق سب مسجدوں کو کھود ڈالنے کا حکم دیں گے۔۲۔ جبل پور میں مڑھا تالاب کی مسجد ایک رنڈی کی بنائی ہوئی اور سود اور بردہ فروشی کے پیسہ سے آپ کے ایک متبع کی بڑھائی ہوئی ہے۔تو کیا اب ابتدا اسی سے کیجئے گا۔مدرسہ دیوبند کی خاص آمدنی میں تو حرام مال والوں کا ہی روپیہ ہے۔تو کیا سب سے پہلے اسی کی اینٹ سے اینٹ بجا دینی لازم نہیں؟۔

۱۳۔ حنفی کون ہوسکتا ہے۔ا۔کیا حنفیت کے لیے اسلام شرط نہیں۔حرمین شریفین کے تمام علمائے کرام نے دیوبند اور ان کے ہواخواہوں پر کفر کے فتوے دیے۔ان

کے کفر میں شک کرنے والے کو کافر کہا۔ ب۔ کیا ایسے مفتیٔ علیہم کفار بھی حنفی ہو سکتے ہیں۔ ا۔ اگر ہو سکتے ہیں تو آریہ ہندو مجوسی بھی اگر چاہیں تو آپ کے قول پر مرزائیوں دیوبندیوں کی طرح حنفی بن جائیں۔ ۲۔ اگر نہیں ہو سکتے تو آپ دیوبندیوں کے اشد واکبر پکے غیر مقلد ہو یا نہیں۔ ج۔ آپ نے جو کہا " پھر یہ اختلاف ہونے کی وجہ" ا۔ اپنے حنفی ہونے کا ثبوت دو۔ ۲۔ کیا ائمۂ کرام و علمائے اعلام وشراح ونظار نے سلفاً خلفاً اختلاف نہ کیا۔ اگر کیا تو کیا وہ مقلد نہ رہے۔ ء۔ ائمۂ متأخرین۔ مثل امام قاضی خاں۔ امام برہان الدین صاحب ہدایہ، امام قدوری، امام حافظ الدین صاحب کنز وغیرہم جن اکابر فقہائے کرام کی تصانیف مذہب حنفی میں متداول اور مدار مذہب ہیں۔ تمہارے نزدیک معتمد اور قابل قبول ہیں یا نہیں۔ ا۔ اگر ہیں تو صرف " امام یا ان کے شاگردوں یا واجب التقلید ائمۂ متقدمین" کی تخصیص کیوں اور " متاخرین کا قول قابل سماعت نہ ہونا" کیسا۔ ۲۔ اگر نہیں تو تمام دنیا کے اہلِ اسلام انہیں متاخرین کے متون وشروح و فتاویٰ ہی سے فتوے اور سندیں دیتے ہیں کیا یہ سب غیر مقلد ہوئے۔ ۳۔ آپ نے باوجود ادعائے حنفیت سب کو چھوڑ کر صرف اپنے پدر ارادت گنگوہی کی سنی اور سنو گے جسے اسلام ہی سے تعلق نہ تھا۔ کہو پکے غیر مقلد ہو یا نہیں۔ ہ۔ کیا ہر جزئیہ کیلئے ائمۂ ثلٰثہ یا خمسہ یا بعض متقدمین کی صریح سند کے سوا قرآن وحدیث یا ائمۂ متاخرین سے کوئی تصریح قابل سند نہیں ہوسکتی۔ و۔ کسی ایسے فعل پر جس کیلئے کوئی صریح ممانعت شریعت مطہرہ سے نہ ہو علمائے کرام میں بعض کا عمل اور بعض کا سکوت یا سب کا بالاتفاق اس پر عمل کیا حنفیہ کے نزدیک مثل اجماع اور اس فعل کا مثبت نہیں۔ ا۔ اگر نہیں تو کیا غیر مقلد کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ ۲۔ اگر ہاں تو

خاص مسئلہ میلاد مبارک میں جو علمائے کرام نے رسائل تصنیف فرمائے۔ صدہا سال سے اس پر عامل رہے اور ہیں۔ اس کے جواز بلکہ ندب واستحباب کے فتوے دیے۔ پھر یہ مسئلہ کیوں اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ ر۔ کیا مذہب حنفی میں اصل اشیا میں اباحت نہیں۔ ح۔ کیا قائل جواز متمسک باصل نہیں۔ ط۔ کیا متمسک باصل کے لئے بھی دلیل کی حاجت ہے۔ ی۔ امر مباح بلکہ مندوب ومستحسن کے لیے منع کہہ دینے اور اس کی کراہت کا دعویٰ کرنے پر کیا کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ ک۔ بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ بالفرض قائل جواز اس فعل کے جواز پر کوئی دلیل نہیں رکھتا۔ ۱؎ صرف اس کی کراہت وممانعت پر کسی دلیل کا نہ ہونا، کیا اس کے جواز کو کافی نہیں۔ ۲؎ اگر نہیں تو فتاویٰ گنگوہیہ ج۔۱ ص ۹۴ میں گنگوہی نے استعمالی جوتے پر کہا "اس کی کوئی کراہت منقول نہیں لہٰذا کچھ حرج نہیں" کیا یہ ہذیان اور مجنون کی بڑتھی یا واقعی صرف عداوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھا بنا دیا کہ اپنا لکھا آپ نہ سوجھا۔ ل۔ مجلس میلاد مبارک کے جواز پر قرآن وحدیث سے سند نہ ماننا ۳۰۰ھ کے بعد کسی کی نہ سننا، اور اپنے پدر ارادت گنگوہی کی بے دلیل ہانک سے ایکدم ممانعت وکراہت کا حکم دے بیٹھنا کھلی غیر مقلدیت نہیں تو کیا ہے۔ م۔ ہاں ہاں اپنے ہی اقراروں پر امام اعظم یا ان کے شاگردوں یا ۳۰۰ھ تک جو ائمۂ حنفیہ کرام گزرے ان کے ارشادات سے ثبوت دو کہ مجلس میلاد مبارک اور تیجہ دسواں ناجائز، اگر نہ دے سکے تو اپنے موتھ وہابی لا مذہب ہونے کا اقرار کرو۔ ن۔ ع۔ کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔ جناب تھانوی صاحب آپ کا کیا کہنا "اگر کہو کہ ہم قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں تو ہم میں تم میں کیا فرق رہا ہم بھی تو اپنے مسائل قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں تم مقلد ہو تم پر اماموں کے

اقوال ضروری ہیں" کیا غیر مقلد اور لا مذہب ہونے کا صریح اقرار نہیں ۔س۔کیا کتب معتمدہ حنفیہ سے نہیں دکھایا گیا کہ مسجد میں اذان منع ہے۔آج تک کسی نے ایک کتاب سے بھی اذان جمعہ کا استثنا بتایا؟۔اب کہو غیر مقلد وہ ہیں جو ائمہ کے خلاف پر اڑیں یا وہ جو تصریحات ائمہ پر عمل کریں۔

۱۴۔ باوجودیکہ آپ ائمہ متاخرین کو استعفادے چکے کیا پھر بھی آپ انہیں کی تقلید چاہتے ہیں۔ ۱۔ کیا مسائل کلامیہ میں بھی تقلید ہوسکتی ہے۔ ۲۔ کیا کفر واسلام بھی تقلیدی ہوسکتے ہیں۔

۱۵۔ کیا متواضعین کا اپنے نام کے ساتھ کلمات تواضع وانکسار لکھنا آپ کے دھرم میں لقب اور دوسرے کے لیے دستاویز ہوا کرتے ہیں کہ وہ بھی انہیں اِنہیں الفاظ سے تعبیر کریں۔ا۔گنگوہی نے جو اپنے آپ کو جا بجا احقر الناس لکھا ہے کیا آپ کے دھرم کے مطابق یہ لفظ دوسروں کیلئے دستاویز نہ ہوگا کہ وہ بھی گنگوہی کو احقر الناس ہی کہا کریں ۔ب۔ جب قرآن عظیم فرما رہا ہے۔" وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ "(پ۔۲۸۔س۔منافقون۔آیت۔۸) تو کیا احقر الناس کا حاصل ثابت بالقرآن یہی نہیں کہ مسلمان احقر الناس نہیں ہوسکتا ۔بلکہ احقر الناس وہی ہوگا جو اکفر الناس ہو۔ ح۔ جب گنگوہی اقرار اور قرآنی ارشاد سے گنگوہی کا اکفر الناس ہونا ثابت اور دوسروں کے لیے بھی ان الفاظ سے استدلال، ان سے تعبیر، ان کا استعمال آپ کا دھرم اور عین ایمان تو آپ کیوں نہیں اسے احقر الناس، اکفر الناس، وسواس الخناس لکھتے، بلکہ برعکس اپنے پرچہ میں اسے رشید الملۃ والدین وچناں وچنیں لکھ کر آپ بھی کافر ہوئے یا نہیں؟۔ع۔کیا کافر کو دین وملت کا رشید کہنے والا کافر نہیں ۔ہ۔قرآن عظیم کفار کی نسبت فرماتا ہے

"اولئك هم شر البرية "(پ۔۳۰۔س۔ بینہ۔آیت۔۶)(وہ سارے جہان سے بدتر ہیں سب مخلوقات سے بدتر ہیں)۔مخلوقات میں سگ وخوک بھی ہیں تو ان سے بھی بدتر ہوئے۔اور باقرار گنگوہی ونص قرآنی اس کا اکفر الناس ہونا ثابت تو قرآن عظیم کے حکم سے جناب گنگوہی صاحب اور آپ ہرایک سگ وخوک بھی ہیں،تو ان سے بھی بدتر ہوئے یانہیں ۔**و**۔نہیں تو کیا وجہ ہے؟۔ر۔اور ہاں تو کیا وجہ ہے؟۔ **ا**۔آپ کے اس اقرار کے بموجب اگر آپ کواور گنگوہی کوسگ وخوک کہا جائے تو کیااس میں آپ کی اور گنگوہی کی تعظیم اور سگ وخوک کی توہین نہ ہوئی کہ ان سے بدتر ملا دیا۔ **۲**۔جب آپ کے اقرار سے روشن ہو گیا کہ گنگوہی اور آپ سگ و خوک سے بدتر ہیں اور آپ کےاور سب وہابیہ کے دھرم کی رو سے عام طور پر ہر ایک شخص آپ کی نسبت ان الفاظ کے استعمال کرنے کا مجاز ہےاوراسی بنا پر **"چھپے تھانوی کے پرخچے"** نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ گنگوہی کوسگ گنگوہ اور آپ کوخوک تھانہ بھون کہا جائے اگر آپ اجازت دیں تو اس اجازت کی یہ بیساختہ تاریخ نذر ہوگی۔ع۔سگِ گنگوہ وخوک تھانہ بھون۔اور ع خوک گنگوہ وسگ تھانہ بھون،تو یہ دوصریح اور ایک دوسرے سے ماخوذ تینوں جو آپ کی اجازت پرموقوف اور آپ کی نذر اجازت ہونے والے مصرعے تھےاور باقرار گنگوہی ونص قرآنی ان کا ثبوت پہنچا کر۔اور عموم استعمال کے لیے خود گنگوہی اورسب وہابیہ کا دھرم اور اصول وہابیت دکھا کرآخر میں نذر کی اجازت چاہی گئی تھی اس پر بجائے اس کے کہ آپ صریح اجازت دیتے یا اس سے اپنی برأت ثابت کرتے اور خاص آپ کے دھرم سے آپ کے مونھ آپ پر قائم شدہ سگ وخوک سے بدتر ہونے کی جانگزا گرفت سے اپنے کو چھڑاتے۔لچوں لقوں کی طرح تمسخرو

استہزا پر ٹالنا اور اپنے ناپاک دھرم کی خباثت اپنے خصم کی طرف دہرانا کیا **کھلی بے تہذیبی ناپاکی** کے علاوہ آپ کے اور گنگوہی کے سگ وخوک سے بدتر ہونے کی صریح دلیل قبول وتسلیم نہیں۔

وربنا الرحمن المستعان علی ما تصفون وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولینا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر عبدالباقی محمد برہان الحق رضوی جبلپوری غفرلہ

مطبوعہ: در مطبع اہل سنت وجماعت کلکتہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المعجزة العظمى المحمدیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۶ / شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ جو کہ مغرب کے وقت قبلہ کی طرف ایک روشن ستارہ ٹوٹ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک "محمد" صفحہ آسمان پر نمایاں ہوگیا۔ جبل پور، سی۔ پی۔ کے اکثر مقامات کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کرشمہ یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ جواب مع عقلی، ونقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

احقر نوراللہ خاں کاتب الہ آبادی، عفی عنہ

مورخہ ۶ / رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

نوٹ: واضح روئے عالی یہ ہے کہ مندرجہ بالا استفتا کا جواب جو آپ مرحمت فرمائیں گے، وہ شائع کردیا جائے گا تاکہ عامۃ المسلمین کے معلومات میں اضافہ ہو۔

الجواب واللہ الموفق للصدق والصواب

ہر امر عجیب خرق عادت جس کے ظہور کا تعلق نبی کی ذات یا صفات وخصائص و حالات سے ہو۔ اگر وہ تحت تحدی ومقترن بہ دعوائے نبوت ہو تو معجزہ ہے ورنہ آیت۔ لیکن بروجہ تشبیہ وتغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع وذائع ہے۔ پھر بھی یہ تعلق نبی کی حیات ظاہری سے خاص نہیں بلکہ نبی کی وفات کے بعد کے لیے بھی عام اور تاقیام قیامت باقی ہے۔

حق یہ ہے کہ نبی کی امت میں سے کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے۔ غرض کہ نبی کے وصال کے بعد اس سے نسبت رکھنے والے

امور خارقہ عادت وکرشمہائے قدرت الٰہی، آیات ومعجزات کہلائیں گے، کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں اور بدلالت قرائن واقوال واحوال وخصائص نبی حکماً مقترن بہ دعوائے نبوت اور تحت تحدی ہیں۔ زبیدی شرح احیاء میں ہے۔

او ایدہ اللہ سبحانہ بالمعجزات الظاھرۃ والآیات الباھرۃ، معنی الاٰیۃ العلامۃ علی صدقہ والمعجزۃ ھی الاٰیۃ مع التحدی بھا۔

اور اللہ سبحانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید فرمائی، ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے ساتھ۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ ایسی علامت جو حضور کی صداقت پر دلالت کرے اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہو۔

اور یہ بھی زبیدی میں ہے۔

والقوم یعدون امثال ھذہ کشق الصدر وظلال الغمامۃ و تسلیم الحجر معجزات علی سبیل التشبیہ والتغلیب۔

اور قوم یعنی ائمہ کرام نے ایسی آیتوں، نشانیوں کو جیسے شق صدر اور ابر کا حضور پر سایہ کرنا اور پتھر کا سلام کرنا۔ معجزات میں بروجہ تشبیہ وتغلیب شمار کیا ہے۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے۔

"ان کرامۃ الولی من بعض معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (ولی کی کرامت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے)۔

پھر بعد وفات بھی نبی کی نبوت باقی، اس کے دعوائے نبوت پر تحدی قائم اور نبی کے تحت تحدی اور نبوت جو امر خلاف معمول وخارق عادت صادر ہو وہ اس نبی کا معجزہ ہے کیوں کہ معجزہ وہ ہے جو منکرین ومشرکین ومعاندین کو نبی کی مخالفت اور اس کے مقابلہ ومعارضہ سے عاجز کرکے اسی نبی برحق کے دعوائے نبوت ورسالت

کی تصدیق اور اس کے دین متین کی صداقت وحقانیت کی توثیق کرے تو اس کے لیے نبی کی حیات ظاہری کی حاجت نہیں۔

نشر المحاسن میں ہے۔

کل فعل خارق للعادۃ مستلزم صدق النبی ﷺ فیما ادعاہ من الرسالۃ معجزۃ لہ۔

ہر فعل جو خارق عادت خلاف معمول ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو رسالت کا دعویٰ کیا، اس میں ان کی سچائی کو مستلزم ہو، وہ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

احیاء العلوم میں ہے۔

وجہ دلالۃ المعجزۃ علی صدق الرسل ان کل ما یعجز عنہ البشر لم یکن الا فعلا للہ تعالیٰ۔

نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کے دلالت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسکے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کا فعل ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے۔

فالمعجزۃ علیٰ ھٰذا لا یشترط لھا حیاۃ الرسول بل تکون بعد موتہ ۔تو اس بنا پر معجزہ کے لیے رسول کا حیات ظاہری کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ ان کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے۔

جب ظہور معجزہ کے لیے رسول پیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھی خرق عادت ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں۔ کیونکہ وہ مقرون بالتحدی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی بین شہادت دیتے ہیں اور بقرائن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین متین کی صداقت وحقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین و

معاندین اس کے معارضہ اور مقابلہ میں مبہوت ہیں۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے۔

اکثر معجزات الانبیاء لا سیما نبینا محمد ﷺ وقعت من غیر ادعاء النبوۃ۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اکثر معجزات خصوصاً ہمارے نبی ﷺ کے بغیر ادعائے نبوت کے واقع ہوئے۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے۔

ان کل ما وقع عنہ ﷺ بعد النبوۃ مقرون بالتحدی لان قرائن اقوالہ و احوالہ ناطقۃ بدعواہ النبوۃ و تحدیہ للمخالفین و اظھارہ ما یفھم ویحدیھم۔

یعنی جو کچھ معجزات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعد نبوت ظاہر و واقع ہوں وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ کیوں کہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی اور حضور کی وہ شان ظاہر فرمانا جو منکرین و مخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کر دیں۔ ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔

شرح الشفا للملا علی قاری میں ہے۔

معجزۃ نبینا ﷺ لا تبید ای لا تفنی ابدا ولا تنقطع (وآیاتہ) ای علاماتہ الدالۃ علی صدقہ۔ (تجدد یوما فیوما ولا تضمحل) ای ولا تزول اصلاً۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگا اور حضور کی آیتیں یعنی حضور کی سچائی اور صداقت و حقانیت پر دلالت کرنے والی

علامتیں دن پر دن نئ ظاہر ہوں گی اور کبھی کمزور نہ ہوں گی یعنی کبھی زائل نہ ہوں گی۔

حدیقہ ندیہ میں ہے۔

انہ مبعوث الی الثقلین و خاتم الانبیاءوالرسل و معجزاته الظاهرة باقية على وجه الزمان وشهادته قائمة فى القيامة علىٰ كافة البشر۔

بیشک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہاں کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ خاتم ہیں تمام نبیوں اور رسول کے اور آپ کے کئی ظاہر معجزات زمانہ کے قائم رہنے تک باقی ہیں اور آپ کی صدق نبوت پر شہادت قیامت تک تمام لوگوں پر قائم ہے۔

افضل القریٰ میں ہے۔

ان هٰذه الشريعة كانت باقية على صفحات الدهر الى يوم القيامة خصت بالمعجزات العقليه الباقية ليراها ذو والابصار۔

بیشک یہ شریعتِ اسلامیہ دنیا کے پردہ پر قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ یہ شریعت خاص کی گئی معجزات عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہیں گے تاکہ انہیں عقل کی آنکھ والے دیکھیں۔

جامع الکرامات میں ہے۔

فكان بذالك ﷺ كانه موجود بين امته يشاهدون معجزاته بعد مماته كما كانوا يشاهدونها فى حياته ﷺ ليزداد الذين امنوا ايمانا۔

ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ آپ کے معجزات کا مشاہدہ آپ کی وفات کے بعد کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں مشاہدہ کرتے تھے، تاکہ ایمان والوں کے ایمان

زیادہ ہوں۔ مذکورہ سوال کہ ستارہ کا بصورت شہاب ثاقب نازل ہونا مطلع ہلال پر قرار پکڑنا پھراس کا کچھ تغیرات کے بعد علم پاک "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جانا حسب تصریحات بالا یقیناً وہ سرکار رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بین معجزہ ہے۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ وہ کسی انسان کا کام نہ تھا، نہ کسی مجہول الحال کا نام تھا، نہ کوئی مہمل و بے معنی کلمہ تھا بلکہ وہ ایک فعل الٰہی اور کرشمۂ قدرت کبریائی تھا، جس نے اپنے پیارے محبوب حقیقی مطلوب تحقیقی مختار مطلق برگزیدہ نبی برحق پیغمبر اعظم رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم محترم واسم پاک معظم کو چمکا کر، روشن فرما کر بہتوں گمراہوں کو متنبہ کر دیا اور سوتوں، غفلت آشناؤں کو بیدار فرما دیا یہ وہی سرکار ابد قرار ہیں جن کا دین متین قیامت تک قائم و باقی اور جن کی نبوت کریمہ، ورسالت عظیمہ دائم ولازوال ہے۔

یہ ظہور اسم مبارک زبان حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ کوئی دین، کوئی مذہب، کوئی ملت، کوئی فرقہ جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے۔ واللہ ہرگز ہرگز نہیں۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ۔(پ۔ا۔س۔بقرہ۔ آیت۔ ۲۴) تو (اے مخالفان اسلام) اگر تم ایسی مثال نہ پیش کر سکو اور یقیناً تم ہرگز ہرگز نہ پیش کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی ہیں اور وہ پتھر جنہیں یہ آدمی بت بنا کر پوجتے ہیں اور وہاں آگ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ نے اس اسم اعظم علم معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں۔ حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیوں کو بشارت عظیمہ دی۔ رہا یہ کہ جس پیارے نبی کی

پیروی، جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت، جس رسول معظم کی اتباع میں تمہیں مراتب سعادت عطا ہوں تمہیں عقاب الٰہی فتنۂ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے اس کا نام پاک علم مبارک ہم نے مشعل ہدایت بنا کر مطلع ہلال پر چمکا دیا اور حسب وعدہ قرآنی " وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ " (پ۔۳۰۔س۔انشراح۔آیت۔۴) (ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کیا)۔اسم پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ سایہ فگن فرما دیا۔ جو اپنی سعادت افروز تجلی اور مسرت افزا روشنی میں عامۂ امت اجابت و دعوت کو طریق خیر و سعادت اور صراطِ رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بلا رہا ہے۔

اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ۔(یقینا یہی میری راہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہ اختیار نہ کرو کہ سیدھی راہ سے بہکا دیں)۔

بلا شبہ ظہور اسم پاک " محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بقا و قیام و دوام کی بین شہادت اور دین مصدق و برحق اسلام کی برہان ساطع اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلیل قاطع ہے، جس کے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفین اسلام مبہوت اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ یہی معجزہ کی تعریف ہے اور تماماً اس پر صادق۔ شرح مقاصد میں ہے۔

"المعجزۃ ھی فعل من اللہ تعالٰی یقصد بمثلہ التصدیق"

معجزہ اللہ تعالٰی کا فعل ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق مقصود ہے۔

اب کون ہے جو اس کے اعجاز محمدی ہونے میں شک لائے اور معجزہ نہ ہونے میں کلام کرے۔

مسلمانو! ہوشیار، خبردار، بہت سو چکے اور خواب غفلت میں اتنا کچھ کھو

چکے کہ اس کی تلافی دشوار ہے۔ مگر جو کچھ مل رہا ہے اسی کو سنبھالو۔ یہ ظہور اسم مبارک تمہیں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکار ابد قرار کے سایہ میں تمہارے لیے سب کچھ ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی اطاعت، ان کی اتباع، ان کی پیروی تمہارے لیے منہاج رفعت وعزت ہے اور معراج ترقی ہے، اس سے باہر ہونے سے۔ ان سے پھر جانے روگرداں ہو جانے میں تمہارے لیے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ قال عز وجل۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ" (پ۔۲۸۔س۔مجادلہ۔آیت۔۲۰)

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں، اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ بیشک اللہ قوت والا اور عزت والا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم، وعلمہ عز مجدہ، اتم واحکم۔

کتبہ
الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق القادری الرضوی
الجبلفوری غفرلہ
یکم ذی قعدہ مبارکہ ۱۳۴۵ھ

رسالہ عظمتِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بخدمت حضرت مولانا مولوی مفتی عبد السلام، مقام جبل پور

بعد سلام مسنون آنکہ، ناگپور میں ایک شخص مولوی ظہیر الدین علوی رئیس مالگذار رہتے ہیں، انہوں نے علانیہ روبرو چند مسلمانوں کے حسب ذیل کلمات استعمال کئے، جس سے ہم مسلمانوں کو سخت رنج پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا نعوذ باللہ میں میلاد شریف پر پیشاب کرتا ہوں اور اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا۔ نعوذ باللہ۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ حرام کی اولاد تھے۔ یہ عریضہ آنجناب کی خدمت میں ذیل کے چند امور کے دریافت کے لیے لکھتا ہوں اور امید قوی ہے کہ آنجناب اس کا جواب واپسی ڈاک سے فرمائیں گے۔

۱۔ بعض مسلمانوں کے یہاں محفل میلاد حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منانے اور اس کے انعقاد کے جواز میں فقہ، حدیث اور قرآن کی رو سے کیا کیا اسناد موجود ہیں مع آیات وحدیث وحوالہ کتاب۔

۲۔ ماہ ربیع الاول میں عید میلاد حضور سرور کائنات کے منانے اور محافل منعقد کرنے کا حکم کن آیات وحدیث سے ماخوذ ہے۔

۳۔ دیگر اسلامی ممالک میں شرعاً حنفی مسلمانوں کا میلاد کے بارے میں کیا عقیدہ ہے اور کن کن مسلکوں میں اس کو اسلام کا حکم سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک اسلام کا پیغمبر ماننا اور ان کی عزت کرنا اور اس پر ایمان لانا مسلمانوں کے لیے جزو ایمان ہو، کن آیات و حدیث سے ثابت ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ جیسے بزرگ ان مسائل پر کافی روشنی ڈال سکتے ہیں۔ ان امور کی اس لیے ضرورت ہے کہ مرتکب نے ان امور پر استغاثہ دائر کردیا

ہے اور یہ امور ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ تاریخ پیشی ۸ ر ستمبر قرار پائی ہے۔

آنجناب کو صرف کتابوں کا اور قرآن شریف کی آیات کا حوالہ دینا کافی ہو گا اور آئندہ کسی قسم کی زحمت شہادت وغیرہ اٹھانا نہیں پڑے گی۔ تکلیف کی معافی چاہتا ہوں۔

الجواب بعون الملک الوہاب

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں مذہب کے مسلمانوں کے نزدیک محفل ذکر میلاد مبارک حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرنا جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ محفل ذکر مبارک سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور دنیا میں رونق افروز ہونے کی یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے دنیا کی ظلمت کفر اور تاریکیِ شرک کو دفع کرنے کیلئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کرنا اور اس نعمت کو عام کر کے شکر نعمت بجالانا اس کا حکم ہمیں اللہ عزوجل نے دیا قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔(پ۔۳۰۔س۔الضحیٰ۔آیت۔۱۱) یعنی ضرور اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو اور ساتھ ہی ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کو قیامت تک بلند فرمانے کی بشارت دی، قرآن عظیم میں فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔یعنی اے میرے حبیب! ہم نے خاص تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند فرمایا۔ یہ حکم عام ہے خواہ عام طور پر کسی دن بھی کیا جائے۔ خواہ کسی مہینہ کے خاص دن میں مقرر ہو۔ بلکہ خصوصیت کے ساتھ ماہ ربیع الاول شریف میں جو کہ خاص ولادت سرکار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مہینہ ہے، نہایت ہی مبارک اور باعث صد ہزار خیر و برکت ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ کا

وہ مقدس دن واقع ہے، جس دن اللہ نے اپنی کائنات اور مخلوقات کے سب سے بڑے برگزیدہ اور باعث خلق وایجاد عالم ہستی کو وجود مرحمت فرمایا اور جلوۂ ظہور میں لاکر عالم کو انوارِ ایمان سے منور فرمایا۔ اللہ کے بڑے بڑے مبارک دنوں میں سب سے برتر اور مبارک دن اسی مہینہ کی ۱۲/ تاریخ ہے۔ اللہ کے اور مقدس دنوں کی طرح اس دن کی یادگار قائم کرنا لوگوں کو اس کی پاکی کی طرف توجہ دلانا قرآن عظیم سے ثابت ہے۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔ (پ۔۱۳۔س۔ ابراہیم۔ آیت۔۵) یعنی لوگوں کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ۔

اس لیے تمام دنیا کے مسلمانوں خواہ حنفی ہوں یا مالکی، شافعی ہوں یا حنبلی صدہا سال سے سب کا یہی دستور العمل ہے۔ وہ ہمیشہ محفل میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور خصوصاً ربیع الاول شریف میں بہت زیادہ اہتمام سے کام لیتے ہیں، سعادت الدارین میں ہے۔ ”لما کان الامام ابو اسحق ابراھیم مقیما طیبة کان یعمل للمولد و یطعم الطعام الناس ویقول لو تمکنت لعملت بطول الشھر کل یوم مولداً“ (یعنی جب کہ امام ابواسحٰق ابراہیم مدینہ طیبہ میں مقیم تھے ہمیشہ میلاد منعقد کرتے تھے اور لوگوں کو اس مبارک تقریب میں کھانے کھلاتے تھے اور فرماتے تھے اگر مجھے قدرت ہوتی تو میں مہینہ بھر، ہر روز محفل میلاد شریف منعقد کرتا)۔

اہل مصر اور اہلِ شام بھی علی العموم اس پر عامل اور اس مبارک مجلس میلاد کے فیوض و برکات سے ہمیشہ مستفیض ہوتے۔ سعادت الدارین میں ہے۔

واکرم الناس غایة بذالك اھل مصر و الشام ۔ (یعنی محفل میلاد شریف کا بہت زیادہ اہتمام کرنے والے مصر اور شام کے لوگ ہیں)۔

سیرۃ النبویہ میں ہے۔

وعمل المولد واجتماع الناس له كذالك مستحسن۔

یعنی مجلس میلاد منعقد کرنا اور اس محفل میلاد کیلئے لوگوں کا جمع ہونا بہت ہی اچھا کام ہے اور اسی سیرت نبویہ میں۔

واحسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف واظهار الزينة والسرور فان ذلك مع مافيه من الاحسان للفقراء مشعر بمحبة النبی ﷺ وتعظیمه فی قلب فاعل ذالك وشكر الله تعالیٰ علی مامن به من ایجاده ﷺ الذی ارسله رحمة للعالمين۔

یعنی نہایت ہی اچھا نیک اور بہتر کام ہے جو ہر سال میلاد کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ یہ مجلس میلاد کا دن اس دن کے موافق ہوتا ہے جس دن اور تاریخ میں حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک ہوئی۔(یعنی ۱۲ / ربیع الاول شریف) اس دن صدقات اور خیرات ہوتے ہیں اور زیب وزینت کے ساتھ بہجت وسرور کا اظہار ہوتا ہے کیوں کہ اس دن جو کچھ غریبوں پر احسان کیا جاتا ہے اسی کے ساتھ یہ مجلس میلاد کا بلیغ اہتمام اس کے کرنے والے کے دل میں۔حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت، محبت اور تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور اس میں شکرِ الٰہی کا اظہار ہے کہ اس نے اپنی خلق اور بندوں پر احسان عظیم فرمایا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرما کر انہیں عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک۔ دنیا کا کوئی اسلامی حصہ جہاں مسلمان آباد ہوں ایسا نہیں کہ عوام سے لے کر خواص تک تمام مسلمان اس عمل

خیر محفل میلاد کے عامل نہ ہوں۔ سوا فرقہ ناریہ وہابیہ کے کسی نے اسے نظر انکار سے نہ دیکھا۔ یہی ایک بے ادب، گمراہ، گستاخ فرقہ ہے جو اس مبارک ذکر کے فیوض و برکات سے محروم ہے۔ سعادت الدارین میں ہے۔

هٰذا الامر منتشر فی کافة الاقطار الاسلامیه بین اظهر العلماء من تسعة قرون مضت الیٰ هٰذا الوقت بلا نکیر الا من الطائفة الوهابیة التی خرجت من الدین بتکفیر عموم المسلمین اه۔

(یہ امر انعقاد محفل میلاد پاک تمام اسلامی آبادیوں میں علمائے کرام کے درمیان نوسو سال سے جاری اور اس وقت سے اس وقت تک بغیر کسی انکار کے جاری ہے اس سے کسی نے انکار نہ کیا۔ سوا وہابیوں کے جو دین اسلام سے بالکل باہر ہو گئے۔ کیونکہ وہ اپنے فرقہ والوں کے سوا تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں)۔

سیرۃ نبویہ میں ہے۔

لا زال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد و یتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویعتنون بقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم اه۔

یعنی ہمیشہ اہل اسلام تمام دنیا اور بڑے بڑے شہروں میں مجلس کرتے ہیں اور ولادت کی رات میں طرح طرح کے نیک اور بھلے کام اور صدقات و خیرات کرتے ہیں اور ولادت شریف کا بیان پڑھتے ہیں۔ بڑے اہتمام کرتے ہیں اور اس عمل خیر کی برکتوں سے ان کرنے والوں پر بہت زیادہ فضل الٰہی ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کی طرح ہندوستان میں بھی سوا وہابیوں کے تمام مسلمان عام طور پر اس کے عامل ہیں تو ظاہر ہوا کہ دنیا کے عامۂ مسلمین، خواہ

عالم ہوں یا جاہل ہوں، سب نے اس انعقاد محفل میلاد مبارک کو باعث صد ہا ہزار خیر و برکت اور قابل عمل جانا اور اسے مستحسن اور محبت و تعظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل مانا اور مقاصد حسنہ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ۔ (یعنی جس کام کو عام طور پر مسلمان بہتر سمجھ کر عمل میں لائیں وہ کام اللہ کے نزدیک بہتر ہے)۔

بنا بریں حسب تصریح فقہ شریف اگلے پاکباز مسلمانوں کی اتباع اور ان کی پیروی ان کے بعد والوں پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

ان المسلمین اذا توارثوہ فوجب اتباعھم۔

یعنی مسلمانوں میں جب کوئی اچھا اور نیک کام عام طور سے معمول و متوارث ہو جائے تو ان کی پیروی کرنا واجب ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مجلس میلاد شریف منعقد کرنا ایک امر مستحسن ہے جسے دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمانان عالم اور عامی سب بلا نکیر ہمیشہ اور اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ محبت و تعظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بین دلیل ہے۔ اسی لیے آج کل اور آئندہ عامۂ مسلمین پر اگلے صلحائے مومنین کا اتباع کرتے ہوئے اس عمل خیر کا کرنا واجب اور موجب صد ہزار خیر و برکت۔ اس عمل خیر سے انکار کرنے والا وہابی ہے اور وہابی لوگ اپنے سوا تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اسی لیے علمائے کرام نے ان کی تکفیر کی جیسا دلیل نمبر ۸ سے ظاہر ہے۔ یہ آپ کے سوال نمبر ۱، ۲، ۳، کا نہایت مختصر جواب ہوا۔

شخص مذکور نے میلاد مبارک کی نسبت سخت توہین کے کلمات کہے ہیں، جو کسی مسلمان کی نوک زبان تک نہیں آسکتے، نہ کسی مسلمان کے کان انہیں سننا گوارا کر

سکتے ہیں، محفلِ میلاد مبارک کی اس حیثیت سے توہین کرنا کہ وہ محبوب رب العالمین سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ذکر کی محفل ہے، یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مقدس و معظم کی توہین و تنقیص ہے اور ہمیں قرآن عظیم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم ہے، قال اللہ عزوجل۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَ نَذِیۡرًا لِتُؤۡ مِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ۔ الاٰیۃ۔(پ۔۲۶۔س۔فتح۔آیت۔۸،۹)

(یعنی اے حبیب! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ بنا کر اپنے بندوں پر ان کو بشارت دینے والا اور عذاب الٰہی کا ڈر سنانے والا، تاکہ اے مسلمانو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی عزت وتوقیر کرو)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وشان اور توقیر مکان جس حیثیت وتکلیف کے ساتھ ہو سکے ہر مسلمان پر لازم وفرض ہے اور اس کے خلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کی نسبت کوئی ایسا قول وفعل جس میں کسی قدر شائبہ بھی توہین کا پایا جائے کفر وارتداد اور ان کا مرتکب حسب تصریحات ائمہ کرام کافر دمرتد ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ شفا شریف میں ہے۔

المنتقص له ﷺ کافر والوعید جاء علیه بعذاب الله تعالیٰ۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ کے عذاب کی وعید آئی ہے۔ الصارم المسلول میں ہے۔

قال ابو حنیفه واصحابه فیمن نقصه او کذبه انه مرتد و کذالك قال اصحاب الشافعی کل من تعرض لرسول الله ﷺ بما فیه استهانة فهو کالسب الصریح فان الاستهانة بالنبی کفر۔

(یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا ایسا شخص جو حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کرے یا حضور کی تکذیب کرے، وہ مرتد و کافر ہے اوراسی طرح اصحاب شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کچھ بھی اشارہ ایسا کرے جس میں توہین وتحقیر پائی جائے تو گویا اس نے صریح گالی دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر اور استہانۃ کفر)۔

ان تصریحات وقوانین و دفعات مسلمات اجماعیہ شرعیہ کی بنا پر شخص مذکور معاذ اللہ کافر و مرتد ہو گیا اور اس نے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے اسلام اور مسلمان کی سخت ترین توہین کی اور سخت سزا کا مستحق۔

۴۔سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نبی برحق ہیں۔رسول مصدق ہیں۔

قال اللہ عز وجل۔" وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ "۔(پ۔۱۔س۔بقرہ۔آیت۔۸۷)(یعنی ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو اپنی کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور روح قدس سے ان کی تائید کی)۔

وقال اللہ تعالیٰ۔اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ۔(پ۔٦۔س۔النساء۔آیت۔۱۷۱) یعنی بیشک مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کے حکم سے پیدا ہوئے۔

وقال عز وجل۔وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۔ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔(پ۔٦۔س۔مائدہ۔آیت ۴۷)

(اورہم نے اگلے پیغمبروں کے قدم بقدم عیسیٰ بن مریم کو بھیجا تصدیق فرماتا ہوا اس چیز کی جوان سے آگے گزری توریت سے اور ہم نے انہیں عطا فرمائی انجیل

جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور وہ کتاب تصدیق کرنے والی ہے اگلی کتاب توراۃ کی ۔ یہ کتاب انجیل ہدایت اور نصیحت کرنے والی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو)۔

وقال عز برہانہ ۔" اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ۔" (پ ۔۲۸۔س ۔ الصّف ۔آیت ۔۶) (یعنی جبکہ عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرتا ہوا۔اس چیز کی جو مجھ سے آگے گذری توریت سے اور بشارت دینے والا ہو ں میں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا،اس کا نام احمد ہے۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

قرآن عظیم کی آیات کثیرہ جو عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت ونبوت پر دلالت کرتی ہیں،ان میں سے چند بنظر اختصار پیش کردیں۔

تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا ان کی رسالت و نبوت کی تصدیق کرنا۔ایمان کا اسلام کا جز واعظم ہے۔کسی نبی ورسول کی نبوت و رسالت سے انکار صراحۃً یا کنایۃً ان کی تنقیص شان اور توہین وتحقیر العیاذ باللہ مطلقاً کفر اور اس کا مرتکب کافر۔

قال عز وجل ۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ،کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۔ (پ ۔۳۔س ۔البقرہ ۔آیت ۔۲۸۶)

(یعنی ایمان لائے رسول جو ان پر نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور ایمان لائے ان کے ساتھ تمام مسلمان ۔سب کے سب ایمان لائے اللہ پر،

اس کے تمام فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور اس کے رسولوں میں سے ہم کسی میں فرق نہیں کرتے۔

قال عز وجل جلالہ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ۔ (پ۔۵۔س۔النساء۔آیت۔۱۳۷)

ایمان والو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی (قرآن عظیم) اور ایمان لاؤ ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی (انجیل وتورات وغیرہما) اور جس نے کفر کیا یعنی ایمان نہ لایا اللہ پر اور اس کے تمام فرشتوں پر، اس کی تمام کتابوں پر، اس کے تمام رسولوں پر اور قیامت کے دن پر، (یعنی ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو) تو یقیناً وہ بھٹک کر ایمان سے بہت دور ہو گیا۔

شخص مذکور فی السوال نے عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے انکار کیا، ان کی شان اقدس میں سخت سے سخت تنقیص وتوہین کے کلمات استعمال کئے اور اسی کے ساتھ اس نے قرآن کی تکذیب کر کے اس کی تکفیر کی اور قوانین و دفعات مصرحہ اور مسلمات اجماعیہ شرعیہ کی بنا پر شریعت مطہرہ کے حکم سے وہ شخص کافر و مرتد ہو گیا اور سخت ترین سزا اور عذاب کا مستحق ہے۔

شفاء قاضی عیاض اور الصارم المسلول میں ہے۔

ان جمیع من سب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام او عابہ ۔ او الحق بہ نقصا فی نفسہ او دینہ او نسبہ او خصلۃ من خصالہ او عرض او شبہ

بشئ علی طریق السب له او الازراء علیه اوالتصغیر لشانه فهو ساب له و حکمه حکم الساب وذلك حکم من نسب الیه مالا یلیق بمنصبه علی طریق الذم وهذا کله اجماع من العلما وائمة الفتوی من المجتهدین من لدن الصحابة رضی الله عنهم الی هلم جرا۔

یعنی ہر وہ شخص جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دے یا ان پر کوئی عیب لگائے یا اس نبی کی ذات یا اس کے دین یا اس کے نسب کے بارے میں کوئی نقص ملائے۔ یا ان کی خصلت میں سے کسی خصلت کی طرف اوچھے پن کی نسبت کرے، یا اس کی طرف اشارہ کرے یا اسے کسی چیز سے مشابہت دے جس میں گالی کا انداز پایا جائے یا اس کی شان کو گھٹائے تو یقیناً وہ گالی دے رہا ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا حکم ہے۔ (یعنی وہ کافر ہے) اور یہی حکم اس کا ہے جو کسی نبی کی طرف ایسی نسبت کرے جو ان کے منصب اور شان کے مناسب نہ ہو اور اس نسبت سے اس کی نیت برائی کی ہو اور ان سب پر تمام علماء اور فتویٰ دینے والے بڑے مجتہد اماموں کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت سے اس وقت تک اجماع ہے۔

کتاب الخراج میں سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ایما رجل سب النبی ﷺ او کذبه او عابه او نقصه فقد کفر و بانت منه زوجته۔

یعنی کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دی یا تکذیب کی یا انہیں عیب لگایا یا ان کی شان کو گھٹایا یقیناً وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ اذا عاب الرجل النبی ﷺ فی شئ کان کافرا۔
یعنی اگر کسی آدمی نے کسی نبی علیہ السلام پر کسی قسم کا عیب لگایا وہ کافر ہو گیا۔

شریعت مطہرہ کے قوانین مسلمہ کی کتاب "تنبیہ الولاۃ والحکام" میں شریعت مقدسہ کے حاکم مطلق حضور اقدس سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم قطعی ہے۔

من سب نبیا فا قتلوہ اجمع عامۃ اھل العلم علی ان من سب النبی ﷺ علیہ القتل۔(جو شخص کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کردو۔عامہ علمائے کرام نے اس امر پہ اجماع کرلیا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے اس کی سزا قتل ہے)۔

اور اسی تنبیہ الولاۃ میں ہے۔"لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ اذا کان مسلما"۔
یعنی میں کسی مسلمان کو ایسا نہیں جانتا کہ اس نے ایسے آدمی کو قتل کرنے کے حکم میں اختلاف کیا ہو۔

اگر خلافت راشدہ کا زمانہ اور اسلام کی حکومت ہوتی تو سلطان اسلام اور امام وقت پر شخص مذکور درسوال کی نسبت احکام مذکورہ بالا کا جاری کرنا لازم ہوتا۔ اب حکومت اس توہین و تنقیص اسلام و تحقیر مسلمین پر جو کچھ بھی سزا اس کے لیے تجویز کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق القادری الرضوی الجبلفوری غفرلہ

۱/ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

الجواب صحیح

محمد عبدالسلام ضیاء صدیقی حنفی قادری برکاتی رضوی جبل پور غفرلہ

اسلام اور ولایتی کپڑا

جناب شمس العلماء مولانا عبد السلام دام اقبالہ بعد ادائے آداب کے التماس ہے کہ ہمارے یہاں چند شخصوں نے یہ مسئلہ درپیش کیا ہے کہ ولایتی کپڑے سے نماز پڑھنا حرام ومنع ہے لہٰذا کوئی شخص اس سے منکر نہیں ہوسکتا۔ مگر جس شخص کے پاس ولایتی کپڑے ہوں اور وہ غریب ہو اور زیادہ وسعت اس کو نہیں تو کیا کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے براہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب واللہ الموفق للصدق والصواب

کپڑا دیسی ہو یا ولایتی اعلیٰ درجہ کا یا ادنیٰ درجہ کا، موٹا ہو یا باریک، دستی بنا ہو یا مل اور مشین کا بشرطیکہ خارجی شرعی وجوہ حرمت وکراہت سے خالی ہو شرعاً مباح وجائز الاستعمال علی الاطلاق ہے، شریعت مطہرہ نے جو حلال فرمایا وہ ہمیشہ حلال ہے، کسی کے حرام کئے حرام نہیں ہوسکتا۔ نماز ہر پاک وصاف طیب وطاہر کپڑے کے ساتھ جائز ہے۔ خواہ وہ ولایتی ہو یا دیسی، نماز جائز ہونے کے لیے دیسی کپڑے کی تخصیص کرنا اور ولایتی کپڑے سے نماز حرام ومنع بتانا شریعت مطہرہ پر جھوٹا افترا کرنا اور دل سے نئی شریعت گڑھنا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (پارہ نمبر ۸، س۔ الاعراف۔ آیت۔ ۳۲) اے محبوب کہہ دو کون ہے جو حرام کرے اللہ کی دی ہوئی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی اور پاک رزق۔ اور فرماتا ہے۔ یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (پ۔ ۷۔ س۔ مائدہ۔ آیت۔ ۸۷) اے مسلمانو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرلو جو تمہارے لیے اللہ عزوجل نے حلال فرمائیں اور حد سے نہ بڑھ جاؤ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو نہیں چاہتا۔

اے عزیز مسلمانو! اللہ عزوجل نے جو چیز تم پر حرام فرمائی، جس چیز سے بچنے اور احتراز کرنے کا حکم دیا اسے یقیناً حرام سمجھو، اس سے محترز رہو اور جو چیز تم پر حلال فرمائی اور تمہارے لیے مباح کیا تمہیں اختیار ہے، اسے استعمال کرو یا نہ کرو۔ مگر اس کی حرمت کا اعتقاد نہ کرلو کہ تمہارا اس حلال یا مباح چیز کو حرام سمجھنا شریعت پر زیادتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ولایتی کپڑے کے ساتھ نماز حرام بتانے والے خود ایسے حرام فعل کے مرتکب ہو رہے ہیں، جس سے اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں صراحۃً منع فرمایا اور ایسے مرتکب ہونے والوں کو ایمان سے خارج بتایا۔ ارشاد فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۔ (پارہ نمبر۔ ۴، س۔ آل عمران۔ آیت۔ ۱۴۹) اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہا مانو گے وہ تمہیں الٹے پیر اسلام سے پھیر دیں گے تو تم سخت نقصان کے ساتھ لوٹو گے۔ اور فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ ۔ (پارہ نمبر۔ ۵، س۔ النساء۔ آیت۔ ۱۴۴) اے مسلمانو! کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ اور فرماتا ہے، تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۔ وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ (پارہ نمبر۔ ۶، س۔ مائدہ۔ آیت ۸۰، ۸۱) (تم دیکھتے ہو ان میں سے بہتوں کو کہ کافروں سے دلی دوستی کرتے ہیں۔ بہت ہی برا کیا پہلے جو انہوں نے اپنے لیے بھیجا اللہ ان پر غضب فرمائے اور عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اگر یہ ایمان رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی پر نازل ہوا۔ (یعنی قرآن پر) تو کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بناتے لیکن بہت ان میں سے نافرمان ہیں)۔

مسلمانو! جولوگ تمہاری نمازوں کو بلکہ تمہارے باپ دادا کی اوران تمام بزرگوں کی نمازوں کوحرام بتارہے ہیں جنہوں نے ولایتی کپڑے ہی پر گزر کی اور عمر بھر کی نمازیں ولایتی کپڑے کے ساتھ ہی گزاری ہیں۔وہی حلال کوحرام بتانے والے نام نہاد مولویوں نے آج اللہ عزوجل کے ان احکامات وارشادات کے خلاف حلال کوحرام ٹھہرا کرایک مشرک کواپنا دلی دوست کیا، اپنا رہبر، رہنما، پیشوا، سردار اعظم بنائے ہوئے ہیں۔اوراس مشرک کومعاذ اللہ نبی تک ماننے کے لیے تیار ہیں۔

ان نام نہاد مولویوں نے اپنا ایمان تو بگاڑا اوراب تم سے اس مشرک کی پیروی کرا کے تمہارے ایمان کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور ولایتی کپڑا جس کا پہننا شرعاً مباح ہے، آج اسی مشرک کے ضبط کا پیرو اور متبع بنانے کے لیے تم پرحرام کیا جارہا ہے۔خوب یادرکھو۔شریعت مطہرہ نے ولایتی کپڑے تم پرحرام نہیں کئے، مسٹر گاندھی حرام کررہے ہیں اور دیسی کپڑا پہننا تم پرشریعت مطہرہ نے فرض نہیں کیا ہے، مسٹر گاندھی تم پرفرض بتارہے ہیں۔

اب ایمان سے بتاؤ! شریعت مطہرہ کی پیروی تم پرفرض ہے یا گاندھی کی، ابھی مشرک کی پیروی کے متعلق قرآن کریم کے صریح ارشادات گذرے یادرکھو شریعت مطہرہ کے حلال یا مباح کوحرام بتانا شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے اور قرآن عظیم کے حرام کوحلال اعتقاد کرنا دل سے نئی بات گڑھنا ہےاورخود فعل حرام کو اپنا دستور العمل بنانا اورعوام کوارتکاب حرام کی ترغیب دینا شریعتِ مطہرہ سے جنگ کرنا ہے، یہ مسلمان کی شان نہیں بلکہ یہ صریح ظلم اور ظالم بے دین کا کام ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔" اِنَّمَا يَفۡتَرِى الۡكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ "۔

(پ۔۱۴۔س۔النحل۔آیت۔۱۰۵)

(یقیناً جھوٹا افترا وہی کرتے ہیں جو ایمان دار نہیں، اور فرماتا ہے)۔"فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ"۔(پارہ نمبر۔۸،س۔الانعام۔آیت۔۱۴۵)اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا افترا باندھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔بسبب بے علم ہونے (یعنی بوجہ اپنی جہالت کے) بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔الغرض، استفسار میں مستفسر نے جسے مسئلہ سمجھا ہے وہ شرعی مسئلہ نہیں اور نہ اس پر عمل کرنا شریعت کا اتباع ہے۔وہ ایک بت پرست مشرک کا بیہودہ ضبط اور مہمل اختراع ہے۔اور اس پر عمل کرنا مشرک کا اتباع جس کے حرام ہونے پر آیات کریمہ اوپر نقل کر چکا۔کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کے متعلق شریعت مطہرہ کی اصل عام یہ ہے کہ ثبوت حرمت کے لیے نص قطعی اور دلیل و بحث یقینی شرعی کا ہونا لازم وضروری ہے اور ثبوت حلت واباحت کے لیے اس کے منع پر شرع مطہرہ سے کسی خاص دلیل کا نہ ہونا ہی اس کے جواز کے لیے کافی ہے۔یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔

ہر چیز کی صفت اصلیہ اس کا مباح ہونا ہے،تو کسی چیز کو اس کی اصل سے پھیرنے اور حلال کو حرام بتانے کے لیے ضرور ضرور دلیل شرعی قطعی کتاب وسنت اور اجماع امت درکار ہے۔وہ مولوی صاحبان جو اس وقت مسٹر گاندھی کے متبعین و پیروکار ہیں جنھوں نے کتاب وسنت کے واجب الاعتصام روشن ہدایتوں کی خلاف ورزی اور اتباع غیر سبیل المومنین کو اپنا شعار بنایا جنھوں نے مسٹر گاندھی کی دعوت غوایت وطغیان کو بڑے تپاک کے ساتھ قبول کیا۔پورا اثر غوایت لیا اور اس کو عوام تک پہنچایا اور اس کام کو اس کے اہتمام اور عوام کی سرانجام دہی کو اہم مہمات

دین وایمان سے جانا اور جن آیات واحادیث کو اپنے مدعائے حصول سوراج اور اپنے مقتدا و پیشوا مسٹر گاندھی کی شورشی تحریکوں کے خلاف پایا، انہیں پس پشت ڈالا یا تحریف وتغیر باطل کا جامہ پہنایا۔

مغویانہ تباہ کن خیال فاسد کا رنگ چڑھا کر اصلی حقیقی نورانی مطلب ومعنی کی جگہ بعید از حقانیت جعلی مصنوعی ظلماتی مقصد ومنشا نے اپنی آیات واحادیث کی اتباع وخدمت گذاری میں شدہ عمر کو آخری وقت میں ایک بت پرست پر نثار کردیا اور خود سے بڑے فخر ومسرت کے ساتھ اس کا اعتراف کیا، جنہوں نے پیروی مشرک کو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت بتایا۔ ایسے مولوی صاحبان یا ان کے اتباع ومقلدین، اسلام کے لیے ننگ وعار، نام نہاد فرضی مولوی صاحب جن کے شاندار ایمان اور دیانت دار صداقت شعاری کے روشن کارناموں میں سے بعض مذکور ہوئے، وہ ایک مولوی صاحب ایک سو یا پانچ سو یا پانچ ہزار مولوی صاحبان ہوں۔ اور دین واحکام شرعیہ میں۔ کتاب وسنت واجماع امت اور اصول وقواعد مدونہ مقررہ شرعیہ کے خلاف ومزاحم کوئی جمیعۃ۔ کوئی اتفاق، کوئی فتویٰ اصلاً قابل اعتبار، قابل اعتماد، قابل استناد نہیں۔ کہ نہ ایسا اجماع وجمعیت شرعی اجماع وجمعیت ہے، نہ ایسا فتویٰ شرعی فتویٰ بلکہ یہ کھلا ہوا طغیان وعدوان اور فتنہ وفساد فی الدین کا اعلان اور شریعت حقہ محمدیہ کے مقابل غیر سبیل المومنین اور نئی گڑھی ہوئی شریعت گاندھی کی طرف دعوت اور تباہ کن اسلام ومسلمین تبلیغ کا سامان ہے۔ مسلمانوں کو ہر حال میں اپنے اسی قدیم صراط مستقیم کی پیروی پر ثابت قدم رہنا واجب ومصمم اور اس کے خلاف گاندھی کے مقلد ومتبع مولوی صاحبوں کی پرغوایت کارستانیوں، جدت طرازیوں اور صداقت وحقانیت سے معرّی فتووں تقریروں تحریروں کی

تعمیل سے اجتناب لازم ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَاتَبَیَّنَ لَہُ الۡھُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَ تۡ مَصِیۡراً (پارہ نمبر ۵، س۔النساء۔آیت۔۱۰۵) جو مخالف ہوا رسول سے بعد اس کے کہ ظاہر ہوچکی اس کے لیے ہدایت اور پیروی کی مسلمانوں کی راہ کے سوا دوسری راہ کی طرف، پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف وہ پھرا۔ اور جھونک دیں گے اسے جہنم میں، وہ بہت بری پھیرنے کی جگہ ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوۡا اَھۡوَاءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَ اَضَلُّوۡ ا کَثِیۡرًا وَضَلُّوۡا عَنۡ سَوَاءِ السَّبِیۡلِ۔ (پ۔۶۔س۔مائدہ۔آیت۔۷۷) (پیروی نہ کر ایسی قوم کی خواہشوں کی جو پہلے خود گمراہ ہوئی اور بہتوں کو گمراہ کیا اور بھٹک گئے سیدھی راہ سے) اور فرماتا ہے۔

وَلَا تُطِیۡعُوۡا اَمۡرَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا یُصۡلِحُوۡنَ۔ (پ۔۱۹۔س۔الشعراء۔آیت۔۱۵۱،۱۵۲) (اطاعت نہ کروان حد سے بڑھ جانے والوں کی جو زمین میں فساد اٹھاتے ہیں اور وہ صلاحیت پر نہیں۔ ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ لیکن ان میں سے بہت جاہل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه محمد وآله وصحبه وابنه اجمعین وعلینا معھم۔

تمت

المسلک الازہر فی تحقیق آزر

حضرت حامی سنت ماحیٔ بدعت والا منزلت بالا مکرمت عید الاسلام حضرت بابرکت عالی جناب مولانا مولوی عبد السلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کے اخلاق کریمہ سے امید قوی ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب شافی بہ تعجیل تمام ارسال فرما کر فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر کو مشکور فرمائیں گے اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

فقط والسلام

فقیر سگ بارگاہ رضویہ عالیہ

وحید احمد خاں قادری رضوی ولد نواب ولی احمد

محلہ قلعہ بانس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد نعوذ باللہ کافر تھے یا مسلمان یعنی موحد۔ اس وقت تفسیر قادری فقیر کے پیش نظر تھی۔ (تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی مصنفہ ملا حسین واعظ) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر بن تاحور تھا اور وہ کافر تھا۔ سورۂ مریم کی ان آیتوں میں لفظ "اب" ہے جس کے معنی صریحاً باپ کے ہیں وہ آیتیں یہ ہیں۔ "اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ۔ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۔ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۔قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا "(پ۔۱۶۔س۔مریم۔۴۲۔۴۶)ان سب آیتوں سے ان کے باپ کا کافر ہونا نکلتا ہے، کیوں کہ اولوالعزم نبی ومرسل کسی کافرکوسلام اوراس کے واسطے دعائے مغفرت نہیں کر سکتے مگراس شبہ کا جواب اسی تفسیر قادری میں یوں ہے۔اسی آیۃ کریمہ کے تحت میں وہ فرماتے ہیں کہ کہا ابراہیم علیہ السلام نے کہ سلام تجھ پر یعنی میں جاتا ہوں اور رخصت ہوتا ہوں اور بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ دھمکی اور ملامت کے جواب میں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جدا ہونے کا قصد کیا تو ان کے باپ نے کہا کہ جانے سے غمگین نہ ہو خوب خدا رکھتا ہے جس نے تجھے پیدا کیا کیا وہ چھوڑ دے گا۔ابراہیم علیہ السلام کواس کے ایمان کی امید ہوئی اس سبب سے اس پر سلام کیا اور فرمایا قریب ہے کہ میں مغفرت چاہوں تیرے واسطے اپنے رب سے، کافروں کے واسطے استغفار یہ ہے کہ خدا سے دعا کرنا کہ انہیں ایمان کی توفیق دے اس واسطے کہ ایمان ہی مغفرت کا سبب ہوسکتا ہے اوراس طرح کے جملے (یعنی کافروں کے واسطے استغفار یہ ہے کہ خدا سے دعا کرنا کہ انہیں ایمان کی توفیق دے) نے تو اس آیۃ کریمہ کا جواب بھی دے دیا جو سورۂ ابراہیم میں ہے۔ یعنی "رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابِ "(پ۔۱۳۔س۔ابراہیم۔آیت۔۴۱)اور اس آیۃ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں ان کے واسطے مغفرت کی دعا ممانعت کے قبل تھی اور اس وقت تک ان کے ایمان سے مایوسی نہ ہوئی تھی،اور بعضوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں غرض ان کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ضرور کافر تھے۔نیز شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں۔کعبہ بنگاہ خلیل آزر

است۔مگر ایمان دل اور مسلمانی قلوب اس کے تسلیم کرنے کو تیار نہیں کیوں کہ حضور سید اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا نور اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا آیا ہے اور نیز فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ہر زمانے میں کم از کم سات آدمی ضرور مسلمان ہوئے ہیں اور میرا نور سب سے بہتر آدمی کو سپرد ہوا ہے یہ ارشادات حدیث شریف ہیں اور قطع نظر اس کے سچے مسلمانی قلوب کس طرح قبول کرلیں۔

(۱) تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی کی تصریح صحیح ہے یا نہیں (یعنی سورۂ مریم اور سورۂ ابراہیم کی آیتوں کی)۔(۲) اگر اس کی تصریح سے قطع نظر بھی کرلیا جائے تاہم بادی النظر میں دو متضاد آیتیں قرآن حمید کی رہتی ہیں ایک حضرت ابراہیم کا اپنے والدین کے واسطے استغفار کرنا جس سے ان کے باپ کا مسلمان ہونا نکلتا ہے اور دوسرے سورۂ مریم کی آیتیں جس میں تصریحاً لفظ "اب" کے ساتھ ان کا کافر ہونا مذکور ہے ان دونوں آیتوں میں کیا تطبیق ہے اور مؤرخین و متکلمین وفقہا اس باب میں کیا فرماتے ہیں۔فقط۔بینوا وتوجروا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ وحبیبہ الکریم

مسئلہ آزر مختلف فیہ ہے، اور اس بارے میں کہ وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا یا چچا علماء کرام کا اختلاف ہے۔کسی نے کہا آزر، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا اور کسی نے کہا چچا۔" وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا " (پ۔۲۔س۔بقرہ۔آیت۔۱۴۸) جو باپ کہتے ہیں وہ صریح الفاظ قرآن عظیم کی طرف دیکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔" وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ " اور اس کے مثل ان آیتوں سے استناد کرتے ہیں، جو آزر کو بالفاظ صریحہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ بتارہے ہیں اور بنا بر اقتصار نظر علی الظاہر اکثر مفسرین کا

رجحان اسی طرف ہے اور بعض مفسرین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کریم کی طرف نظر کی کہ حدیث میں ہے۔ سرکار اطہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما" ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتقل فرمایا اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف کہ وہ آلائش شرک سے صاف اور انوار و اخلاق ایمان سے مہذب تھے۔ ہر زمانے میں دو شعبے ہوئے ان میں کے سب سے بہتر میں میں رہا۔ (ابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور اسی معنی کی احادیث جلیلہ اور محققین کے اقوال کریمہ جو ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئیں گے، ان کی عبارات و ارشادات کے اقتضاء پر ادب و احترام و تقدس شان رفیع نبوت کو ملحوظ رکھا اور ان آیات کریمہ سے تطبیق کے لیے یوں تاویل کی کہ حامل نور محمدی جب تک وہ حامل نہیں ہے۔ شرک و بت پرستی ظاہر ہو جائے یہ منقص نسب سرکار نبوت علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیۃ نہیں۔ صاوی میں ہے۔ "ان حفظھم من الاشراك مادام النور المحمدی فی ظھورھم فاذا انتقل جاز ان یکفر بعد ذالك" (ان کا شرک سے محفوظ رہنا اسی وقت تک ہے جب تک نور محمدی ان کی پیٹھ میں ہو)۔ پھر جب وہ نور مبارک دوسرے کی طرف منتقل ہو گیا تو جائز ہے کہ اس کے بعد وہ کافر ہو جائے۔ مگر اس تاویل کو بھی خدشہ عظیم سے نجات نہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ جب نمرود کے مردود حکم سے خلیل کو آگ میں ڈالنے کیلئے لکڑیوں کا ذخیرہ ہو گیا اور آگ روشن ہو چکنے پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس میں ڈال بھی دیا گیا اور اس آگ نے "یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ" (پ۔۱۷۔س۔الانبیاء۔آیت۔۶۹) کی سطوت و جبروت ندائے

غیبی سے اپنی شر رافشانی چھوڑ کر خلیل علیہ السلام کے لیے رنگ گلزار اختیار کر لیا۔ آزر نے جب یہ معاملہ دیکھا بول اٹھا "من اجلی دفع عنہ" محض میرے سبب اسے نجات ملی اور یہ آگ دفع ہوئی اور وہی اس میں جل کر فی النار ہوا۔ "قال فی المسالك ما اخرجه ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان قال لما ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی ان كانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان یلقوه فی النار قال حسبی الله ونعم الوكیل فلما القوه قال الله "یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ" فقال عم ابراھیم لاجلی دفع عنه فارسل الله علیه شرارة من النار فوقعت علی قدمه فاحرقته" جب کفار نے ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا وہ لوگ لکڑیاں ڈھیر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک (عجوز) بڑھیا بھی لکڑیاں جمع کرتی تھی۔ پھر جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈالنا چاہا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، میرے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر وکیل ہے۔ جب کفار نے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے آگ ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر۔ آپ کے چچا آزر نے کہا میرے سبب یہ آگ آپ سے دفع ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شعلہ بھیجا جو اس کے قدم پر جا کر گرا اور اسے جلا ڈالا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس موقع سے متصل ہی آزر کی موت واقع ہوئی۔ آزر کی زندگی میں اس امید پر کہ شاید وہ ایمان لے آئے ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ آزر سے وعدہ کیا تھا، "سا ستغفر لك ربی" میں اپنے رب سے تیرے لیے مغفرت چاہوں گا اور اس لیے برابر آزر کی زندگی تک اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے رہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ وما كان استغفار ابراھیم لابیه الا عن موعدة وعدھا ایاه

فلما تبین له انه عدو الله تبرأ منه (پارہ نمبر۔۱۱)۔س۔بقرہ۔آیت۔۱۱۴) ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ آزر کیلئے مغفرت چاہنا صرف اسی وعدہ کے سبب تھا جو آپ نے آزر سے فرمایا تھا۔ جب آپ پر قطعی ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ نے اس کے لیے استغفار سے اپنے آپ کو بری اور بے زار فرمایا اور پھر کبھی اس کے لیے دعائے مغفرت نہ کی۔ مسالک میں ہے۔ انه هلك فی ایام القاء ابراهیم فی النار وقد اخبر الله سبحانه فی القرآن بان ابراهیم ترك الاستغفار ،لما تبین له انه عدو الله وردت الآثار بان ذالك تبین له لما مات مشركا وانه لم یستغفر له بعد ذالك ،اه۔ آزر ہلاک ہوگیا ابراہیم کے آگ میں ڈالنے کے دنوں میں۔ اللہ سبحانہ نے قرآن میں خبر دی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے بخشش چاہنا اسی وقت سے ترک فرمادی جب آپ پر ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ یہ آپ پر اسی وقت ظاہر ہوا کہ جب مشرک مرا اور اس کے بعد آپ نے اس کے لیے مغفرت نہ چاہی۔ وفیه ایضا ۔واخرج ابن ابی حاتم بسند صحیح عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال مازال ابراهیم علیه السلام یستغفر الله لابیه حتی مات فلما تبین له انه عدو الله فلم یستغفر الله، اه۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہمیشہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کے لیے مغفرت چاہی یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ جب آپ پر ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا خاص دشمن تھا، پھر آپ نے اس کے لیے مغفرت نہ چاہی اس واقعۂ عظیمہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی پھر مصر تشریف لے گئے پھر ملک شام کو واپس ہوکر بحکم الٰہی اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ ہاجرہ کو ساتھ لیا اور مکہ معظّمہ آئے یہاں دعا فرمائی۔ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ

يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ۔(پ۔۱۳۔س۔ابراہیم۔آیت۔۴۱)اور یہ دعا آزر کی موت سے تقریباً پچاس برس بعد فرمائی، مسالک میں ہے۔ واخرج عن محمد بن کعب وقتادۃ و مجاھد والحسن و غیرھم ۔ قالوا کان یرجوہ فی حیاتہ فلما مات علی شرکہ تبرأ منہ ثم ھاجر ابراھیم عقیب واقعۃ النار الی الشام کما نص اللہ علی ذالک فی القرآن ثم بعد مدۃ من مھاجرۃ دخل مصر و اتفق لہ فیھا مع مع الجبار ما اتفق بسبب سارۃ وخدمتہ ھاجرۃ ثم رجع الی الشام ثم امرہ اللہ تعالیٰ ان ینقلھا وولدھا اسمعیل الی مکۃ فنقلھا ودعا فقال ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع (الی قولہ تعالیٰ) ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب ۔۔فاستغفر لوالدیہ وذالک بعد ھلاک عمہ مدۃ طویلۃ۔ابراہیم علیہ السلام آزر کی زندگی میں اس کے ایمان کی امید رکھتے تھے۔جب وہ اپنے شرک پر مرا آپ نے اس سے اپنے کو بری فرمایا۔پھر اس واقعۂ نار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی جس کی قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے۔ پھر اس ہجرت سے ایک مدت کے بعد آپ مصر میں داخل ہوئے اور حضرت سارہ کے سبب ایک ظالم بادشاہ سے کچھ اتفاق درپیش ہوا۔حضرت ہاجرہ نے آپ کی خدمت کی پھر آپ شام کی طرف لوٹے۔پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ہاجرہ اور اس کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ معظّمہ کی طرف منتقل کردیں تو آپ نے انہیں منتقل فرما دیا اور وہاں آپ نے دعا کی۔ اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا اپنی اولاد میں سے بعض کو بغیر کھیتی والی گھاٹی میں۔ یہاں تک کہ دعا کی اے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور تمام مسلمانوں کو قیامت کے دن۔تو آپ نے اپنے والدین

کیلئے مغفرت چاہی اور آپ کا یہ کرنا آپ کے چچا کے ہلاک ہونے کی ایک طویل مدت کے بعد تھا۔ ثم ان بين هجرته من بابل عقيب واقعة النار وبين الدعوة التی دعا بها بمكة بضعا و خمسين سنة ۔ واقعہ نار کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی بابل ہجرت اور مکہ معظّمہ میں جو دعا کی اس دعا کے درمیان پچاس برس پر کچھ زیادہ کا فاصلہ تھا۔ فاقول و بالله التوفيق ۔ یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ مکہ معظّمہ میں یہ دعا کرنے سے بہت پہلے ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے لیے طلب مغفرت سے اپنے آپ کو بے زار فرمالیا تھا۔ اب یہاں مکہ مکرمہ میں آپ کا اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کرنا اور ان کے لیے بخشش چاہنا اگر آزر ہی کے لیے تھا تو قرآن عظیم کی اس صریح آیہ کریمہ کے خلاف ہوتا ہے کہ فرمایا۔ فلما تبين له انه عدو الله تبرأ منه ۔ اور اگر یہ دعا آزر کے لیے نہیں تو یقیناً وہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں چچا ہے۔ مسالک میں ہے۔ فيستنبط من هذا ان المذكور فی القرآن بالكفر والتبری من الاستغفار له هو عمه لا ابوه الحقيقی اھ۔ اس سے مستنبط ہوا کہ قرآن عظیم میں جس کے کفر کا پھر اس کے لیے دعائے مغفرت سے بری ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے ان کا حقیقی باپ نہیں۔ فقیر کہتا ہے ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی باپ علی ما عندی تارخ بن ناخور تھے۔ نہ کہ آزر۔ دیلمی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب هاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرّة بن كعب بن لوی بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانه بن خزيمه بن مدركه بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن اهميسع بن

سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابئ بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جا حم بن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن دعا بن حمدان بن سنبر بن ینربی بن یخزن بن یلحن بن ارعوی بن عیضی بن ذیشان بن عیصر بن اقناد بن ایهام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوض بن عرام بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراھیم علیہ السلام بن تارخ بن ناخور بن ارغوا بن فالغ بن عابر (ھود علیہ السلام) بن ارفخشار بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامك بن متشالخ بن ادریس علیہ السلام بن یارد بن مھلائل بن قینان بن انوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔ اوراب یہ روشن ہو چکنے کے بعد کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ قرآن نے جابجا آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا اب یعنی باپ کیوں فرمایا۔ فاقول و باللہ التوفیق۔ چچا کو باپ کہنا عرف عرب میں شائع وذائع ہے۔ قرآن عظیم نے بھی وہی محاورہ برتا۔ جیسے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت جب اپنی اولاد سے دریافت فرمایا۔ ما تعبدون من بعدی۔ میرے بعد کس کی عبادت کروگے۔ فرزندوں نے جواب دیا۔ نعبد الھك واله ابائك ابراھیم و اسمعیل واسحق (پ۔۱۔س۔بقرہ۔آیت۔۱۳۳) (تیرے خدا کی عبادت کریں گے اور تیرے آباء کرام ابراہیم اور اسمعیل اور اسحٰق کے خدا کی۔ حالانکہ یعقوب کے والد اسحٰق ہیں اور اسمٰعیل چچا علیہم السلام۔ مگر یہاں چچا کو بھی آباء میں شامل کیا گیا اور ہمارے یہاں بھی عرف وعادت ورواج ہے کہ لڑکا جب چچا کے پاس تربیت پاتا ہے تو اسے باپ ہی کہہ کر پکارتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں

ہوتی کہ وہ واقعی اس کا حقیقی باپ ہے چونکہ آزر نے ابراہیم علیہ السلام کو بچپن سے پرورش کیا۔آپ اسی کی گودوں میں پلے اسی لیے اسے حسب عرف وعادت یا ابت فرمایا۔تو اس سے حقیقی باپ نہیں سمجھا جا سکتا۔جس طرح حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جدامجد عبدالمطلب کے انتقال کے بعد اپنے چچا ابوطالب کی تربیت میں رہے۔ایک مرتبہ ایک اعرابی کے دریافت کرنے پر فرمایا۔ان ابی واباك فی النار۔ میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہے۔حالانکہ احادیث صحیحہ مصرحہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ جنتی ہیں۔تو یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ”ابی“ فرمانا یقیناً ابو طالب کے لیے ہے۔افضل القریٰ میں ہے۔

واظهر تاویل له عندی انه اراد بابیه عمه اباطالب لما تقرر ان العرب تسمی العلم ابا۔اور بالکل ظاہر تاویل میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ نے ابی سے اپنے چچا ابوطالب مراد لی، کیونکہ یہ مقرر ہے کہ عرب چچا کو باپ پکارتے ہیں۔

وفیه ایضاً وان عمه الذی کفله بعد جده عبد المطلب۔یعنی اور وہ چچا مراد ہے جو آپ کا کفیل ہوا بعد آپ کے دادا عبدالمطلب کے۔اور اب الحمد للہ بنظر تحقیق وتدقیق واضح ولائح ہو چکا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ کا اسے اب کہنا عرفاً وعادتاً تھا نہ کہ حقیقتاً۔مسالک میں ہے۔واخرج عن ابی العالیه فی قوله تعالیٰ۔ ”وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ“ قال سمی العم ابا۔اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بابت ”اِلٰهَ اٰبَآئِكَ“ ابوالعالیہ نے کہا کہ چچا کو باپ بولا گیا۔

وفیه ایضا، واخرج ابن ابی شیبه و ابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضها صحیح عن مجاهد قال لیس آزر ابا ابراهیم۔
مجاہد سے مروی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں ہے۔

وفیہ ایضا اخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابی جریج فی قولہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر. قال لیس آزر بابیہ انما ھو ابراھیم بن ترخ او تارخ۔

ابن جریج نے ارشاد الٰہی، واذ قال لابیہ ازر الخ کے معنی میں فرمایا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں یقیناً آپ ابراہیم بیٹے ترخ یا تارخ کے ہیں۔

ثم فیہ اخرج ابن ابی حاتم عن السدی انہ قیل لہ اسم ابی ابراھیم آزر قال بل اسمہ تارخ وقد وجہ من حیث اللغۃ بان العرب کانوا یطلقون لفظ الاب علی العم اطلاقاً شائعاً وان کان مجازاً۔

سدی سے دریافت کیا گیا کہ کیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر ہے؟ کہا نہیں بلکہ ان کا نام تارخ ہے اور از روئے لغت توجیہ کی کہ عرب اطلاق کرتے تھے لفظ اب کو چچا کے لیے جو بالکل شائع و ذائع ہے۔ اگرچہ مجازاً ہے۔ منیفہ اور زرقانی میں ہے۔

واما آزر فالارجح کما قال الرازی انہ عم ابراھیم لا ابوہ وقد سبق الی ذالک جماعۃ من السلف فروینا بالاسانید عن ابن عباس و مجاھد و ابن جریج والسدی قالوا لیس آزر ابا ابراھیم انما ھو ابراھیم بن تارخ ووقفت علی اثر فی تفسیر ابن المنذر صرح فیہ بانہ عمہ وقد ثبت بما قررناہ .ان الاجداد الشریفۃ من آدم الی ابراھیم علیھما السلام منصوص علی ایمانھم ومتفق علیھم الاالخلاف فی آزر من حیث کونہ ابا وعما الخ۔

لیکن آزر کے متعلق ارجح جیسا کہ رازی نے کہا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا

چچا ہے، ان کا باپ نہیں اور سلف کی ایک جماعت نے اس طرف سبقت کی پس ہم نے بہت سی سندوں کے ساتھ ابن عباس اور مجاھد اور جریج اور مسدی سے روایت کی۔ان لوگوں نے کہا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں۔یقیناً آپ ابراہیم بن تارخ ہیں اور میں تفسیر ابن منذر میں ایک اثر پر واقف ہوا اس میں تصریح ہے کہ آزر آپ کا چچا ہے۔اب ہماری اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد کرام آدم علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک سب کے ایمان کی تصریح کی گئی اور اس پر اتفاق ہے،مگر اختلاف صرف آزر کے بارے میں ہے باپ اور چچا ہونے کی حیثیت سے۔

اسرار التنزیل، سبل حلبیہ، مسالک، مواہب میں ہے۔

ان آزر لم یکن والدا براهیم علیه السلام بل کان عمه

اھ۔یقیناً آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ چچا تھا۔

اسرار، سبل، زرقانی میں ہے۔

ان والد ابراهیم ما کان من الکافرین۔

یقیناً ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے۔

مسالک میں اسی کے بعد ہے۔

انما ذالك عمه۔

کافر جو تھا وہ آپ کا چچا تھا۔

وفی الاربعۃ ان والد ابراهیم ما کان من عبدۃ الاوثان۔

یقیناً ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پوجنے والوں میں نہ تھے۔

افضل القریٰ میں ہے۔

ان اهل الکتابین اجمعوا علی انه لم یکن اباہ حقیقة وانما کان عمه والعرب تسمی العم ابا۔

بے شک دونوں (توراۃ وانجیل والوں) نے اجماع کیا ہے اس پر کہ آزر آپ کا حقیقی باپ نہیں یقیناً وہ آپ کا چچا ہے اور عرب چچا کو باپ پکارتے ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق: بلا شبہ حضور اقدس واطہر سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء عظام واجداد کرام حضرت عبد اللہ اب محترم سے ابراہیم علیہ السلام تک اور ان سے آدم علیہ السلام تک حسب تصریح احادیث واتفاق ائمہ محققین سب موحد اور تلویثات شرک وبت پرستی اور رسوم جاہلیت سے قطعی پاک وصاف طیب وطاہر تھے۔ حدیث شریف میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ما ولدنی من سفاح الجاهلیة شئ وما ولدنی الا النکاح کنکاح الاسلام۔

میری ولادت جاہلیت کے خراب طریقوں میں کسی سے نہ ہوئی اور میں پیدا نہ ہوا مگر نکاح کے ساتھ وہ نکاح اسلام ہے۔

(الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما) اور حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا۔ لم یلتق ابوای قط علی سفاح لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الارحام الطاهرة مصفی مهذبا لا تتشعب شعبتان الا کنت فی خیرهما۔

میرے ماں باپ کبھی برے طریقے پر نہ ملے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک اصلاب سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا جو شرک کی آلائش سے صاف اور ایمان کی خوبیوں سے مہذب تھے۔ ہمیشہ دو شعبے ہوئے ہیں، ان میں کا بہتر میں

میں رہا۔اورایک حدیث شریف میں ہے۔

(ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور حدیث شریف میں ھے " انما خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم ولم یصبنی من سفاح اهل الجاهلیة شئ لم اخرج الا من طهرة "۔

یقیناً آدم علیہ السلام کے وقت تک میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔طریق جاہلیت سے نہیں پیدا ہوا اور اہل جاہلیت کے برے طریقوں سے کوئی چیز مجھے نہ پہنچی یقیناً میں پاکوں سے پیدا ہوا ہوں۔

ابن سعد عن محمد بن علی بن حسین مرسلاً اسرار، سبل، التعظیم والمنہ ،مواہب، زرقانی میں ہے۔

ان اباءا لانبیاء ماکانوا کفاراً ویدل علیه وجوه منها قوله تعالیٰ وتقلبك فی الساجدین قیل معناه انه کان ینتقل من ساجد الی ساجد وبهٰذا التقدیر الآیة دالة علی ان جمیع اٰباء محمد ﷺ کانوا مسلمین و حینئذ یجب القطع بان والد ابراهیم (علیه السلام) ماکان من الکافرین۔

یعنی انبیائے کرام کے آباء کرام کافر نہ تھےاس پر کئی وجوہ دلالت کرتے ہیں ایک ان میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔"تقلبک فی الساجدین"۔(اور آپ کا دورہ کرنا سجدہ کرنے والوں میں) کہا گیا۔اس کا معنی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک منتقل ہوتا رہا ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف اور بریں تقدیر یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء عظام مسلمان تھےاور اب یقین کرنا واجب ہوگیا اس بات

پر کہ قطعاً ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے۔

ثم فیه ،ومما یدل علی ان اباء محمد ﷺ ما کانوا مشرکین قوله علیه السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی الارحام الطاهرات وقال تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لا یکون احد من اجداده مشرکا اھ۔

اوران وجوہ میں سے جو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء کرام مشرک نہ تھے۔ایک وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں ہمیشہ پاک اصلاب سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً مشرک تمام نجس ہیں تو واجب ہوا کہ حضور اقدس واطہر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد کرام میں سے کوئی مشرک نہ ہوا۔

سبل حلبیہ میں ہے۔

وقد قال الی هٰذا السبیل الامام فخر الدین الرازی ان اٰباء النبی ﷺ کلهم الی آدم علیه السلام کانوا علی التوحید اھ۔

امام فخر الدین رازی اسی طرف مائل ہوئے کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء کرام سب آدم علیہ السلام تک توحید پر تھے۔

اقامۃ السند میں ہے۔

ومن خصائصه ﷺ فیما ذکره الغزالی وغیره ان الله تعالیٰ خصه بطهارة النسب تعظیماً لشانه وحفظ آبائه من الدنس تتمیماً برهانه وجعل کل اصوله خیر اهل زمانه۔

امام غزالی وغیرہ نے جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص میں ذکر کیا

ہے ایک یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو طہارت نسب کے ساتھ مخصوص فرمایا آپ کی شان اقدس کی تعظیم کے لیے اور آپ کے آباء کرام کو برائیوں سے محفوظ رکھا آپ کی حجت تمام کرنے کو اور آپ کے تمام اصول کو ان کے زمانے والوں میں سب سے بہتر بنایا۔

ثم من المحب الطبری۔

اجداده ﷺ کلھم الی آدم علیه السلام کذالك سالکون من التوحید فی اقوم المسالك اھ۔

یقیناً تمام اجداد کرام حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام تک توحید کی بہت ہی مضبوط و مستحکم راہ کے چلنے والے تھے۔

افضل القری میں ہے۔

ان اٰباء النبی و امھاته الی آدم و حوا لیس فیھم کافر۔

بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام اور تمام مائیں آدم علیہ السلام اور حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک ان میں کوئی کافر نہیں۔

ان تصریحات شریفہ کے بعد اب شبہ کی گنجائش نہ رہی اور روشن ہو گیا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں چچا تھا۔ رہا بعض مفسرین کا ظاہر الفاظ قرآن عظیم پر متفق ہونا یہ دو صورت سے خالی نہیں یا تو ان حضرات نے عرف و عادت و محاورہ عرب کے مطابق تفسیر کی کہ انھوں نے بھی حسب عرف و محاورہ اب سے عم ہی مراد لیا اور یہی مقصود و معہود ہے۔ یا یہ مراد نہیں بلکہ وہ آزر کو حقیقتاً ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہی قرار دیتے ہیں تو ان کے پاس بھی اس کے لیے کئی وجوہ ہیں۔ اگر چہ محققین کا مسلک وہی ہے جو فقیر نے اوپر گزارش کیا اور محل عزت واحترام و حقیقت

مقام رفعت شان نبوت کا اقتضا بھی یہی ہے۔

فانسب الی ذاته ما شئت من شرف

وانسب الی قدره ما شئت من عظم

اگر چہ جواب میں اختصار منظور تھا مگر نسبت شریفہ مصطفویہ طاہرہ قدسیہ میں کلام نے طول پایا، دیکھا تو ایک مستقل رسالہ تھا جو وسط شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ میں اختتام کو پہنچا لہٰذا اس کا تاریخی نام "المسلک الازہر فی تحقیق آزر" رکھا۔

اللهم تقبل منا واجعله لنا وسیلة الی مرضاتك و مرضات نبیك الكریم علیه افضل الصلوٰة والتسلیم وعلی آله وصحبه وابنه ذی الفیض العمیم والحمد لله رب العلمین۔

کتبہ الفقیر

عبد الباقی محمد برہان الحق القادری الرضوی

انتخاب کلام برہان ملت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرض مرتب

اپنی زبان میں روزمرہ کی گفتگو کو فن شعر اور زبان کے قواعد وضوابط نیز وزن اور بحر کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے جذبات وخیالات کا اگر اظہار کیا جائے تو اسے شعر وشاعری کہتے ہیں، شاعری میں یوں تو بہت اصناف سخن ہیں مگر یہاں جن اصناف سخن پر گفتگو ہے وہ یہ ہیں۔

اگر اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے معبود کی حمد وثنا اظہار عبودیت کے ساتھ کی جائے تو اسے حمد کہتے ہیں۔ اور اگر اپنے رب سے کچھ مانگا جائے، درد دِل کی تلافی کے لیے اشعار میں دعا کی جائے تو اسے مناجات کہتے ہیں۔

اسی طرح اپنے جذبات عقیدت ومحبت وغلامی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کرتے ہوئے آقائے دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا ذکر، ان کی سیرتِ مبارکہ کے واقعات ومعجزات، ان کے اقوال واعمال کا تذکرہ، ان کی رحمت ورأفت، ان کے جود وعطا سے طلب کا خیال اگر شعر کے قالب میں ڈھالا جائے تو اسے نعت کہتے ہیں۔ اور اسی طرح اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار، صحابۂ کبار، شہدائے کرام، اولیاء عظام ذوی الاحترام کے فضائل ومحامد، ان سے توسل واستمداد کے جذبات وخیالات کو شعر کی صورت میں بیان کیا جائے تو اسے منقبت کہتے ہیں۔

نعتیہ شاعری کی ابتداء غلامان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی طرف سے اوائل

اسلام میں یعنی حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس ہی سے ملتی ہے۔اس زمانہ باسعادت میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ پھران کے بعد حضرت امام زین العابدین، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت محی الدین ابن عربی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ، حضرت امام محمد بوصیری ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی ، شیخ سعدی ،مولانا جامی علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہم نے اپنے جن جذبات محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے اور ان حضرات کے نعتیہ کلام کو ان کے اپنے ہی زمانے میں قبولیت کا جو شرف حاصل ہوا ہے، اسے آج تک وہی مقبولیت عام حاصل ہے اور ان کا کلام ان کے لیے شہرت دوام کا حامل ہے۔

اسی طرح ہر زمانہ، ہر دور، ہر ملک اور ہر زبان میں غلامانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدیہ نعت پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کا نعتیہ کلام آپ کے پیشِ نظر ہے۔آپ خود اندازہ کریں گے کہ بقول امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ انہوں نے ”تلوار کی دھار پر چل کر“ کتنا محتاط طریقہ اس راہ میں اپنایا ہے کہ فن شعر، پاس شرع ،اور طریقت وادب کے تمام اصول وضوابط اور قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی عقیدت ومحبت کے پھول حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نذر کیے، جن کی مہک سے قلوب محبان رسول کریم معطر اور جن کی پاکیزگی اور چمک سے منور ہو رہے ہیں ۔ یہ سب فیضان سرکار امام اہل سنت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برکات انہیں کے صدقات اور انہیں کی دعاؤں کا

ثمرہ ہے۔

اور یہ وہ اکتساب نورانی و فیضان محبت ہے جس نے عرفان کی منزلوں پر پہنچا کر موصوف کو اعلیٰ حضرت کا مخصوص شاگرد وتربیت یافتہ خلیفۂ مجاز بنا دیا۔اور حضورامام اہل سنت نے محبت کی انہیں عرفانی منزلوں میں ان کو پا کر اپنا روحانی فرزند بنالیا۔

معزز ناظرین! یہاں مجھے زیر نظر مطبوعہ کلام پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا مقصود نہیں بلکہ اس گلدستہ مضامین نعت وسلام ومناقب کو جب آپ ملاحظہ فرمائیں گےتو اس کی خوبیوں میں عقیدت ومحبت کی فراوانی کے ساتھ فن شاعری کے محاسن بھی آپ کو نظر آئیں گے۔ان شاءاللہ الرحمٰن۔

سب سے آخر میں بارگاہ رب العزت تبارک وتعالیٰ میں میری دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک رحمۃ للعامین سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں سرکار برہان ملت علیہ الرحمۃ کا روحانی فیضان ہمارے اور تمام اہل سنت کے سروں پر تادیر قائم رکھے کہ دنیائے سنیت کے لیے حضور سیدنا مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد وخلیفۂ مجاز اور تربیت یافتہ آخری روحانی فرزند صرف ان کی ہی واحد ذات اقدس تھی۔خداوند قدوس ان کا فیضان مبارک ہمارے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔آمین بجاہ النبی الکریم الرؤوف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ وعلینا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین ۔ وما علینا الا البلٰغ۔

احقر

محمد محمود احمد قادری رضوی سلامی

مشمولات نعت ومناقب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

صلی اللہ علی النبی الامی واٰلہ صلی اللہ علیہ و سلم

صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ

ذکر نفی و اثبات ونعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لا الہ الا اللہ، اٰمنا برسول اللہ

بحر سخاوت صلی اللہ — برج صداقت صلی اللہ

ختم رسالت صلی اللہ — شمس ہدایت صلی اللہ

لا الہ الا اللہ، اٰمنا برسول اللہ

نور مجسم صلی اللہ — سید اکرم صلی اللہ

سرور اعظم صلی اللہ — شاہ دو عالم صلی اللہ

لا الہ الا اللہ، اٰمنا برسول اللہ

دین کی نعمت تم سے ملی — قبر میں راحت تم سے ملی

حشر میں شفقت تم سے ملی — دولت وجنت تم سے ملی

لا الہ الا اللہ، اٰمنا برسول اللہ

آپ سراپا رحمت ہیں — آپ مزیلِ زحمت ہیں

آپ ہی بحرِ شفاعت ہیں — مالک جود وسخاوت ہیں

لا الہ الا اللہ، اٰمنا برسول اللہ

ہم ہیں گناہوں میں سرشار　　وردِ زباں ہے یا غفار

ہم ہیں آپ کے اے سرکار　　کیجئے ہمارا بیڑا پار

لا الٰہ الا اللہ، آمنا برسول اللہ

مسلم کی ہستی ہو معمور　　مسلم کی پستی کر دو دور

مسلم کے ارماں ہوں بھرپور　　مسلم کا دشمن ہو رنجور

لا الٰہ الا اللہ، آمنا برسول اللہ

دامن اپنا خالی ہے　　احمد اپنا والی ہے

ان کی رضا جب پالی ہے　　عفو کی پھوٹی ڈالی ہے

لا الٰہ الا اللہ آمنا برسول اللہ

عشق نبی میں متوالا　　سایہ رضا کے دامن کا

برہاںؔ حاضر ہے آقا　　لطف وکرم ہو اے مولا

ارمان رہ نہ جائے

آقا تمہاری ذات کا دھیان رہ نہ جائے
مدت کا ایک دل میں ارمان رہ نہ جائے

ہو کر ترے بھکاری کیوں جائیں غیر کے در
اوروں کا ہم پہ کوئی احسان رہ نہ جائے

ہے دعوتِ شفاعت محشر میں عاصیوں کو
محروم اس سے کوئی مہمان رہ نہ جائے

بحر کرم سے آقا سارے گناہ دھو دو
ہم عاصیوں پہ داغ عصیان رہ نہ جائے

سرکار حشر میں جب بخشائیں عاصیوں کو
رکھنا خیال اتنا برہانؔ رہ نہ جائے

برہانؔ کھڑا ہے در پر دامن رضا کا تھامے
تیری گلی کا منگتا بے نان رہ نہ جائے

ہر ایک یہ کہتا ہے ہمارا ہے ہمارا

سرکار دو عالم شہِ بطحا ہے ہمارا
مطلوب خدا سید والا ہے ہمارا

یوں واجب و ممکن میں رقابت ہے نمایاں
ہر ایک یہ کہتا ہے ہمارا ہے ہمارا

محبوب خدا آپ ہیں میں آپ کا بندہ
اللہ سے واللہ یہ رشتہ ہے ہمارا

کیوں اس مددِ گل سے نہ ہوں طالب امداد
ماویٰ ہے ہمارا وہی ملجا ہے ہمارا

احمد کا ہمیشہ سے رضا جو رہا برہاؔن
یہ فیض رضا ہے کہ وہ مولا ہے ہمارا

کچھ مل کے ہی رہے گا درِ اطہر پہ رضاؔ کے
بیٹھو یہاں برہاؔن وہ مولا ہے ہمارا

شہر یار آیا

زباں پہ اس لئے صلِّ علیٰ بے اختیار آیا
کہ دل میں نام پاک سید عالی وقار آیا
تصور میں میرے محبوب کا پیارا دیار آیا

جہاں میں جس گھڑی وہ رحمت پروردگار آیا
منادی مژدۂ آمد دو عالم میں پکار آیا
غریبی جی اٹھی لیجے غریبوں کا وہ یار آیا

زمیں سے عرش تک ایک دھوم ہے تشریف لانے پر
سلاطین سر بہ سجدہ ہوں گے جس کے آستانے پر
دو عالم کا وہ ملجا اور ماویٰ شہر یار آیا

نہ میں دوزخ سے خائف ہوں نہ میں خواہاں ہوں جنت کا
سوا محبوب کے کیا چاہے دیوانہ محبت کا
مجھے تو مل گیا سب کچھ جب آقا کا دیار آیا

مٹائے ہوش بھی ان کی محبت میں فنا ہو کر
فدا لاکھوں خرد ایسے جنونِ ہوش پرور پر
کہ فوراً سر بہ سجدہ ہو گیا جب کوئے یار آیا

جہنم کی تپش سے سینۂ گستاخ بریاں ہیں
عداوت سے وہ سوزاں اور ہیبت سے وہ لرزاں ہے
کہ اُس کو یا رسول اللہ سنتے ہی بخار آیا

جو اپنی معصیت کی لذتوں میں مست و غافل تھا
کھلی اُس وقت آنکھیں جس گھڑی روزِ شمار آیا
سرِ محشر عجب ہنگامۂ نفسی بپا دیکھا
تلاشِ یار میں ہر اک نفس با حالِ زار آیا
سوا ان کے کسے جُرأت ہے یا اللہ کہنے کی
جو آیا یا رسول اللہ کی کرتا پکار آیا
پریشاں تھا کہ زیرِ عرش سجدے میں نظر آئے
بڑی مشکل سے دل کی بے قراری کو قرار آیا
وہ مشکیں عنبریں گیسو، رُخِ انور کے وہ جلوے
ان ہی کے واسطے واللیل آیا، والنھار آیا
نمایاں ایک میں ہی ہوں گنہگارانِ امت میں
مری قسمت بھی کھل جائے جو وہ محشر میں فرمادیں

کہ یہ بُرہانؔ رضوی ایک میرا جاں نثار آیا

تابع فرماں ہونا

ہر مسلمان کو لازم ہے مسلماں ہونا
جانِ اسلام ہے سرکار پہ ایماں ہونا

پیروی جس کی بنا دیتا ہے محبوبِ خدا
اُن کا ہر کام میں بس تابع فرماں ہونا

آپ ہی سے تو ہوئی آدمیت کی تکمیل
شرف انساں کا ہے وابستۂ داماں ہونا

سرورِ دیں کی غلامی نہ ہو جب تک حاصل
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

اُن کے ہی نور سے پیدا ہے جہاں پھر اُن سے
غیر ممکن ہے کسی چیز کا پنہاں ہونا

راستہ صدق و سعادت کا بتا دیتا ہے
دل میں اخلاص نیت، ہاتھ میں قرآں ہونا

یاد دل میں رہے اور اسمِ مبارک لب پر
منزلِ قبر کا مشکل نہیں آساں ہونا

یا نبی کہتے رہو پُل سے گزرتے جاؤ
ربِّ سلِّم کی صدا ہے نہ پریشاں ہونا

زندگی، موت، سبھی وقت وہ کام آئیں گے
ان سے پھر کر نہ کہیں حشر میں حیراں ہونا

ہے شفاعت پہ نظر گرچہ گنہگار ہیں ہم
عاصیو! تم نہ کبھی اس سے ہراساں ہونا

ہوتی ہے مظہرِ اخلاص، ہر اک قربانی
بہ دلِ صدق و رضا، صبر بداماں ہونا

عیدِ قرباں یہ سبق دیتی ہے قربانی کا
حکمِ اللہ پہ یوں شوق سے قرباں ہونا

روضۂ پاک کے سائے میں ہو جو موت نصیب
روح کا دیکھنا پھر ذوق سے فرحاں ہونا

سر پہ برہانؔ کے ہے سایۂ فیضان رضا
ان کی رحمت ہے ترا صاحب عرفاں ہونا

اے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تم سید کونین، شہِ ہر دوسرا ہو، اے سرورِ عالم
طالب ہو خدا کے، تمہیں مطلوب خدا ہو،اے سرورِ عالم

تم منعم کل، لطف و کرم عام تمہارا،انعام تمہارا
تم سید کل، فخر رسل، شاہِ ہدیٰ ہو،اے سرورِ عالم

گلشن کی ہراک شاخ میں، ہر برگ وشجر میں، ہرگل میں،ثمر میں
تم حسنِ ازل،نورِ ابد، رنگِ بقاہو، اے سرورِ عالم

انگشتِ تحیُّر تہہِ دندانِ حکیماں،اعجاز نمایاں
ہو نور سے پُر جسم نہ سائے کا پتا ہو،اے سرورِ عالم

سرکار بھلا کب یہ طلب دل کی ہو پوری،حاصل ہو حضوری
ہو آپ کا دربارِ مقدس،یہ گداہو، اے سرورِ عالم

بیماری دل کو ہے ترقی پہ ترقی اب کیا کرے کوئی
خدمت میں بُلا لو کہ تم ہی اس کی دواہو، اے سرورِ عالم

برہانؔ کو کب شعر و سخن کا ہے سلیقہ،صدقہ ہے رضاؔ کا
پھر لطف کہ ہر شعر محبت سے بھرا ہو،اے سرورِ عالم

ہو میری آنکھ سوئے پیمبر لگی ہوئی

فرقت کی آگ ہے مرے دل پر لگی ہوئی | کیوں کر دکھاؤں تمہیں، اندر لگی ہوئی
تم کو عطا ہوئے ہیں علومِ ازل ابد | تم جانتے ہو کیا ہے اور کیوں کر لگی ہوئی
کوئی چلے بہشت میں، دوزخ میں کوئی جائے | ہو میری آنکھ سوئے پیمبر لگی ہوئی
فرماتے ہوں گے امت عاصی سے بار بار | دوڑو سبیل ہے، لبِ کوثر لگی ہوئی
اے دل اگر زیارتِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو | بجھ جائے پھر تو سینے کے اندر لگی ہوئی
پیارے ترے عُلُوِّ مراتب کی تیز دھار | برچھی وہابیوں کے جگر پر لگی ہوئی
برہانؔ تھام دامنِ احمد رضا کو تو | ہے اس کی ڈور سوئے پیمبر لگی ہوئی

تابع فرماں ہونا

سعیٔ قربِ حق میں گر فوزاً عظیماً چاہئیے
اتباعِ سیّدِ اکرم، یقیناً چاہئیے

کلمہ گوئی تو فقط اسلام کو کافی نہیں
حُبِّ احمد صلی اللہ علیہ وسلم دل سے قولاً اور فعلاً چاہئیے

تجھ کو اے زاہد مبارک قصرِ جنت کا خیال
بس ہمیں سرکار کے سائے میں مسکن چاہئیے

آرزوئے احسن اللہ لہ رزقا تو ہے
جذبۂ اخلاص بھی، بر وجہِ احسن چاہئیے

یوں تو ہر اک تن، تن آسانی کا جویا ہے مگر
راہِ مولا میں جو کام آجائے، وہ تن چاہئیے

اُلفتِ سرکار کا دعویٰ تو کرتے ہیں سبھی
کردے سب قربان وہ صدیق کا من چاہئیے

دولتِ دنیا سبھی دنیا ہی میں بیکار ہے
قبر میں اور حشر میں کام آئے وہ دھن چاہئیے

جس کو دیکھو حشر میں شدت سے بچنے کیلئے
کہہ رہا ہے اُن کی رحمت، اُن کا دامن چاہئیے

سایۂ دامانِ رحمت یوں تو مل سکتا نہیں
سُنّیت کا خوب گہرا رنگ و روغن چاہئیے

ہے جہنّم ذات لھب کی صدا ھل من مزید
اس کو ایندھن کے لئے حضرت کا دشمن چاہئیے

شانِ عظمت تیرہ چشموں کو نہ آئے گی نظر
نور باطن دیکھنے کو قلب روشن چاہئیے

گر تجلّیِ رضائے نورِ حق کی ہے طلب
بس رضائے مصطفیٰ کا طور ایمن چاہئیے

صورت انسان میں اللہ کے نور مبیں
آپ کے دامن میں برہاں کو نشیمن چاہئیے

کرم ہے تمہارا، عنایت تمہاری

کرم ہے تمہارا، عنایت تمہاری
دو عالم پہ بالا ہے، اُمّت تمہاری

"شھیدٌ علی النّاس" اُمّت تمہاری
"ولٰکِنْ کَفَانَا" شہادت تمہاری

نہ پایا کسی نے نہ پائے گا کوئی
یہ رُتبہ تمہارا، یہ عزت تمہاری

اسے پھر جہنم سے کیا ہو علاقہ
ہے جس دل میں سرکار اُلفت تمہاری

سبھی چاہتے ہیں وسیلہ تمہارا
بھلا کس کو چھوڑے شفاعت تمہاری

تمہیں بے کسی میں جس نے پکارا
بڑھی، کھولے آغوش رحمت تمہاری

عنایت تو اعدا پہ بھی ہو رہی ہے
غلاموں کو کیا چھوڑے رافت تمہاری

اگر چہ معاصی میں سرشار ہیں ہم
مگر ہے تو آخر شفاعت تمہاری

کرو خادمِ شرع برہاںؔ کو اپنے
کہ خدمت خدا کی ہے خدمت تمہاری

طریقہ کرو اپنے آباء کا روشن
اسی میں ہے برہانؔ عزت تمہاری

نجدی قبر میں حیران ہے

نام تیرا یا نبی میرا مفرِّح جان ہے
تیرے نام پاک سے دل میرا شاد ہر آن ہے

یا نبی اللہ! اب دیدار دکھلا دو ذرا
ہجر میں اب تو ترے بالکل یہ دل بے جان ہے

جس گھڑی مشکل میں لیوے کوئی تیرا نام پاک
یارسول اللہ! مشکل اس کی سب آسان ہے

قرب میں اپنے جگہ دی تیرے ربِّ پاک نے
واسطہ آدم نے چاہا یہ تو تیری شان ہے

نام کی تیرے ذرا بھی کوئی بے ادبی کرے
دین کا اس کے سراسر حشر تک نقصان ہے

عرش تا فرش شہرت ہے تیرے ہی نام کی
تیری شہرت سن کے نجدی قبر میں حیران ہے

تو وہ ہے اللہ خود تعریف کرتا ہے تری
اور ترا مدّاح یاں دنیا میں خود قرآن ہے

تجھ کو ربِّ ذوالمنن نے غیب دانی کی عطا
جو نہ جانے غیب کا عالم تجھے، نادان ہے

یا رسول اللہ! میری بھی شفاعت کیجئے
یہ تو مانا سارے بندوں پہ تمہارا دھیان ہے

یا نبی اللہ! میرے ہیں گنہ حد سے سوا
بس تم ہی بخشاؤ، بخشاؤ یہ وردِ جان ہے

جو وسیلہ تم سے چاہے اس کا بیڑا پار ہے
جو نہ جانے تم کو شافع، وہ تو بے ایمان ہے

نوح نے طوفان میں، یوسف نے ہے زندان میں
رب سے تیرا واسطہ چاہا، یہ تیری شان ہے

واں خلیل اللہ نے آتش سے پائی تھی نجات
اور شفاعت کا تری خواہاں یہاں برہاںؔ ہے

عظمتِ محبوبِ کبریا

عرش پر کرسی ملی جس کو خدا کے سامنے

کیسی عظمت ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدا کے سامنے
ہیچ ہیں سب عظمتیں خیر الوریٰ کے سامنے

اک خدا کا نور تھا اور کُن کے فرمانے کے بعد
پرتوِ نورِ خدا تھا بس خدا کے سامنے

نور اگلوں کے جو چمکے وہ چمک کر رہ گئے
مطلعِ انوارِ حق، شمس الضحیٰ کے سامنے

طور پر موسیٰ گرے لائے تجلی کی نہ تاب
اور محبوبِ خدا خود ہیں خدا کے سامنے

نوح و ابراہیم و عیسیٰ دے چکے سب کو جواب
اب چلے ہیں شافعِ روزِ جزا کے سامنے

حشر کے دن نفسی نفسی کہہ رہا ہے ہر نبی
رحمۃ للعالمیں ہیں کبریا کے سامنے

کیا قلم تعریف لکھ سکتا ہے اس کی لوح پر
عرش پر کُرسی ملی جس کو خدا کے سامنے

آفتابِ روزِ محشر کا ہمیں کیا خوف ہو
سایۂ دامانِ محبوبِ خدا کے سامنے

بابِ خیبر ایک تنکے کی طرح سے اُڑ گیا
حضرتِ خیبر شکن، شیرِ خدا کے سامنے

غوثِ اعظم کو دیا وہ مرتبہ اللہ نے
اولیاء ہیں سرنگوں غوث الوریٰ کے سامنے

سر پہ ہے بارِ گنہ، حاضر ہیں پیشِ ذوالجلال
ہے ندامت کے سوا کیا غمزدہ کے سامنے

زندگی اپنی تو سب نذر معاصی ہو گئی
اب رکھا کیا ہے جو لے جائیں خدا کے سامنے

عاقبت برہانؔ کی فیضِ رضا سے بن گئی
ہے یہی اپنا وسیلہ بس خدا کے سامنے

نبی کی شان رفعت پر

کلام اللہ شاہد ہے نبی کی شانِ رفعت پر
مدارِ عالَمِ امکان ہے بس ان کی رحمت پر
خدا کا فَضل چاہے تو وسیلہ لے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
خدا کا فضل ملتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت پر
محبت گر خدا کی ہے تو بن بندہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
رضا اللہ کی ہے ، منحصر ان کی محبت پر
کیا شق چاند کو ، سورج کو پلٹا، نخل پاس آیا
گواہی برملا دی سنگ ریزوں نے نبوت پر
اثر صدیق پر ہونے نہ پایا زہر افعیٰ کا
نثار ایسے لعاب دہن کی معجز کرامت پر
چلائے انگلیوں سے آبِ رحمت کے وہ فوارے
سبیلیں کھول دیں تشنہ صحابہ کی جماعت پر
رضا اللہ کی برہانؔ احمد کی رضا میں ہے
مدارِ طاعتِ رب ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر

دیدارِ مدینہ ہو جائے

سرکارِ کرم، آقائے نعم جو آپ کا بندہ ہو جائے
دنیا کے جو بندہ پرور ہیں، وہ اُن کا آقا ہو جائے
ایمان کی دولت، دولت ہے جو حشر میں بھی کام آئے گی
سرکار کی مہر محبت سے معمور خزانہ ہو جائے
قبروں کی بھیانک تاریکی ،محشر میں تپتے سورج کا
کیا حزن ہو اور کیوں خوف رہے جب لطف تمہارا ہو جائے
جب نور نے ان کو نور کیا اور ہاتھ میں ان کے نور دیا
پھر نور سے کیا شے مخفی ہو، جب نور کا جلوہ ہو جائے
یہ کتنا آساں نسخہ ہے اللہ کو راضی کرنے کا
بس آپ کا بندہ بن جائے، محبوب خدا کا ہو جائے
اے رب دو عالم جَلَّ علَاَ ، اے رحمتِ عالم صلِّ علیٰ
طوفانِ حوادث سے باہر مسلم کا سفینہ ہو جائے
محبوب کی گلیاں دل میں بسیں، جنت کی تمنا کون کرے
اے کاش محبت کے صدقے دیدارِ مدینہ ہو جائے
اک چشم زدن میں عصیاں کا سب انبار فنا ہو جائے گا
گر حشر کی نفسی نفسی میں اک ان کا اشارہ ہو جائے
آنکھیں تو لگی ہیں کعبہ پر، دل روضۂ اقدس کا جو ہے
کعبہ بھی اسی کا کعبہ ہے جو وقفِ مدینہ ہو جائے

گردابِ بلا میں سرگرداں حیران و پریشاں یہ برہان
صدقے میں تمہاری رحمت کے واصل بہ تمنا ہو جائے
دامانِ رضا کے سائے میں رحمت کا سہارا ہے ان کی
کیوں برہانؔ فکرِ فردا ہو جب غوث وسیلہ ہو جائے

محبت میں ایسے قدم ڈگمگائے

خدا جس کو محبوب اپنا بنائے | یہ بندہ بھی ان سے محبت جتائے

نہ کام آئے گا صرف اللہ پہ ایمان | وہ مومن ہے جو ان پہ ایمان لائے

اسی نورِ رحمت نے دنیا میں آکر | نشاں ظلمتِ کفر کے سب مٹائے

نہیں اپنی اولاد سے کس کو الفت | نہیں کون، دل جس کا دولت پہ آئے

کسوٹی مگر سچے ایماں کی یہ ہے | ہر اک چیز پر ان کا حب غالب آئے

مناہی سے بچ کر اوامر پہ عامل | خدا کا جو ہو کر خودی کو مٹائے

بڑا متقی وہ جو ہے ان کا تابع | محبت کا مرکز وہی بن کے آئے

تحیات و صلوٰت کی پیش کش پر | سلام اور رحمت کا مژدہ سنائے

بشارت یہ اوحیٰ الیٰ عبدہٖ کی | علومِ ازل تا ابد مسکرائے

نہ کیوں غیب کے عِلم روشن ہوں اس پر | جسے راز اپنے خدا ہی بتائے

خدا ان پہ فرما کے اتمام نعمت | جو اس کا ہے وہ سب ان ہی کا بتائے

لو برہاؔن بن بیٹھا ان کا ہی بندہ | محبت میں ایسے قدم ڈگمگائے

مختصر

میری مدد فرمائیے

سرورِ دنیا و دیں میری مدد فرمائیے — رحمۃ للعالمیں میری مدد فرمائیے

عاصی و خاطی سہی، خادم ہے برہاں آپ کا — یا شفیع المذنبیں میری مدد فرمائیے

کشتیِ مسلم تلاطم میں پھنسی، فریاد ہے — یا انیس المسلمیں ،میری مدد فرمائیے

مومن ناچار پر ہے اژدھامِ بے کسی — یا معین المومنیں ،میری مدد فرمائیے

ظلمتوں کا ہے تسلط ، پُر خطر ہے راستہ — اے سراج السالکیں ،میری مدد فرمائیے

میرے اعمالِ سیہ، پھر قبر کی ظلمت غضب — نورِ انور، مہ جبیں ،میری مدد فرمائیے

حسن نور افروز سے عالم کو روشن کر دیا — اے حسینوں کے حسیں میری مدد فرمائیے

خستہ دل برہاں کب تک صدمۂ فرقت سہے — یا مراد الواصلیں ،میری مدد فرمائیے

مدحِ نقشِ نعلِ پاک

اے نقشۂ نعلِ پاک نبی ، یہ تیری وجاہت کیا کہنا
جس نعل کی تو تصویر بنا ، اس نعل کی عزت کیا کہنا
جن پیارے پیارے قدموں کی ، پا پوش بنی ،پا بوس رہی
ٹھنڈی ہوں مری آنکھیں جس سے، اس نعل کی صورت کیا کہنا
وہ بھی تھے جنہوں نے خدمت کی ،اس نعلِ پاکِ محمد صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی
ان روشن قسمت والوں کا ، یہ تاجِ سعادت کیا کہنا
ہے ناز ہمیں بھی قسمت پر، گو نعل نہیں تصویر تو ہے
کافی ہے عقیدت مندوں کو، یہ پیاری نسبت کیا کہنا
اقصیٰ سے سما ،سدریٰ سے دنیٰ ،پھر عبد پہ انعام فاوحیٰ
جن قدموں کو ہو یہ سیر عطا ، ان قدموں کی رفعت کیا کہنا
جن قدموں نے عرش کو زینت دی، ان قدموں کی اس نے حفاظت کی
سو جان سے میں صدقے جاؤں، اس نعل کی قسمت کیا کہنا
جن آنکھوں نے دیکھا آقا کو ،جن ہونٹوں نے چوما قدموں کو
ان آنکھوں کی قسمت کیا کہنا، ان ہونٹوں کی لذت کیا کہنا!
نعلین پہ قرباں ہو جاؤں ،میں ان کا غبار کہاں پاؤں
اے کحل بصارت کیا کہنا،اے نور بصیرت کیا کہنا

ہو دفع بلا ،مرضوں کو شفا اور فتح و نصرت بر اعدا
یہ اس کا اثر ،یہ فیض اس کا ، یہ اس کی برکت کیا کہنا!
زیر کف پا نعلین رہیں ،شاہوں کے سروں کے تاج بنیں
تصویر اس نعل کی میرے لیے ،ہے زیب و زینت کیا کہنا!
مرشد نے جو نقشہ پیش کیا ،اس نعل مبارک کا برہاں
لاریب سند سے ثابت ہے ،پھر اس کی صداقت کیا کہنا
سینے سے لگا ،آنکھوں میں بسا ،سر پر اسے رکھ کر ، مانگ دعا
ہاں!اس کے توسل سے برہاں ،کھل جائے گی قسمت کیا کہنا !

جھڑکیاں سب کی کھائے کیوں

غوث کے در کو چھوڑ کر غیر کے در پہ جائے کیوں
ٹکڑوں میں جن کے ہے پلا ،ان کا دیا نہ کھائے کیوں
تیری گلی کا سگ بھلا،راہ سے تیری جائے کیوں
ناز کا ہے پلا ہوا، ،جھڑکیاں سب کی کھائے کیوں
یوں تو عطاپہ ہے عطا، یاں ہے سوا خطا کے کیا
تیرا کرم ہے قادرا، پھر مجھے شرم آئے کیوں
تیرا کرم ہے موجزن ،نار سے پھر ہو کیوں محن
تیرے ہی لطف سے ہے امن، آگ ہمیں جلائے کیوں
ہم تو تیرے فقیر ہیں ،غیر کا خوف کھائے کیوں
بیٹھے ہیں ٹھنڈے سائے میں ،کوئی ہمیں اٹھائے کیوں
سایۂ مصطفیٰ ہیں آپ، رحمتِ کبریا ہیں آپ
سب پر ہے آپ کا کرم،ہم کو بھلا بھلائے کیوں
فیضِ رضا سے دوستو، برہاؔں کے نظم کو سنو
سینے پہ دشمنوں کے آج ،برچھی سی چبھ نہ جائے کیوں

گل بوستانِ نبی غوث اعظم

خدا ہے تمہارا ولی غوثِ اعظم
ہوئے تم خدا کے ولی غوثِ اعظم

حبیبِ خدا کے ہو نورِ نظر تم
تمام اولیاء کے ولی غوثِ اعظم

ملی تم کو قدرت کرامت کی کنجی
ولایت کی شاہنشہی غوثِ اعظم

ہوئے نکہتوں سے معطر دو عالم
گلِ بوستانِ نبی غوثِ اعظم

تناول سے جس مرغ کو بخشی عزت
عطا کی اسے زندگی غوثِ اعظم

لیا دوش پر اولیاء نے بہ عزت
تمھارا قدم سیّدی غوثِ اعظم

گناہوں کی وسعت، محیط دو عالم
ہر اک شے پہ ہے آگہی غوثِ اعظم

تمھیں جس نے یا غوث کہہ کر پکارا
مُراد اس کی پوری ہوئی غوثِ اعظم

تمھارے جو خدام ہیں چاہتے ہیں
وسیلہ تمھارا سبھی غوثِ اعظم

باخلاصِ دل تم کہو تو اغثنی
نہ فرمائیں گے رد کبھی غوثِ اعظم

سروں پہ غلاموں کے سایہ فگن ہے
تمھارا کرم ہر گھڑی غوثِ اعظم

میسر ہو مجھ کو تمھارے کرم سے
درِ پاک کی حاضری غوثِ اعظم

مرے چشم ولب ہوں تمھارا ہو روضہ
یہ ہے آرزوئے دلی غوثِ اعظم

دکھا دو کبھی خواب میں اپنا جلوہ
کہ کِھل جائے دل کی کلی غوثِ اعظم

زباں ملتجی اور دل میں امیدیں
نہ رہ جائے دامن تہی غوثِ اعظم

تمھارا تو بندہ ہوں مجھ کو سنبھالو
بُرا یا بھلا کیسا بھی غوثِ اعظم

گئی اس کی دنیا بھی اور آخرت بھی
کرے تم سے جو دشمنی غوثِ اعظم

غلامِ درِ قدس برہانؔ رضوی
ہے خواہانِ درگہ رسی غوثِ اعظم

تضمین بر کلامِ اعلیٰ حضرت

مظہرِ سرِّ وحدت پہ لاکھوں سلام
منبعِ ہر فضیلت پہ لاکھوں سلام
صدرِ بزم نبوت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تاجدارِ شفاعت پہ روشن درود
اس سراپا ہدایت پہ روشن درود
بحرِ جود و سخاوت پہ روشن درود

مہرِ چرخِ نبوّت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

باعثِ خلقِ کل سرورِ محترم
مرکزِ علم و اخلاق و حِلم و حِکم
سیّد انبیاء سرورِ محتشم

شہرِ یارِ اِرم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

دونوں عالم کے آقا پہ دائم درود
بے پناہوں کے ماویٰ پہ دائم درود
شافعِ روزِ عقبیٰ پہ دائم درود

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

جھک گئے جس کے قدموں پہ شاہوں کے سر
جس کی خاطر کھلے آسمانوں کے در
عرش پہ جو ہوئے شان سے جلوہ گر

صاحبِ رجعت شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نور سے جس کے ہے خلق کی ابتدا
ذات والی رسالت کی ہے انتہا
رحمتِ عالمیں، وصف جس کا ہوا

جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

صدرِ اجلاس اقصیٰ پہ روشن درود
ساکنِ عرشِ اعلیٰ پہ روشن درود
واقفِ رازِ اوحیٰ پہ روشن درود

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشئہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

ہم پہ لطف و کرم کی دُر افشانیاں
نور و رحمت کی عالم پہ ضو باریاں
بھینی بھینی ہدایت کی گل پاشیاں

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

نفسی نفسی کا جس دم ہو ہر سمت دور
بے بسی پر ہر اک اپنی کرتا ہو غور
دستِ رحمت پہ لے کے شفاعت کا طور

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

تو بھی برہانؔ ہو شیخ کے ہم نوا
عید الاسلام کے ساتھ اس جا کھڑا
جس کی نسبت مرے شیخ نے یہ کہا

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک
میرے آقائے اکرم سلام علیک

سرورِ اولیا سرِّ حق کے امیں
ظلِّ شاہِ ہدیٰ،روح صدق و یقیں
نام ہے عبدِ قادر،لقب محی دین
حق کے ہیں سرِّ اعظم سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

ہے تیری پشت پر دستِ شاہِ امم
اور تیرے ہاتھ میں غوثیت کا علم
گردنیں اولیاء کی ہیں تیرے زیر قدم
اے ولیِّ معظم سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

آپ کے پاک دامن سے جو بندھ گیا
جو بہ اخلاصِ دل آپ کا ہو لیا
اسم اعظم کا جس نے وظیفہ کیا
آخرت سے ہے بے غم، سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

آپ کو جس نے اپنا وسیلہ کیا
آپ سے جس نے فریاد کی سیِّدا
آپ سے جو بھی طالب مدد کا ہوا

آپ ہیں اس کے ہم دم سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

اپنی عظمت کا صدقہ عطا کیجئے
آپ ہی کا بھلا ہے بھلا کیجئے
اپنی قدرت سے بگڑی بنا دیجئے

اے محیِّ مکرم سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

چار سو رنج اور غم کے سامان ہیں
اور غلام آپ کے سب پریشان ہیں
آپ ہی سارے دردوں کے درمان ہیں

رکھئے زخموں پہ مرہم، سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

جھولیاں خالی لائے ہیں داتا ملے
کچھ نگاہِ کرم ہو تو قسمت کھلے
ہیں تمہارے ہی بندے برے یا بھلے

کس کے در جائیں اب ہم، سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

ہم پہ سرکارِ والا کرم کیجئے
غیر کا ہم کو محتاج مت کیجئے
ہم غلاموں کی اب لاج رکھ لیجئے

آج دنیا ہے برہم سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

التجا تیرے در سے نہیں ہوتی رد
تیرے احسانوں کی بھی نہیں کوئی حد
شیأً للہ یا عبدِ قادر مدد

ہے میرا وردِ پیہم سلام علیک
سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک

در پہ ہر دم جھکا ہو وہ سر دیجئے
میرے دامن کو ہمت سے بھر دیجئے
اپنے برہاںؔ کو یا غوث کر دیجئے
مستقل اور محکم ، سلام علیک

سیّدی غوثِ اعظم سلام علیک میرے آقائے اکرم سلام علیک

خواجہ کا روضہ دیکھ لیا

سرکار کرم کے صدقے میں خواجہ کا روضہ دیکھ لیا
خواجہ کی غریب نوازی کا دربار میں نقشہ دیکھ لیا

سرکار میں جھولی پھیلا کر مانگو تو کیا کچھ پاؤگے
اللہ کے فضل و رحمت سے دیتے ہیں خواجہ دیکھ لیا

جو لے کے تمنا آتا ہے وہ لے کے مرادیں جاتا ہے
اندازِ طلب بھی دیکھ لیا اندازِ عطا بھی دیکھ لیا

رحمت کے خزانے بھی بے حد خواجہ کی سخاوت بھی بے حد
دیتے تو نہیں دیکھا ہے مگر دامن جو بھرا تھا دیکھ لیا

دربارِ معینی سے بے شک محروم رہا جو منکر تھا
کتنے ہی تمنا والوں کو واصل بہ تمنا دیکھ لیا

مسکین و تونگر سب یکساں جذبات سے کھینچے آتے ہیں
اک قبر میں سونے والے کا انسانوں پہ قبضہ دیکھ لیا

اس پر بھی کرم نے خواجہ کے محروم کسی کو کب چھوڑا
روتے ہوئے آنے والے کو ہنستا ہوا جاتا دیکھ لیا

برہانؔ پہ بھی حامد پر بھی حافظ پہ علی احمد پر بھی
اور جان محمد اور ضیاء پر نوری کا صدقہ دیکھ لیا

شجرۂ طیبہ

عالیہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ محمودیہ

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کربلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

سیّدِ سجّاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صدقِ صادق کا تصدُّق صادقُ الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف و سری معروف دے بیخود سری
جُندِ حق میں گِن جنیدِ با صفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتّوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بو الفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بو سعیدِ سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقاً سے دے رزقِ حسن
بندۂ رزّاق تاجُ الاصفیا کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیات دیں محیِّ جاں فزا کے واسطے

طورِ عرفان وعلو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمالُ الاولیاء کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوانِ فضلُ اللّٰہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقی عشقِ اِنتما کے واسطے

حبِّ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھراجان کو پر نور کر
اچھے پیارے شمسِ دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرتِ آ لِ رسولِ مقتدا کے واسطے

نورِجان و نورِ ایماں نورِ قبر وحشر دے
بو الحسین احمدِ نوری لقا کے واسطے

کر عطا احمد رضا ئے احمد مرسل مجھے
میرے مولا حضرتِ احمد رضا کے واسطے

دین وایماں رکھ سلامت استقامت کر عطا
حضرتِ عبد السلام با صفا کے واسطے

حجت و برہانِ حق پر رکھ مجھے ثابت قدم
حضرتِ برہانِ حق ابن ضیاء کے واسطے

بندۂ عاصی کی اپنے عاقبت محمود کر
شاہ محمود ابن فانی فی الرضا کے واسطے

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین، عز، علم وعمل
عفو و عرفاں، عافیت اس بے نوا کے واسطے

منقبت

درشان حضور برہانِ علیہ الرحمۃ والرضوان

تم ہو بحرِ علم وفن کے ناخدا برہاں میاں
کاروانِ عشق کے ہو پیشوا برہاں میاں

مسلکِ حق کی بڑھائی آبرو ہر موڑ پر
اے نقیب مسلک احمد رضا برہاں میاں

تم کو ذرے سے رضا نے مہر تاباں کر دیا
اے جبین دین بیضا کی ضیا برہاں میاں

ہو شریعت کہ طریقت یا حقیقت معرفت
جام سب کا دونوں ہاتھوں سے پیا برہاں میاں

روشنی قرآن وسنت کی ہے پھیلی شان سے
ہر زباں پہ تذکرہ ہے آپ کا برہاں میاں

آیت برہان شاہد تو ہے برہاں دین کا
تیرے سر پہ تاج زریں ہے سجا برہاں میاں

اس لئے رضوی ہے حاضر آپ کے دربار میں
مجھ کو بھی فیضان رحمت ہو عطا برہاں میاں

منقبت

درشان حضور عبدالاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان

اولیا میں نامور ہیں سیدی عبدالسلام
صوفیا میں تاج ور ہیں سیدی عبدالسلام

معرفت اللہ کی حاصل تھی ان کو بالیقیں
علم وحکمت کے گہر ہیں سیدی عبدالسلام

کیا شریعت، کیا طریقت، کیا حقیقت معرفت
جامع ہر دو بحر ہیں سیدی عبدالسلام

اعلیٰ حضرت کی محبت آپ میں ہر دم رہی
ان کے بھی نور نظر ہیں سیدی عبدالسلام

علم کے کوہِ ہمالہ سیدی برہاں میاں
آپ کے لختِ جگر ہیں سیدی عبدالسلام

آپ کے جد مکرم حضرت عبدالکریم
پیارے سے ان کے پسر ہیں سیدی عبدالسلام

علم وتقویٰ تو وراثت میں ملا ہے آپ کو
صاحب علم وہنر ہیں سیدی عبدالسلام

آپ کا رضوی کھڑا ہے آپ کے دربار میں
اس کے بھی جان وجگر ہیں سیدی عبدالسلام

حضور برہانِ ملت کی شاعری میں عشق امام احمد رضا

ازقلم: حضرت علامہ مولانا الحاج شیخ محمد امام الدین برہانی، پرتاپ گڑھ، (یوپی)
مرکز اہلسنت دارالعلوم باز اشھب غریب نواز نگر برئی کنڈہ، پرتاپ گڈھ، یوپی،

سر پہ برہان کے ہے سایہ فیضان رضا
ان کی رحمت سے ترا صاحب عرفاں ہونا

قارئین کرام! اس بات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو تمام قسموں کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور چھوٹی بڑی ہر شئی کا خالق و مالک صرف وہی ہے، باوجودیکہ خود اللہ عزوجل نے اپنے محبوب بندوں کو اپنی شان و قدرت کا مظہر بنایا ہے، ایک سچا ارادت مند اپنے رب عزوجل کی بارگاہ اقدس سے دین و دنیا کی جو بھی دولتیں حاصل کرتا ہے، اسے وہ اپنے اعمال صالحہ کا نہ ثمرہ اور نہ نیکیوں کا بدل گردانتا۔ بلکہ اللہ عزوجل کی رحمتیں اور اپنے مرشد کامل کے فیضانِ نظر کا صدقہ ہی سمجھتا ہے۔

جب مردِ خدا فنافی الشیخ کی منزل پالیتا ہے تو اپنے اعمال پر فخر و ناز کرنے کی بجائے اپنے مرشد کامل کی نسبت پر رشک کرتا ہے، اور اپنے اوپر ہونے والی رحمت و عنایت خداوندی کی بارشوں کا ذکر اپنی خاص و عام محفلوں، مجلسوں اور خطابات و مکتوبات میں حسب لیاقت کرتا رہتا ہے، مگر نثری کلام سے کہیں زیادہ دشوار اور پیچیدہ عمل ان کا ذکر نظم میں کرنا سمجھا جاتا ہے،، اس کے باوجود حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے مرشد برحق کے فیضان کرم سے ہر میدان عمل کے ساتھ اس میدان عشق و محبت میں بھی یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ اور اپنے فن

شعر و سخن میں برملا اس پر یوں اپنا اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔

برہان کو کب شعر و سخن کا ہے سلیقہ، صدقہ ہے رضا کا
پھر لطف کہ ہر شعر محبت سے بھرا ہو، اے سرورِ عالم

دوسرے مقام پر شعر و سخن کے فن میں تحدیثِ نعمت کے طور پر آپ نے اپنی فکر و نظر کی بے باکی اور برجستگی سے ابطالِ باطل کے ندرت خیال کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

فیض رضا سے دوستو! برہاں کے نظم کو سنو
سینے پہ دشمنوں کے آج برچھی سی چبھ نہ جائے کیوں

نعت پاک کے ایک مقطع میں اپنے تمام علمی فنی مہارت ولیاقت اور فن شاعری میں کمالات و بصیرت کو اپنے مرشد گرامی کی پاکیزہ تربیت و تعلیمات کا عکس جمیل بتاتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس انداز میں فرمایا ہے۔

نائب غوث و مصطفیٰ عبدالسلام اور رضا
برہاں تو اختیار کر دونوں جھلک الگ الگ

اپنے کامل ارادت و عقیدت مندی، اکتساب فیض اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

سایہ گستر ایک دریوزہ سگ دربار پر
دامن احمد رضا خاں کل بھی تھا اور آج بھی

غوث اعظم، حضرت احمد رضا خاں اور ضیا
ان کا خوشہ چیں برہان کل بھی تھا اور آج بھی

اب اس کے ساتھ ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کے مرکز، سیدی سرکار امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارین میں انہیں جو نسبت حاصل ہے اسے ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے۔

برہان تھام دامن احمد رضا کو تو
ہے اس کی ڈور سوئے پیمبر لگی ہوئی

اپنی ایک پیاری آرزو اور دیرینہ تمناؤں کے حصول اور اکتساب فیوض و برکات کے پیش نظر کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔

کچھ مل کے رہے گا در اطہر پہ رضا کے
بیٹھو یہاں برہان وہ مولیٰ ہے ہمارا

پھر جب ایک عاشقِ صادق کو عقیدت کی پختگی محبت کی وارفتگی عشق کے اعلیٰ منزلوں پر پہنچا دیتی ہے تو تصورات کی دنیا میں وسعت جذبات وخیالات کی فراوانی کے ساتھ ساتھ عشق امام اہلسنت سے انتہائی عقیدت ومحبت سے لبریز یہ اشعار بھی دل کو ٹٹولتے اور کانوں میں رس گھولتے نظر آتے ہیں۔

عاقبت برہان کی فیض رضا سے بن گئی
ہے یہی اپنا وسیلہ بس خدا کے سامنے

اور اس منزل میں ذرا اس پیاری آرزو اور جستجو کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مری قسمت ہی کھل جائے جو وہ محشر میں فرمادیں
کہ یہ برہان رضوی ایک میرا جانثار آیا

اب ذرا برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی آرزوؤں کے انداز گداگری کا نظارہ فرمائیں۔

برہان کھڑا ہے در پر دامن رضا کا تھامے

تیری گلی کا منگتا بے نان رہ نہ جائے

عشقِ رضا کی یہ وارفتگی اور وابستگی آپ کی مبارک خانقاہ کے مقدس مراسم کو آج بھی وراثتاً حاصل ہے، چنانچہ آج بھی خانقاہِ مقدسہ سے متعلق تمام محفلوں میں التزاماً یہ شعر بطور دعا پڑھا جاتا ہے

حجت و برہان حق، برہان حق کو کر عطا

عید الاسلام، اور رضا، غوث الوریٰ کے واسطے

غرضیکہ حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فن شاعری کا جب ہم گہری نظر سے مطالعہ کرتے اور جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ آپ اپنے مرشد کامل کے عاشق صادق اور آپ کی ذات، ان کے فیضان کا آئینہ دار تھی،

چند یادگار مکتوبات

پہلا خط

از قلم: عید الاسلام مفتی عبد السلام

بحضور انور، عالی سرکار و اطہر، سلطان العلماء المحققین، برہان الفضلاء المدققین، خیر اللاحقین بالمہرۃ المجتہدین السابقین، بحر العلوم، کاشف اسرار المکتوم، شیخ الاسلام، امام اعیان الاسلام، مکرم کرام العرب والعجم، العلامۃ المعتمد المستند قطب المکان، غوث الزمان، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، قبلہ معظم وکعبہ محترم، سیدی وسندی، ومرشدی ومولائی، جان جانم، ماوائے ایمانم، روحی فداہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ وادام برکاتہ القدسیہ لنا وسیلۃ محبتہ ورضاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب وتحیات نیاز مالیلیق بشانکم الاعلیٰ بجا آوردہ عرض می رسانم کہ للہ الحمد والمنۃ۔ میرے آقائے نعمت دامت برکاتہم العالیہ کا مقدس سرفراز نامہ گرامی مع ۱۸؍عدد پرچہائے فتویٰ مطبوعہ حکم اذان ثانی جمعہ اور آٹھ عدد پرچہائے اشتہار کے تشریف صدر فرما کر موجب ہزار ہزار سعادت وافتخار کا ہوا۔ صدقہ میرے مولائے محترم دام ظلہم الانور کے برکات وتوجہات قدسیہ کا بحمد اللہ تعالیٰ، جمیع اقارب و احباب کے ساتھ بہمہ وجوہ مع الخیر والعافیۃ ہوں۔

گو حضور اطہر سے دور اور ایک عرصہ سے گونہ علیل ورنجور ہوں۔ لیکن بہر حال سرکار ملجاء اعظم کا احسن تصور میرا مقام بنا ہوا ہے۔ جمال صورت کریمہ حضور پرنور سلمہم اللہ تعالیٰ کا تصور انور ہی میرے ہر شغل، ذکر وفکر کی جان اور میری روح الایمان ہے، میرے سب کام اسی سے وابستہ ہیں، تصور حیات، آقائے نعم ادام اللہ

تعالیٰ ظلہم ہی میرے درد دل کی دوا ہے اور باذن اللہ تعالیٰ یہی میرے لیے باعث شفا ہے۔ رب عزوجل بفضلہٖ وکرمہٖ اس نعمت عظمیٰ کو میرے اور میرے لواحق اور گھر بھر کے حق میں مبارک فرمائے اور سب کے لیے وسیلہ جلیلہ فوز و فلاح سعادت دارین رکھے۔

قبلہ جان من بمشیت سبحانی عزوجل حوادث متعاقبہ میں حضور کی کنیز، غفر لہا، (قلت ارحم التابوت فیہا سکینۃ) کے صدمۂ مفارقت نے خستہ حال بنا کر مبتلاء مراق وسوداویت کر دیا تھا۔ حضور کے غلام زادگان میں ایک بچی دو بچے رہ گئے تھے۔ عرصہ آٹھ ماہ کا ہوا کہ قضیہ مرضیہ الٰہیہ چھوٹا غلام زادہ محمود اشرف نامی ہشت سالہ وہ بھی نہایت ذکی وذہین ومتین تھا۔ دفعۃً مبتلاء ہیضہ ہوا، نو گھنٹے میں روپوش آغوش رحمت الٰہی ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت سے غلبہ سوادیت ومراقیت اور شدت اختلاج قلب نے سخت متوحش کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ حضور کے غلام زادے برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے پڑھانے سے بھی معذور ہو گیا ہوں۔ بضرورت ایک قابل خوش عقیدہ عالم ولایتی کو مبلغ عدد بیس روپے مشاہرہ پر کچھ عرصہ سے مقرر کر لیا ہے۔ چند سبق وہ پڑھاتے ہیں اور چند میں پڑھا لیتا ہوں۔ صدقہ برکات حضور پرنور سلمہم اللہ تعالیٰ کا بعونہٖ تبارک وتعالیٰ فی الحال، مطول، میر زاہد، امور عامہ، قاضی مبارک، صدرا، ہدایہ شریف، حسامی، برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے درس میں ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ رب عزوجل کے فضل وکرم سے بمیامن وبرکات حضور پرنور عقل وفہم وطبع، نہایت سلیم ومستقیم اور تیز ہیں اور ذہن بہت روشن وصاف ہے۔ تحفظ واستحضار قوی ہے۔ محض مطالعہ سے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ ادنیٰ اشارہ میں

سمجھ جاتا ہے۔ کچھ انگریزی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ایک بی اے ماسٹر گھر آ کر پڑھا جاتے ہیں۔ حضور پرنور دامت برکاتہم العالیہ کے نام نامی اسم گرامی کا والہ و شیدا ہے۔ ہر وقت حضور سرکار اقدس سلمھم اللہ تعالیٰ کا دم بھرتا ہے۔ بارگاہ اطہر میں حاضری اور قدم بوسی اور اس گرامی آستانہ قدسیہ کا کتا بننے اور حضور پرنور کے زیر اقدام ہمایوں رہ کر تکمیل علوم وفنون اور اکتساب فضائل وانوار، فیوض و برکات نورانی وروحانی کا بے حد مشتاق ہے۔ اور ہمیشہ اس آرزو میں بے قرار رہتا ہے۔ الحمدللہ یہ سب میری خوش نصیبی ہے اور اس کی اعلیٰ سعادت وار جمندی کی دلیل ہے اور یہ سب حضور انور ہی کا پرتو انوار وتجلیات وتوجہات قدسیہ ہے۔

بہر حال حضور اقدس کے میامن دعاء و برکات کا امیدوار ہوں، خدا کے فضل وکرم سے حضور اطہر کے صدقے میں برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کسی لائق ہو جائے اور کچھ علمی رنگ اس پر چڑھ جائے، تو ان شاء اللہ العزیز المتعال جلایابی کے لیے وہ بارگاہ حضور انور حاضر ہوگا اور بعونہ تعالیٰ وہیں کندن پائے گا۔ حسبنا اللہ وکفیٰ

برادر عزیز بشیر میاں مرحوم کا محمد زاہد نامی ایک بچہ ہے، وہ بھی میرے ہی پاس میرے زیر نظر رہتا ہے۔ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ سے دو ماہ چھوٹا ہے۔ کچھ غبی ہے۔ شرح وقایہ، شافیہ، کافیہ، میزان المنطق، یوسف زلیخا پڑھتا ہے۔ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ اور مولوی صاحب ولایتی اس کو پڑھاتے ہیں۔ حضور دعا فرمائیں۔ اس کا ذہن بھی روشن اور تیز ہو۔

(فقیر عبد السلام قادری، جبل پوری) ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

بحوالہ صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی مخزونہ بکتب خانہ مولانا غلام جابر مصباحی، ص: ۴۰/۴۱)

دوسرا خط

حضور پرنور اکرم سرکار اعظم ، آقائے نعم ،سلطان العلماء المتصدرین برہان الفضلاء المتجرین محی الدین والملۃ الطاہرۃ ،مجدد ماۃ الحاضرۃ ،اعلیٰ حضرت ، امام مجتہد اہل سنت ، بحرالعلوم ،کاشف سرالمکتوم ،قطب المکان وغوث الزمان ،قبلہ جانم کعبہ ایمانم ،مفیض الکلمات الربانیۃ علی العالم سیدنا وسندنا ومرشدنا ، ملاذنا ، وسیلتنا ،برکتنا فی الدنیا والدین ، آیۃ من آیات اللہ رب العالمین ،مولانا العلامۃ الکبیر والبدر المنیر روحی فداہ دامت برکاتہم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب وتحیات نیاز مملوکانہ بجا آوردہ عرض می رسانم ۔حضور کا خانہ زاد غلام برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ ،ان شاء اللہ العزیز ،۷ رشوال المکرم بدھ کو یہاں سے روانہ ہوگا اور پنجشنبہ کی شام غالباً عشاء کے وقت بریلی شریف پہنچ کر شرف قدم بوسی سے سرفراز ہوگا۔

صدقہ برکات ومیامن حضور اقدس دامت برکاتہم العالیہ کا غلام زادہ حفظہ اللہ تعالیٰ بفضلہٖ عز وجل نہایت فہیم وذکی وذہین ہے اور فہم مقاصد ومطالب کتب واخذ وادراک ،مسائل علوم وفنون کی کافی استعداد وقابلیت رکھتا ہے۔لیکن واقعی وہ علوم جو حقیقۃً ،علوم عالیہ،علوم حقہ ہیں ۔ان کا مالک ان کا خازن وقاسم رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وعطاء سے حضور اقدس کو ہی بنایا ہے ۔حضور ہی ، ” وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ۔“ کے اجل واکمل افراد اور، ”يُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ “ کے اخص جانشینِ مسند ارشاد سے

ہیں، صرف عالی بارگاہ حامل لواء العلم الاعلیٰ مالک ازمّۃ الفہم الاسنیٰ میں حاضر باشی، وہاں کی ملازمت و خدمت و کفش برداری اور آنحضور اقدس سلمہم اللہ تعالیٰ کی رشحات نگاہ لطف و کرم مربیانہ کا یک رشحہ زکیہ بھی باذن اللہ تعالیٰ اشراق علم و معرفت، وتنویر فہم وذہن ذکاء وحل دقائق کے لیے کافی ہے۔

رسمی کتابی علم تو ہر جگہ حاصل ہوسکتا ہے۔ مگر میرے ایمان میں اس وقت تو علم وہی علم ہے، جو خاص اس عالی بارگاہ علوم ربانیہ سے انعام فرمایا جائے، کہ بحمد اللہ تعالیٰ جس کی حقانی ضیائے پرجلال، سراپا نور رحمت و برہان بنا کر ہمیشہ غالب و قاہر اور حق کا معین وحامی و ناصر رکھے اور اس کے برکات سے سخت سے سخت تر علوم وفنون کا آسانی سے انحلال ہوجائے۔ غلام زادہ کو حضور کے زیر نعلین پاک ڈال کر حضور کے کریمانہ مربیانہ، الطاف ومراحم کا امیدوار ہوں۔

محمد عبدالسلام رضوی ۲؍شوال ۱۳۳۳ھ

تیسرا خط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بحضور پر نور اکرم، سرکار اعظم، آقائے نعم، سلطان العلماء المتصدرین برہان الفضلاء المتجرین محی الدین والملۃ الطاہرۃ، مجدد ماۃ الحاضرۃ، اعلیٰ حضرت، امام مجتہد اہل سنت، بحر العلوم، کاشف السر المکتوم، قطب المکان وغوث الزمان، قبلہ جانم کعبہ ایمانم، مفیض الکلمات الربانیہ علی العالم سیدنا وسندنا ومرشدنا، ملاذنا ملجانا، وسیلتنا، برکتنا فی الدنیا والدین، آیۃ من آیات اللہ رب العالمین، مولانا العلامۃ الکبیر والبدر المنیر روحی فداہ دامت برکاتہم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب وتحیات نیاز مملوکانہ بجا آوردہ عرض می رسانم۔ کہ بندہ زادہ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے نام طلعت افروز شدہ گرامی مفاوضہ ساطعہ مقدسہ کرم ورحمت میں ضعف وناسازی مزاج وہاج اقدس کا حال پڑھ کر بندگان حضور والا فکرمند ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ بفضلہٖ میرے آقائے نعمت کو شفاء عاجل وکامل عطا فرما کر اپنے عون وعنایت وحفظ وحمایت میں بامان وصحت وعافیت تامہ دائمہ سلامت باکرامت رکھے، آمین۔

اس دور فتن میں سنت واہل سنت کی عزت وسطوت وعظمت شان پر قہر وجلال فاتحانہ کا وجود وبقاء وقیام بفضل اللہ تعالیٰ خاص حضور اقدس مدظلہم العالی ہی کے سواطح نفحات زاکیات کا صدقہ اور حضور ہی کی ذات بابرکات گرامی سے وابستہ ہے۔

حضور کی صحت وعافیت وسلامت ذات والا صفات اسلام اور مسلمان اہل حق وہدیٰ کے لیے بحمد اللہ تعالیٰ آب حیات ہے۔ متع اللہ المسلمین بسلامۃ ذاتہ و

طول حیاتہ، وافاض علینا من نفحاتہ وبرکاتہ۔

الحمد للہ کہ بندہ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے مستخرجہ نقشہ اوقات رمضان مبارک بموفق عرض رسانیدہ نے سرکار عالی میں شرف قبولیت کی عزت پائی اور حضور اطہر مدظلھم الانور نے بعنایت مربیانہ اس متعلق از کی تعلیم وبہترین افادۂ طریق تحقیق وتدقیق سے اپنے غلام زادہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ حضور کا یہ انعام سعادت بندگان بارگاہ کے لیے موجب ہزار ہزار فخر ووسیلہ جلیلہ مزید شوق علوِ ہمت وانشراح صدر ہے۔

میری یہی آرزو ہے کہ بعون اللہ تعالیٰ وتائیدہ وحسن توفیقہ حضور اقدس سلمھم اللہ تعالیٰ کے برکات توجہ انور سے وہ حضور کا خانہ زاد غلام ہمیشہ حمیت سنیت ونصرت دین وملت میں کچھ لکھتا لکھاتا مشتاق اور قلم سے بہمت اپنے پاک مذہب کی خدمت گزاری میں خوب مستعد و چاق رہے۔ رب تبارک وتعالیٰ اس کو خاص حضور ہی کے فیض عام کا زلہ ربا اور حضور ہی کی سنت سنیہ کا متبع رکھے، آمین۔

زہے سعادت ما کہ جب کبھی اپنے حسب مبلغ وہ کچھ مضمون لکھ کر استفادہ حضور بارگاہ اقدس میں حاضر کرے، تو مربیانہ جزائل افادہ و اصلاح کے رشحات زاکیات سے اس کا بڑھتا ہوا شوق وحوصلہ اور مفرق علمی سرسبز وشاداب فرمایا جائے۔

بموجب استدعائے گرامی حضرت والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے میں اس کو حضور سلمھم اللہ تعالیٰ سے صرف پندرہ بیس روز کی اجازت پر اپنے ہمراہ لے آیا تھا کہ اتفاق سے یہاں طاعون شروع ہوگیا اور ساتھ ہی اسی اثنا میں بمشیت سبحانی عرصہ تک بہم کچھ ایسے عوائق پیش آتے رہے کہ ناگزیر ٹھہر جانا پڑا اور نکلنا نہ ہوسکا۔ حضور کا یہ خطاوار عاصی غلام بارگاہ رحم وکرم میں اظہار غایت ندامت کے ساتھ عفو تقصیر کا مستدعی ہے۔

بندہ زادہ حفظہ اللہ تعالیٰ اب حاضری بارگاہ اقدس کے لیے بے قرار ہے اور تمام تر ہمت وعزیمت اس کی حضوری آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہے۔ مکانوں کی مرمت اور بعض خانگی ضرورتوں کے انتظام سے فرصت پاکر ان شاء اللہ الرحمٰن المستعان بعونہٖ نعمت شرائف نیاز قدم بوسی سے سرفراز ہونے والا ہے۔

للہ الحمد والمنۃ نور دیدہ عزیزہ بہو حفظہا اللہ تعالیٰ کو اب بہمیں توجہ وبرکت دعاء قدسی حضور انور سلمہم اللہ تعالیٰ کے بالکل آرام وصحت کلی وشفاء تام حاصل ہے اور جمیع صغار وکبار بحمد اللہ تعالیٰ مع الخیر والعافیۃ ہیں۔ مخدومہ والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ اور جمیع اقارب واعزہ حفظہم اللہ تعالیٰ بحضور پرنورو بحضور مکرمہ ومحترمہ قبلہ امی سلمہا اللہ تعالیٰ آداب وقدمبوسی عرض رساں ہیں، مزید بریں غیر ازیں کیا عرض کروں کہ صحت وعافیت مزاج وہاج اقدس کی مژدہ یابی کا امیدوار ومستدعی ہوں، ادام اللہ تعالیٰ سلامہ وافاض علی العالمین برہ وکرمہ۔

۲۹؍شعبان شریف بدھ کو یہاں ابر غلیظ رہا اور بارش بھی خوب ہوئی اور دور تک مطلع صاف نہ رہنے کی وجہ سے اس دن کہیں رویت نہیں ہوئی۔ جبل پور اور یہاں کے کل گرد ونواح میں پہلا روزہ جمعہ کا ہوا۔ والسلام

سگ بارگاہ رضوی حقیر عبد السلام جبل پوری کان اللہ لہ

۱۲؍رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سہ شنبہ

(بحوالہ اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور، ص: ۱۲۵)

مکتوبات مفتی اعظم ہند

(۱)

Barauily ۹ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

مولانا الاعز الاکرم سلمہ المولیٰ تعالیٰ وشرف وکرم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ابھی عنایت نامہ ملا، مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کا حافظ وناصر ہے یہاں بھی کفار ناہنجار نے محلہ میں بہت عظیم فتنہ کرنا چاہا تھا، مگر بعونہ تعالیٰ وکرمہ خبثاء خائب وخاسر رہے، محرم امن وامان سے گزر گیا، سول نافرمانی کی ٹھانی مگر ناکام نامراد رہے، بعد عشرۂ محرم خبثاء نے کالا جھنڈا اٹھایا گورنمنٹ مردہ باد کے بیہودہ نعرے برسر بازار لگاتے گئے، کتے بھونکتے گئے کسی نے پرواہ نہ کی یمن پوری کی سڑک پر دورویہ چھتوں پر خبثاء نے اینٹیں جمع کر رکھی تھیں بعد محرم کسی نے مخبری کی تو ایک یمن پوری سے تین سو ہتھیار چھوٹے بڑے چاقو، خنجر، چھری، بلم اور چار گیلن تیزاب اور بندوقیں اور کتنے کنستر زور سے آگ پکڑنے والا مٹی کا تیل جو موٹروں میں جلایا جاتا ہے پکڑا گیا، کئی جگہ بہت خطرہ تھا مگر شکر خدا کہ امن وامان رہی، پیلی بھیت کے قریب نہایت عجیب بہت ہی عظیم واقعہ پیش آیا ایک گاؤں میں چند گھر جلاہوں کے تھے، ٹھاکر زمیندار اور اکثر آبادی ہندوؤں کی ہمیشہ محرم داری پر روک ٹوک ہوتی تھی، امسال بہت شدت سے روک ہوئی، قریب میں مسلمانوں کی زمینداری تھی جلاہوں نے ان سے کہا، انہوں نے کہا تم اس گاؤں کو چھوڑ کر یہاں آباد ہو جاؤ یہ لوگ اپنا سامان لینے گئے وہاں کے زمیندار نے انہیں اس سے روکا غرض جھگڑا ہوا ایک مسلمان صاحب نے ٹھاکر سے کہا کہ جانے دو، اس میں تمہارا حرج کیا ہے جو تمہارا ان کے ذمہ ہو وہ لے لو غرض پانچ سو خبثاء جمع ہو

گئے اور تلوار سے اس سمجھانے والے مسلمان پر حملے کیے۔ تلوار سر پر پڑی جو کئی انچ سر پر بیٹھ گئی زخمی شیر کی طرح یہ مسلمان بپھرا اور تائید خداوندی کہ اس نے اس تلوار مارنے والے کو پچھاڑ کر اس کی تلوار سے اسے قتل کیا اور دوسرا اور اس کی امداد کو آیا اسے، بھی تیسرا اور بھی آیا اسے بھی چوتھے کو بھی سخت زخمی کیا جو یقیناً اسپتال میں مر گیا ہوگا، ۳۱ر زخمی اور تین قتل کئے یہ اکیلا اور وہ پانچ سو باقی خبثاء دم دبا کر بھاگ گئے۔ (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) اس مسلمان حفظہ المنان نے وہ نقشے پیش کئے جنہیں ہم آج تک اپنے بزرگانِ دین کے کارنامے کہا کرتے تھے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت مولانا کی خدمت میں سلام مسنون، میں بطلبِ خیریت خود خط اس زمانہ میں بھیجنے والا تھا کہ بیرسٹر صاحب کا جبلپور سے خط آیا جس سے اطمینان ہوا ممبئی سے ان کی رجسٹری میرے پاس ایک وہاں آئی میں نے جواب لکھ دیا وہاں کا جواب اب پہونچا اب بیرسٹر کا خط آیا ہے کہ میں ان کے جواب کا منتظر تھا آ گیا اب میں کاغذ لیکر آؤں گا فقط۔

جناب مولانا المبجل المحترم ذی المجد والکرم سلمہ ربہ الاکرم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا گرامی نامہ ملا تھا جس میں ہنود بے بہبود قاتلھم المولیٰ تعالیٰ کی خباثتوں اور انتہائی بدمعاشیوں، یہاں تک کہ دولت خانہ جناب پر یورش اور نام لے لے کر گالیوں کا ذکر تھا یہ خبر وحشت اثر ایسی نہ تھی کہ میں اسے سن کر خاموش رہ جاتا مجھے چاہئے تھا کہ میں خود حاضر ہو کر خیر و عافیت دریافت کرتا مگر میں خط بھی اب تک نہ بھیج سکا جن دنوں آپ کا یہ خط آیا ہے میں بہت ہی سخت پریشانیوں میں تھا، مرحومہ لڑکی کے انتقال کی خبر کو میں لکھ ہی چکا ہوں

جو عریضہ میں نے حضرت مولانا عیدالاسلام مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر کیا ہے اس میں لکھ دیا تھا کہ میں اسے دفن کر کے واپس آیا ہوں کہ بھائی صاحب کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو جانے کی اطلاع ملی اور آپ کا گرامی نامہ نظر کے سامنے نہ رہا کسی کتاب میں رکھا ہوا تھا کل ملا میں بالکل بھول گیا۔ بھائی صاحب چتوڑ گڑھ گئے تھے، وہاں جلسے میں روشنی پر کیڑے آئے ان میں سے کسی کیڑے نے ان کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جیسے اوروں کے بھی کاٹا اس وقت کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی، یوں ہی کچھ خارش سی ہوئی صبح بھی ایک ذرا سا سرخ دھبہ اور کھجلی سی تھی، اوروں کے بھی یوں ہی تکلیف تھی، پھر آٹھ بجے کے قریب دیکھا تو سب کے چھالے تھے،اوروں کے چھالے خشک ہو گئے تیسرے چوتھے دن ان کا چھالا کسی طرح پھوٹ گیا جس نے ایک خفیف زخم کی شکل اختیار کر لی اس کا علاج ہوا وہ اور بڑھا پھر اودے پور گئے وہاں علاج کرایا قابو میں نہ آیا وہاں کے ڈاکٹر نے غلطی کی کہ شگاف دے دیا بس نشتر لگنا غضب ہوا بہت زخم بڑھ گیا جےئ پور میں علاج کرایا کچھ نہ ہوا، بیس روز بعد بڑا زخم لئے ہوئے اور بہت ضعف کی حالت میں بریلی آئے جب سے یہاں علاج ہو رہا ہے کینٹونمینٹ ہاسپٹل میں علاج ہو تو رہا ہے۔ جب وہاں کے ڈاکٹر کا خیال معلوم ہوا کہ وہ زخم کی طرف توجہ نہیں کرتا صرف قلب کی طرف توجہ رکھتا ہے کہ قلب قوی ہو اور انہیں طاقت آئے تو ہاتھ کاٹ دے، اس لئے چوتھا روز ہے سول ہاسپٹل میں لے آئے یہاں علاج ہو رہا ہے، ضعف بہت زائد ہے اور یہ پھوڑا کا بنکل سے زیادہ خطرناک بتایا جاتا ہے،شکر بھی آ رہی ہے، اور ایسٹرن بھی بہت آ رہا ہے، انجکشن شکر کے لئے بھی ہو رہے ہیں، ایسٹرن کیلئے بھی اس پھوڑے کا انگریزی گینگرین بتایا جاتا ہے،شب و روز ایسے

افکار میں مبتلا رہا اور ہوں ، اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے ورد اور الحاح وزاری کے ساتھ دعا کا وقت ہے بظاہر ان کی حالت بہت خطرناک ہے اور رب قدیر ہر بات پر قادر ہے وہ چاہے تو اسی آن صحت بخش دے ، حضرت کی خدمت میں سلام مسنون معروض ، زاہد میاں صاحب اور کچھ احباب ہوں تو ان سے سلام فرما دیجئے اور جو اصحاب واحباب اہلسنت ہیں ان سے بھی ، سب سے دعا کی درخواست کرتا ہوں اپنی اور سب کی خیر وعافیت سے جلد مطلع فرما کر مطمئن فرمائیے اور اس سے کہ ہنود بے بہبود کی اس بدمعاشی کا کیا علاج کیا گیا۔

والسلام مصطفیٰ رضا قادری عفی عنہ

۲۶ر شعبان ۱۳۵۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمد الله العلی العظیم ونصلی علیٰ حبیبه النبی الكريم الرؤف الرحیم وعلیٰ آله الصلوٰة والتسلیم اما بعد فیا علماء البلد الحرام الاجلة العظام الرحلة الكرام الجهابذة الفخام سلمهم ربهم السلام وادامهم بالعز والاكرام السلام علیکم ورحمة الله تعالیٰ و برکاته علی من لدیکم الی یوم القیام بعد السلام اعرض علیکم انی بحمد الله تعالیٰ و سبحانه مع الخیر والعافیة و ارجو ربی الکریم ان تکونوا ایضاً مع الصحة والسلام فی ارغد عیش وارجو من کرمکم ان لا تنسونی من دعائکم الصالح یاتی فی هذا العام للحج وللزیارة صاحب الفضیلة مولٰنا المکرم المفخم ذو المجد والاکرم محبی الافخم مولٰنا المولوی محمد عبد الباقی برهان الحق سلمه ربه ولد حضرة العلام عید الاسلام مولینا الشیخ عبد السلام الجبلفوری رحمة الله تعالیٰ شانه خلیفة شیخنا المجدد الاعظم اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد المعظم رحمه الله یصل الیکم ان شاء الله تعالیٰ و یلاقیکم لیتشرف بزیارتکم فالمامول منکم ان تکرموه با الاکرام الذی یلیق بشانه فان الشیخ ایضاً مشرف بالخلافة من شیخنا رضی الله عنه مولاه۔

والسلام مع الاکرام

الفقیر مصطفیٰ رضا القادری نوری عفی عنه

بالنبی الامی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم

۱۲/ ذو القعدہ ۱۳۷۸ھ

(۳)

مولانا المحترم دام بالکرم مولانا برہان میاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کتنا زمانۂ مدید گزرا کہ میں بھی آپ کی طرف سے بے خبر رہا، آپ نے تو بالکل بھلا ہی دیا، مجھے بار بار یاد آتی رہی مگر عمداً بھی ٹالا کیا اور واقعہ یہ ہے کہ اپنے خطوط کے جواب نہ پا کر صبر کر کے بیٹھا رہا کہ خط بھیجنے کا حاصل ہی کیا جب جواب نہ ملا، خدا کرے کہ یہ خط ایسا نہ ہو کہ اس کا جواب ہی نہ آئے یا آئے تو سوکھا یعنی آپ کے مژدۂ تشریف آوری کے بجائے کوئی عذر سوکھا گیلا، آپ کی بھتیجی کی شادی ہے اس میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا، آپ کی ملاقات کے لئے دل بے چین ہے تشریف لایئے، اور زاہد میاں صاحب اور عبد الستار صاحب اور جس طرح ہو دادا بھائی عبد الکریم بھائی، قاسم بھائی صاحبان، عبد الکریم صاحب پہلوان اور احمد بھائی موسیٰ بھائی اور حافظ عبد الحمید صاحب حافظ ابراہیم صاحب، سید عبد الکبیر صاحب، ماسٹر حیدر صاحب ان سب صاحبوں کو اور جنہیں میں بھول گیا ہوں انہیں ضرور ضرور ہمراہ لیتے آئیں آپ میری جگہ وہاں ہیں ان صاحبوں کو یہ شکایت نہ ہونا چاہئے کہ میں نے انھیں خط نہ لکھا اکثر کے تو مجھے پتے ہی نہیں معلوم اور جن کے معلوم ہیں انھیں بوجہ عدم فرصت نہ لکھ سکا، میں آج لکھنؤ جا رہا ہوں، اس لئے صرف آپ ہی کو لکھ دینا کافی خیال کیا اور اپنا قائم مقام آپ کو ٹھہرا دیا، اپنے اور اپنے ان سب ہمراہی حضرات کے مژدۂ تشریف آوری سے اور یہ کہ آپ کس تاریخ کس وقت پہنچ سکیں گے، اس سے مطلع فرمائیں، والسلام حضرت مولانا اور سب سے سلام عرض کر دیں فقط

فقیر: مصطفیٰ رضا قادری نوری عفی عنہ ۔ ۱۴؍ ربیع الآخر شریف ۷ سنہ ۱۳ھ

(۴)

آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگراں بریلی شریف

برادر دینی ویقینی (حضرت محترم مولانا المکرم دام بالکرم)

حیانا وحیاکم تقبل اللہ منا ومنکم

بعد سلام مسنون ودعائے خیر یارب ایں عید وصد ہزار دگر باد فرخندہ بار بار گردد۔
کارڈ عید مبارک باد کا موصول ہوا، شکریہ! آپ کو اور تمام احباب کو یہ عید اور ہزاروں عیدیں مبارک ہوں اپنی اور سب کی خیریت سے مطلع کرتے رہا کریں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ (مضمون واحد)

مولیٰ تعالیٰ عز وجل جلد تر آپ کو صحت وقوت عطا فرمائے اور عرصۂ دراز تک آپ کا مبارک سایہ اہل سنت کے سروں پر قائم رکھے، آمین۔ میری طبیعت بھی پہلے سے صحیح ہے اور ہوتی جارہی ہے، مولیٰ تعالیٰ آپ کو ہر قسم کی صحت عطا فرمائے آپ کی آنکھوں کی شکایت دور فرمادے اور روشن رکھے والسلام۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(۵)

جناب مولانا بالمجد وبالفضل اولٰینا ذی الکرم مکرم ومحترم
مولانا مولوی برہان الحق صاحب جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ برہان الحق
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعزیت نامہ ملا، مولیٰ عز وجل آپ کی دعائیں قبول فرمائے اس ہمدردی کا شکر گزار ہوں اور اپنے لئے دعائے عفو وعافیت وصلاح وفلاح دارین کا آپ سے اور حضرت زید فضلہ سے امیدوار حضرت کے مزاج گرامی کی خیریت سے مطلع

فرماتے رہیں۔ مولیٰ عز وجل ان کا مبارک سایہ اہل سنت کے سروں پر تادیر بصحت و عافیت قائم رکھے۔ ان کی خدمت میں فقیر کا سلام عرض کر دیں۔ زاہد میاں صاحب اور سب اعزہ واصحاب واحباب اور اہل سنت کی خدمت میں سلام مسنون معروض دوسرا پرچہ اور تعویذ زاہد میاں صاحب سلمہ کو دید یجئے، مجھے ان کا پتہ معلوم نہیں ایسا خیال ہوتا ہے کہ یہ سنا تھا کہ اب وہ کہیں اور رہتے ہیں جناب احمد بھائی بیرسٹر صاحب کے خط میں ان کا بھی ایک خط تھا، احمد بھائی کو تعویذ وخط دیدیں وہ پہنچادیں گے اگر جناب کو زاہد میاں صاحب کی تلاش میں دیر لگے والسلام۔

مصطفیٰ رضا قادری نوری عفی عنہ

۲۸/ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ۔ از بریلی

سجادہ نشینی کا میں اہل نہیں اسی لئے میں نے بائیس سال ہوا جب بھی آخر تک انکار کیا تھا اہلیت پیدا ہونے کے بجائے نااہلیت ہی میں اضافہ ہو گیا تو میں یہ جرأت کرنہیں سکتا، اعلیٰ حضرت کے خلفاء اعلیٰ حضرت کا جانشیں اپنوں میں منتخب کریں، یہاں کے بعض افراد جیلانی میاں اور وہ ان کی مرضی پوری نہ کریں تو نعمانی کو سجادہ نشیں کرنا چاہتے ہیں، میں تو علی الاعلان اپنے لئے انکار ہی کر رہا ہوں۔ والسلام۔

مصطفیٰ رضا قادری نوری عفی عنہ

(٦)

(لیٹر پیڈ) عبدالکریم عبدالشکور ابراہیم گوڈیل کلاتھ اینڈ بڑی مرچنٹ

دھوراجی جمناوڑ روڈ صدیقی مسجد

۴/جمادی الآخرہ ۱۷ھ یکم مارچ ۵۲ء

حضرت گرامی منزلت دامت فضائلہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خبر ارتحال حضرت عید الاسلام موجب اندوہ و ملال نے سخت صدمہ پہنچایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا انتقال پر ملال دنیائے سنیت کیلئے ایک سخت ترین صدمہ وموجب حزن وملال ہے اور خلا جوان کے انتقال سے ہوگیا ہے بظاہر اس کی تلافی ہوتی نظر نہیں آتی ویسے اللہ قادر قدیر مقتدر عز جلالہ کے کرم سے ضرور امید ہے کہ وہ آپ کو ان کا ایسا جانشین فرمادے کہ آپ ان کے جمیع فیوض وبرکات بلکہ ان سے زائد کے حامل ہوں اور اہل سنت کو آپ سے بنسبت حضرت مذکور مرحوم ومغفور بہت زائد فیض پہنچے میری دلی آرزو یہی ہے، میں اس کی دعا کرتا ہوں بیشک مولیٰ عزوجل ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے عطا فرمایا اور ہم سب اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، آج وہ، کل ہماری باری، صبر موجب اجر ہے اور صابروں کو عظیم بشارت، موت حق ہے، ان اللہ مع الصابرین، ہر شئ کی ایک اجل اس کے یہاں مقرر ہے جس کے ایک پل کا آگا پیچھا ناممکن ہے، حضرت علیہ الرحمہ کا سایۂ رحمت وفیض وبرکت سنیوں کے سر سے اٹھ جانا عظیم ترین مصیبت ہے، آپ سب کو تلقین صبر کیا کیجئے اور اہل سنت کو میری جانب سے بھی تلقین صبر فرمایئے یہ خبر وحشت اثر گونڈل میں حاجی آدم حاجی جمال صاحب کے یہاں سے معلوم ہوئی تھی ان کے نام آپ کا تار پہنچا، وہ لے کر آئے تھے، اسی دن میں نے تعزیت

کا تار گونڈل سے دلوا دیا تھا، جس کا آپ کے اس گرامی نامہ بنام سیٹھ عبد الکریم صاحب میں کوئی ذکر نہیں ایک تعزیتی خط جناب شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب زیدت فضائلہ نے لکھ دیا تھا، جس میں میری حاضری عرس چہلم شریف کے متعلق تحریر کر دیا تھا، میرا خود ارادہ تھا کہ آپ کے پہلے خط کا جواب حاضر کروں، وہ لکھنے نہ پایا تھا کہ سخت اندوہ ناک خبر معلوم ہوئی جس نے قلب و دماغ پر بہت سخت گہرا اثر ڈالا، اپنے ہاتھ سے بھی تعزیت نامہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر میں عوارض میں شدید مبتلا ہوا اور میری جو حالت رہی سیٹھ عبد الکریم صاحب سے معلوم ہو سکتی ہے آج تک مکان کو بھی خط نہیں لکھ سکا میرا خیال تھا کہ اس سفر سے واپس ہو کر براہ راست جبل پور برائے ادائے تعزیت حاضر ہوں گا، جبلپور کو تابع نہ کروں گا مگر یہاں سے اب تک واپسی نہ ہو سکی ادھر ممبئ کے تار، خط اور زبانی پیغام برابر موصول ہو رہے ہیں پھر جئے پور کا عرس (جو میں نے ہی مقرر کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو ۱۲/ جمادی الاخرہ کو ہوگا) اسے ختم کر کے ممبئ پہنچنا یوں نہایت اشد ضروری و اہم ہے میں حیران و پریشان ہوں کہ کیا کروں ایسا ہوا تو میں ممبئ پہنچ کر اپنی تاریخ روانگی جبل پور از ممبئ مطلع کروں گا چہلم شریف کو تاریخ مقرر سے آگے ہٹانے کی ضرورت ان شاء اللہ تعالیٰ نہ ہوگی، مجھے تو جناب مرحوم مغفور زاہد میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پر ملال ہی پر حاضر ہونا چاہئے تھا مگر حالات ایسے تھے کہ میں اس خیال کو پورا نہ کر سکا میری کوتاہیاں اگرچہ لائق معافی نہ ہوں مگر آپ کی عنایت آپ کے کرم سے امید ہے کہ آپ معاف فرما دیں گے۔ والسلام

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ، از دھوراجی

(۷)

حضرت عالی مرتبت ذی الفضیلۃ ذی وقار شہزادۂ سرکار بغداد جناب پیر صاحب سید محمد طاہر علاء الدین گیلانی زیدت معالیہ و بورکت ایامہ ولیالیہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولانا عبد الباقی محمد برہان الحق صاحب زیدت فضائلہ، جو صاحبزادہ ہیں اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عید الاسلام محمد عبد السلام صاحب جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جو سی پی میں اہل سنت کے یکتا عالم اور امام و مرشد انام تھے یہ ان کے خلیفہ بھی ہیں اور خود اعلیٰ حضرت سے مشرف بہ خلافت ہیں، میرے مخصوص کرم فرما ہیں، انہیں بریلی شریف میں حضرت کی تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حج کا بھی ارادہ رکھتے ہیں تو انہوں نے آرزوئے زیارت کی کہ حرمین شریفین میں کہیں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ اور مجھ سے خواہش کی کہ ان کے تعارف میں دو کلمے لکھ کر حاضر کروں، اب یہ سی پی میں اپنے والد بزرگوار کے صاحب سجادہ ہیں۔ اور ان کی برکت سے سی پی بھر کے مرجع المسلمین اور مفتی اعظم سی پی ہیں اور سرکار غوثیت کے مخلص صادق عقیدت مند ہیں، گویا سرکار غوثیت کی محبت و عقیدت ان کی گھٹی میں ڈال دی گئی ہے۔ یہ ان شاء اللہ تعالیٰ مکہ معظّمہ میں بعد حج حضرت کی زیارت سے ضرور مشرف ہوں گے۔ اور یہ خط حاضر کریں گے، ان کا ارادہ بعد حج و زیارت بغداد مقدس حاضری کا ہے اگر وہاں کا ویزا مل گیا۔۔۔

مصطفیٰ رضا قادری شوال ۶ سنہ ۷ ھ

مکتوب گرامی حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمہ

۷۸۶/۹۲

حامی سنیت ماحی بدمذہبیت بلبل بستان رضویت

حضرت مولانا صاحب ادامکم المولیٰ الواہب بالفیوض والبرکات والمواھب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں سہ شنبہ ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ، ۵/فروری ۱۹۵۲ء کو دھوراجی سے جونا گڑھ وہاں سے ویرم گام واحمد آباد ہوتے ہوئے ممبئی بعونہ تعالیٰ وبعون حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچنا ہوگا، وہاں سے ان شاء المولیٰ سبحانہ تعالیٰ ثم شاء حبیبہ صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت سیدی المفتی الاعظم دام ظلہ الاکرم کے ہمراہ رکاب فیض مآب عرس چہلم حضرت عید الاسلام رضی عنہ الملک العلام میں شرکت کا شرف حاصل کرنے کے لیے جبل پور حاضر ہوں گا۔ والسلام مع الاکرام علیکم وعلی جمیع من لدیکم من اھل السنۃ والاسلام۔

فقیر عبید الرضا غفرلہ ولی الحمد والرضا

مکتوب گرامی حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ

۷۸۶/۹۲

سیدی الکریم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملاقات نہ ہونے کا افسوس رہا، میں شہڈول حاضر ہوا تھا، تبلیغی جماعت والوں کو میری تقریر سے دکھ پہنچا، دن میں مجھ سے ملے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ ہمارے عالم کو آپ سمجھا دیں تو ہم کو اطمینان ہوسکتا ہے، میں نے منظور کرلیا، اس نے تعزیہ، میلاد، فاتحہ، سلام، قیام کو موضوع بنانا چاہا، میں نے کہا کہ تم اپنے مطالبات وعقائد کی فہرست بنالینا، جب اصل موضوع پر گفتگو ہوجائے گی تو تمہارے تمام سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے، اصل موضوع میری تقریر کا وہ حصہ ہے جو تمہیں ناگوار معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت دین اسلام کی تبلیغ کیلئے نہیں، بلکہ تھانوی صاحب کے مسلک کی اشاعت کیلئے ہے، اور تھانوی صاحب اپنے مخصوص عقیدے کے باعث مرتد وخارج از اسلام ہیں تو تبلیغی جماعت کفر وارتداد کی تبلیغ کے لئے ہے، میں نے ارباب اہلسنت سے عرض کردیا ہے کہ وہ حضرت سے رابطہ قائم کریں اور حضرت ہی کے ذریعہ حضرت مولانا رضوان الرحمٰن صاحب، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت علامہ نظامی، اور مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور جن کو حضرت مناسب تصور فرمائیں گے دعوت نامے جاری کئے جائیں، ۱۵/جون کے بعد تاریخ معین کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں تاکہ میں خود بھی شرکت کرسکوں۔ صاحبزادگان والا جاہ سے سلام فرمائیں۔

طالب دعا: محمد رفاقت حسین غفرلہ۔

جالون ۶/ربیع الاول شریف ۹۱ھ

مشاہیر اہل سنت کے تأثرات اور تعزیاتی مکتوبات

حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کو جہاں عوام میں حد درجہ مقبولیت حاصل تھی اور لوگ بے حد آپ سے عقیدت رکھتے تھے، وہیں اجلۂ علماء کرام بھی آپ کو انتہائی عظمت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ آپ کے علم وفضل، عاجزی وانکساری، اخلاق ومروت، اور اصاغر نوازی کا دل کی گہرائیوں سے اعتراف کرتے۔ آپ کے وجود مسعود کو پوری جماعت اہل سنت کے لئے باعث برکت اور اپنے لئے اکتساب اور استفادہ کا سنہرا موقع تصور کرتے آپ کی حیات طیبہ میں جن علماء کا جبل پور سے گزر ہوتا وہ حضرات ضرور تھوڑی دیر وہاں رک کر آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے۔ اور آپ کی شفقت ومحبت اور رشد وہدایت سے بھر پور میٹھے بولوں کو سن کر ہی آگے کیلئے ارادہ سفر کرتے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات عوام و خواص سب کی منبع ومرجع تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے بعد تمام علماء و مفتیان کرام جملہ اہم امور میں آپ کی طرف رجوع فرماتے۔ اور آپ کے فرمان عالیشان کو حرف آخر سمجھتے نیز تمام ملی و مذہبی امور میں آپ کی آواز پر سارے علماء لبیک کہتے اور آپ کے بتائے نقوش وخطوط پر عمل پیرا ہوتے یہ سب چیزیں اس کا ثبوت ہیں، کہ عوام کی طرح علماء بھی آپ سے غایت درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، اور ان کے دلوں میں آپ کا علمی جاہ وجلال اور شرف و بزرگی گھر کر چکی تھی، یہی وجہ تھی کہ انتقال پر ملال کی خبر سن کر جہاں آپ کے دیگر مریدین ومتوسلین رو پڑے اور آنسوؤں کا موجیں مارتا ہوا سمندر تھمنے کا نام نہ لیتا تھا، وہیں جماعت اہل سنت کے اجلۂ علماء بھی اپنے آپ کو یتیم و بے سہارا تصور کرنے لگے، آپ کے

انتقال کا غم صرف آپ کے اہل خاندان کا غم نہیں تھا بلکہ پوری جماعت اہل سنت اس وقت غمزدہ اور ماتم کدہ ہوگئی تھی ، مدرسوں ، مسجدوں میں اجتماعی اور انفرادی طریقے سے آپ کے لئے ایصال ثواب کیا گیا اور عقیدت مندوں نے آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا ۔ اور اب پڑھتے چلئے چند مشاہیر کے تعزیتی مکتوبات وتأثرات ۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا مکتوب

۸۶/۹۲ء

ازامجدی منزل گھوسی

مخدوم زادگان گرامی منزلت زیدت افضالکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سیاست اخبار کے ذریعہ یہ روح فرسا خبر ملی کہ حضرت برہان ملت قدس سرہ جوار رحمت میں جا بسے ، انا للہ وانا الیہ راجعون ، القلب یفجع والعین تدمع ولا نقول الا ما یحب ربنا ویرضی ۔ یہ المیہ سارے عالم سنیت کے لئے ایسا المیہ ہے ، جس سے عظیم کوئی المیہ نہیں ہوسکتا ۔ حضرت برہان ملت قدس سرہ اپنے خاندانی اور ذاتی اقدار کے ساتھ وہ اپنی اس خصوصیت میں منفرد تھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وہ اب واحد خلیفہ رہ گئے تھے ، اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ ہمیں ان سے دور کر دیا ، اس خادم پر بے انتہا شفقت اور بے پناہ کرم فرماتے تھے ، میں ان سے اس قدر متأثر ہوں کہ اسے صفحۂ قرطاس میں لانا ناممکن ہے ۔ آپ حضرات کے دل پر کیا گزری ہوگی ۔ اس کا اندازہ کون کر سکے گا ۔ لیکن جو آیا ہے اسے ایک دن جانا ہے ، ہر آنے والا ایک مخصوص میعاد لے کر آتا ہے ۔ جب

وقت موعود آجاتا ہے تو ایک پل نہ آگے ہوتا ہے نہ پیچھے، آنے والی مصیبت پر جزع وفزع کرنے سے مصیبت نہیں ٹلتی ،البتہ اجر موعود جاتا رہتا ہے، اس لئے اس خادم کی درخواست ہے کہ آپ سب حضرات اس حادثہ کریمی پر صبر کریں ۔ میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل آپ دونوں بھائیوں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور حضرت اقدس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے۔

خبر ملتے ہی یہاں مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ایصالِ ثواب اور تعزیت کا جلسہ ہوا جس میں تمام مدرسین اور طلبہ و مقامی لوگوں نے شرکت کی ،جس میں حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اور اس خادم نے حضرت اقدس کے فضائل ومناقب بیان کئے ۔اور اپنے گہرے رنج والم کو بیان کیا، مجھے لازم تھا کہ خبر ملتے ہی آپ لوگوں کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا لیکن میں ان دنوں سفر کے لائق نہیں، ۲۴ رنومبر کو میرے داہنے گردے کا آپریشن ہوا ہے، اور ابھی تک مکمل صحت حاصل نہیں ہوئی زخم بھی پورے طور سے مندمل نہیں ہوا ہے ۔ اور کمزوری بہت ہے، اس لئے صرف اس عریضے پر اکتفا کرتا ہوں ، العذر عند الکریم مقبول۔ ان شاء اللہ عزوجل عرس چہلم میں ضرور بالضرور حاضر ہوں گا اب تک تفصیلی کوائف بھی معلوم نہیں ہو سکے، اگر ممکن ہو تو مبارکپور کے پتے پر مطلع فرمائیں ۔ ہفتہ عشرہ میں میں مبارک پور جانے کا قصد رکھتا ہوں ، آپریشن کی وجہ سے قریب ایک ماہ سے گھر ہوں، گھر کے سبھی لوگوں سے بمضمون واحد سلام عرض کریں ۔

محمد شریف الحق رضوی امجدی

یکم ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا مکتوب

مفکر ملت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

بحالت سفر ایک کوردہ علاقہ میں اس روح فرسا حادثہ کی خبر ملی، رنج والم میں ڈوب گیا، حضور برہان ملت علیہ الرحمہ دوعہدوں کے جوڑنے والے ایک آخری کڑی تھے۔افسوس کہ وہ کڑی بھی ٹوٹ گئی، اب روئے زمین پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا کوئی خلیفہ نہیں رہ گیا، سوچتا ہوں تو دل پھٹنے لگتا ہے، ہم آپ حضرات کو کیا تسلی دے سکتے ہیں، پوری دنیائے سنیت سوگوار ہے۔فقط

شریک غم ارشد القادری غفرلہ

پٹنہ ۲۸۔ ۱۲۔ ۸۴

اہلیہ حضور مفتی اعظم ہند کا تأثر

۹۲/۸۶ء

از بریلی شریف پیرانی اماّ اہلیہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

نور چشم محمود میاں، حامد میاں، شاہد میاں و عالیہ!

سب کو بہت دلی دعائیں، واضح ہو کہ آپ کے والد صاحب کے بارے میں سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ صبر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، خط میں دیر اس وجہ سے ہوگئی کہ پوسٹ آفس بند تھا، مولانا صاحب کی بیماری کا بھی نہیں سنا تھا، تمھارے بڑے بھائی اور عالیہ بی کہاں ہیں۔ مولانا صاحب کے پاس وہ آسکے یا نہیں۔ اور تم بھائی بہنیں سب کی خیریت سے جلد مطلع کرنا۔ جو بہن یہاں ہے ان کے بچے وغیرہ سب کی خیریت لکھنا، چچا پھوپھی اور ان کے بچے اور بچیوں کی خیریت جلد معلوم کرانا مشاہد میاں کی شادی ہو گئی، ان کی خیریت جلد لکھنا۔ اور سب حالات قابل شکر ہیں، عالیہ اور ان کے بھائی کی خیریت لکھنا، سارے گھر والے حسب مراتب سلام و دعا عرض کرتے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب کو دن بہت اچھا ملا۔ اور حضرت کو بھی یہی دن ملا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ نماز ہفتہ کو ہوئی ہے۔ جمعہ کو کیوں نہ ہوئی۔ حضرت کی نماز جمعہ کو ہوئی تھی۔ خادمائیں زبیدہ، پروین، سلمہ، شمع، سب کے سلام مولانا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں اور حضرت مولانا صاحب سے ان کے حق میں دعا کرا دیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلی جائز مقصد کو پورا فرمائے۔

فقط دعا گو:۔ پیرانی اماّ

مولانا مصلح الدین صاحب کا تعزیتی مکتوب

از: مدرسہ مظہر العلوم سوا کٹیّا، پوسٹ جلیشور، ضلع مہوتری، نیپال۔

گل گلزار سلامی آبروئے خانوادۂ برہانی حضرت مولانا حکیم محمود میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ جملہ خانوادہ کے ساتھ بخیریت وعافیت ہوں گے، انتہائی حزن و ملال کے ساتھ یہ مکتوب حاضر بارگاہ عالی ہے۔ حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ کے وصال پاک کی اطلاع موصول ہوئی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ دل بے قرار ہو گیا۔ صد حیف ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا روحانی بیٹا اور خانوادۂ سلامی کا منبع نور و عرفاں اب بظاہر ہم میں نہیں رہ گیا۔ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے قرآن خوانی کرائی گئی۔ آپ کی حیات شریف پر اجمالی روشنی ڈالی گئی، ہم اپنی حرماں نصیبی پر غمگین ہیں کہ حضور کا آخری دیدار نہ کر سکے دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور پسماندگان بالخصوص آپ کو صبر جمیل اور عطاء جزیل دے۔ یوں تو "کل نفس ذائقۃ الموت" کی منزل سے سبھوں کو گزرنا ہے۔ لیکن بعض خدا کے نیک بندے ایسے ہیں۔ جن کے وصال سے ایک جہاں یتیم ہو جاتا ہے۔ اور کیسے نہ ہو۔ جیسا کہ فرمان ہے، موت العالِم موت العالَم، ان شاء اللہ عرس سلامی کے زرین موقع پر حاضر بارگاہ ہوں گا۔ اور روحانی فیض حاصل کروں گا، مولانا حامد صاحب وغیرہ سے سلام عرض ہے۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے ۔۔۔ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

فقط والسلام، سوگوار غم برہان

محمد مصلح الدین قادری مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لال گوپال گنج ضلع الہ آباد۔ ۵؍ جنوری ۱۹۸۵ء

وہ رقمطراز ہیں۔

حضرت سیدی علامہ برہان الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے انتقال پر ملال پر آج عالم اسلام رو رہا ہے۔ آہ علم و فضل کا شہنشاہ آج رخصت ہوگیا۔ آج امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے آخری خلیفہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ کے وصال سے علم و فضل کی مسند ایسی خالی ہوئی ہے، جس کا پُر ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آپ کی ذات بابرکات علم و عمل کی مہر عالمتاب تھی، اخلاق و روحانیت کی ایک مرکزی شخصیت تھی، آپ گلستان سنیت اور بوستان علم و فضل کے لہلہاتے پھولوں میں ایک نمایاں اور خصوصی حیثیت کے مالک تھے، آپ کی ذات مجموعۂ کمالات تھی ۔ افسوس اب ان کی ذات سے آنکھیں ہمیشہ کو محروم ہوگئیں، مضطرب قلوب جس قدر بھی آنسو بہائیں اور آہ و بکا کریں کم ہے۔

مشیتِ الٰہی میں کسی کو کوئی دخل نہیں یفعل اللہ ما یشاء بقدرته ویحکم ما یرید۔

حضرت مفتی مظفر احمد بدایونی نے حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے وصال پر مندرجہ ذیل تاریخی مادے استخراج فرمائے۔ (۱) وصدق المحصی عند ربھم جنت النعیم (۲) صدق الطیب عند ربھم جنت النعیم (۳) علام اوحد امثل برہان الدین عبدالباقی صاحب ۱۴۰۵ھ

شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں کا تأثر

شہزادۂ محدث اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ محمد مدنی میاں صاحب
آپ کے رسالہ مبارکہ "صیانۃ الصلوات عن حیل البدعات" پر تبصرہ کرتے ہوئے گویا ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز نہیں ، اور اس میں امام کی تکبیرات انتقالیہ سن کر رکوع وسجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں، ان دونوں امور مذکورہ کی صراحت صرف زیرنظر کتاب "صیانۃ الصلوات عن حیل البدعات" ہی میں نہیں دیکھی بلکہ ان سے متعلق بہت سے اکابرین وعمائدین کے ارشادات کو بھی دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، یہ سارے اکابرین وعمائدین وہ مقام رکھتے ہیں، جن کی اطاعت ہی میں صلاح وفلاح اور احتیاط ونجات ہے، ہم جیسوں کیلئے تو ان کی اطاعت واتباع کے سوا چارہ کار نہیں، یہ تو ان کی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی ہے کہ اپنے ارشادات کی تائید وتصدیق ہم جیسوں سے بھی چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے ارشادات کو نہ تو اس تائید وتصدیق کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی کی عدم تائید سے نقصان۔

السلام علی من اتبع الہدیٰ

سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی غفرلہ

۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۲ء

اور جب حضور برہان ملت علیہ الرحمہ کے انتقال پر ملال کی آپ کو خبر ملی تو آپ نے مندرجہ ذیل تعزیت نامہ تحریر فرمایا۔

گرامی قدر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج ہی اچانک حضرت برہان الملت والدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے سانحۂ ارتحال کی خبر ملی، زبان پر بے ساختہ کلمۂ استرجاع جاری ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی ذات ستودہ صفات سے براہ راست مستفید و مستفیض ہونے والی یہ وہ بابرکت ذات تھی، جس کی محفل میں بیٹھنے سے مجلس رضا کا سرور ملتا تھا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان علم و عشق کی اس پر تنویر تصویر کی وہ ادا میرے لئے ناقابل فراموش ہے، جب میں سب سے پہلے جبل پور اترا تھا، اور علم و فضل کے اس کوہ گراں کو ریلوے اسٹیشن پر اپنا منتظر پایا تھا۔ بے شک بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہے، اس ناچیز پر یہ نوازش عشقِ رضا کا فیضان نہیں تو اور کیا ہے ورنہ اس ننگِ اب وجد کے پاس "پدرم سلطان بود" کے سوا اور کیا ہے۔

حضور برہان ملت یقیناً امام احمد رضا کا جیتا جاگتا فیضان تھے، اس پر آشوب وقت میں جب کہ عالم اسلام کو اس عظیم شخصیت کی قیادت ورہ نمائی کی سخت ضرورت تھی، اس کا روپوش ہوجانا شدید محرومی کا احساس دلاتا ہے۔ آج پورا عالم اسلام سوگوار ہے اپنے اس سچے بہی خواہ کے داغ مفارقت پر، مگر کیا کیا جائے، فطرت کے اصولوں کو بدلا نہیں جاسکتا۔ ہر آنے والا جانے ہی کے لیے آیا ہے۔ آفتاب طلوع ہوتا ہے، روپوش ہونے کے لیے، یہ روشنی بھی اعتباری ہے، یہاں کا غروب ہونے والا وہاں کا طلوع ہونے والا ہے۔ ہم کو اشک بار کر کے جانے والا تعجب نہیں کہ

اپنے بزرگوں کی نورانی اور روحانی بزم میں مسرور وشاداں ہو۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضور قبلہ گاہی علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار کو اپنی رحمتوں سے بھر دے۔ اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے ہمیں مستفیض فرمائے۔ اور اس سانحہ عظیمہ پر جملہ عالم اسلام کو عموماً اور فرزندان و متعلق خاندان کو خصوصاً صبر جمیل کی توفیق دے۔ والسلام

خیر اندیش

شریک غم۔ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی

۱۹۸۴/ ۱۲/ ۲۳

از احمد آباد گجرات

علامہ مولانا مقصود علی خاں صاحب کا تأثر

ازشہزادۂ محبوب ملت حضرت علامہ مولانا مقصود علی خاں صاحب
خطیب جامع مسجد سا کی نا کہ ممبئی

حضور برہان ملت رضی اللہ عنہ کا سانحۂ ارتحال سنیت کا عظیم نقصان ہے۔ حضرت کے تشریف لے جانے سے ہم تمام خدام اہلسنت یتیم ہو گئے، حسبنا ربنا و نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

حضور برہان ملت علم کا پہاڑ، حضور برہان ملت تقویٰ کا پیکر، حضور برہان ملت اعلیٰ حضرت کا مظہر۔ حضور برہان ملت مفتی اعظم ہند کی دعا، حضور برہان ملت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضور برہان ملت کی ذات ہم سنیوں کے لئے دارالسلام، حضور برہان ملت علمی مجلس کی عزت، حضور برہان ملت سنیوں کے اجلاس کی شان۔

ان کا تشریف لے جانا تمام کی جان وشان کا چلا جانا، مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے روحانی فرزند اور حیات ظاہری کے آخری خلیفہ ومجاز کا تشریف لے جانا ایسا ہے کہ لوگ مدتوں یاد کر کے یوں کہتے رہیں گے۔

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

فقط محمد مقصود علی قادری
محمدی مسجد سا کی نا کہ ممبئی ۱۴۰۵ھ

حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی کا تأثر

سیاح ایشاء و یوروپ حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی
کا تأثر بھی دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، وہ رقمطراز ہیں۔

سیدی مولانا محمود میاں صاحب و مولانا حامد میاں صاحب و حاجی رمضان صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہالینڈ کے اخبار جنگ انٹرنیشنلس کے ذریعہ حضور مخدوم الملت تاجدار اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ المولیٰ کے آخری خلیفۂ گرامی کے وصال پر ملال کی اطلاع ملی، حضور برہان الملت کا وصال ایک ایسا خلاء ہے جو کبھی پر نہ ہوگا افسوس کہ سرزمین ہند سے اعلیٰ حضرت کے آخری خلیفۂ ارشد بھی وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مخدومی وعدہ الٰہیہ حق ہے، جو بھی اس کائنات میں موجود ہوا، واصل بحق ہوگا، مگر مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دنیا سے اپنے حصے کا کام کر جاتے ہیں، ان کا آنا بھی مبارک، ان کا جانا بھی مبارک، حضور برہان ملت علیہ الرحمہ ایسی ہی پاکیزہ شخصیتوں کے قافلہ سالار تھے، خدائے قدیر ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ان کے مراتب بلند فرمائے اور اپنے آقایانِ محترم کے ساتھ ان کا حشر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برطانیہ کے تمام شہروں و بیرون ملک اطلاع پہونچادی گئی۔ فاتحہ ایصال ثواب اور محافل عرس کا انعقاد ہو رہا ہے۔

شریک غم: قمر الزماں اعظمی

علامہ مولانا راشدالقادری برکاتی صاحب کا تأثر

(از: حضرت مولانا راشدالقادری برکاتی رضوی خطیب جامع مسجد گوونڈی)

آہ حضور برہان ملت ہم سے جدا ہو گئے، باغِ رضا کا پاسبان چلا گیا، دنیائے سنیت کا سہاگ اجڑ گیا، افسوس کہ شامیانہ رضویت کا آخری ستون بھی ٹوٹ گیا، مسلک اعلیٰ حضرت کا تاجدار، مرد حق آگاہ، مناظر اعظم، علامہ، فہامہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔حق تبارک وتعالیٰ ان کے مرقد انور پر اپنی رحمت خاص کی پرتو افشانی کرے "ھیھات" عقیدت مندوں کی دنیا یتیم ہوگئی ہمارا آخری چراغ بھی بجھ گیا، اب کون ہے جو باطل کے سامنے، ھل من مبارز، کا نعرہ بلند کرے، اب کون ہے جو رضا کے نیزے کی مار ہے، کہ عدو کے سینے میں غار ہے، کی شمشیر براں لے کر دشمنان دین حق کی گردنیں کاٹے گا۔ واحسرتا۔

اب تو پتہ نہیں پلکوں پہ ستارہ کوئی
دل کی رگ رگ سے لہو کھینچ لیا ہے تونے

فقط راشدالقادری گونڈی ممبئی

۸۶/۹۲ ۷

از: حضرت علامہ سعید اعجاز کامٹوی علیہ الرحمہ

لکڑ گنج کامٹی ناگپور

گرامی منزلت حضرت مولانا محمود میاں، محترم المقام حضرت مولانا حامد میاں مدظلہما

سلام مسنون

حضور قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کی خبر انتقال نے دل ودماغ کو پاش پاش کردیا، افسوس سنیت کا آفتاب درخشاں غروب ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت کی روحانی آنکھوں کا کوکب تاباں داغ مفارقت دے گیا، مسلک سنیت کا منارۂ بلند زمیں بوس ہوگیا، صبر کی تلقین کروں تو کس طرح؟ کاش دل کی دھڑکنیں تحریر بن جاتیں، بہرحال اس صدمۂ جانکاہ پر صبر وشکر سے کام لیں، رب قدیر حضرت قبلہ کی قبر کو جلوہ گاہِ رسول بنادے، اور تمام حضرات کو صبر وسکون عطا فرمائے آمین، ناگپور کے منعقدہ ایک جلسے کی وجہ سے تجہیز وتکفین کے موقع پر حاضر نہ ہوسکا، ان شاء اللہ مستقبل قریب میں حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔

والسلام مع الاکرام

سوگوار۔ سعید اعجاز کامٹوی۔

۸۴/ ۱۲/ ۲۴

۹۲/۸۶ء

از: شاعر اسلام راز الہ آبادی، بہادر گنج الہ آباد

محترم المقام قبلہ محمود میاں صاحب

سلام مسنون

حضرت برہان ملت کے وصال کی خبر سے افسوس ہوا، مگر یہ اللہ عز وجل کے وہ بندے ہیں، جن کی حیات یہاں سے وہاں اور بہتر ہوتی ہے، یہ ضرور ہے کہ اب شاید دنیا میں سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی خلیفہ نہیں رہا، وہ اس متبرک سلسلہ کی آخری کڑی تھے، وہ دنیائے سنیت کے سربراہوں میں سے تھے، بزرگ تھے، پوری زندگی دین وملت کی خدمت اور یادالٰہی میں بسر کی، معالج ایسے کہ اس ملک میں اب ایسے حکیم نہیں پیدا ہوئے، ہاتھ میں بے پناہ شفا تھی، میں حاضر نہیں ہوسکا افسوس ہے، اپنے چھوٹے لڑکے کو تعزیت کے لئے بھیج رہا ہوں، میں ان شاء اللہ چہلم میں حاضر ہوں گا، اس موقع پر ذرا کافی اعلان کرادیجئے گا اور جلسہ کا اہتمام کرادیں گے، کیونکہ حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کی شخصیت بہت اعلیٰ تھی، اس کے لئے ایک کمیٹی بنادیں وہ اس کا اہتمام کرے، حامد میاں صاحب کو بھی میرا سلام کہیں اور تمام برادران اہلسنت کو سلام علیکم کہیے۔

فقط دعاؤں کا طالب

فقیر راز الہ آبادی رضوی قادری

۲۷/دسمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶/۹۲

مفتی وکیل احمد اعظمی علیہ الرحمہ

مدرسہ گلشن بغداد منڈئی کلاں شہر ہزاری باغ، بہار

بحضور اقدس سیدی شاہزادۂ سرکار برہان پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج ہمایوں ۔ چند دنوں پہلے آنحضور کی خدمت بابرکت میں عریضہ روانہ کر چکا ہوں، ممکن ہے کہ حاضری کا شرف حاصل ہوا ہو، انتہائی رنج وغم و بے پناہ صدموں کے ساتھ یہ خبر وحشت اثر سننے میں آئی کہ ہمارے سرکار اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، رب قدیر مولیٰ کریم ہم سب کو اور بالخصوص قدسی صفات پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، امام اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ، سیدنا اعلیٰ حضرت کی آخری یادگار بھی ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت ہو گئی، سرکار مفتی اعظم ہند کے پردہ فرمانے کے بعد سیدی برہان ملت کی زیارت سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ، حضور مفتی اعظم ہند کی زیارت ہو رہی ہے، اہل سنت کا یہ عظیم نقصان، جماعت کا یہ خلا کبھی پر نہ ہوگا، رشد وہدایت اور ولایت و کرامت کے آفتاب و ماہتاب یکے بعد دیگرے غروب ہوتے جا رہے ہیں، سرکار کی رحلت یہ وہ شگاف ہے، جسے پر نہیں کیا جا سکتا۔

وما كان قيس هُلْكه هلك واحد　　ولكنه بنيان قوم تهدما

اپنی بدنصیبی کہ خبر پا کر ملاقات وزیارت کے بعد پھر دیدار کا شرف حاصل نہ ہوسکا، آج کل ہفتوں سے علالت کا سلسلہ چل رہا ہے، حضرت کے وصال کی خبر یہاں ایک ہفتہ کے بعد معلوم ہوئی، اس لئے تعزیت کے پیش کرنے میں تاخیر ہوئی۔ عرس چہلم کا پوسٹر بھیجنے کی زحمت فرمائیں گے، صحت وعافیت کے ساتھ رہا تو حاضری کی سعادت ضرور حاصل کروں گا، ورنہ ان شاء اللہ گرمیوں میں ضرور حاضر ہوں گا، سردی میرے لئے بڑی اذیت ناک ہے، بھائیوں، بہنوں اور دیگر متعلقین کی خدمات میں بصد احترام سلام عرض ہے، جواب سے ضرور نوازیں، کہ آپ کی تحریر میرے لئے تبرک ہوگی۔

والسلام　طالب دعا وجاروب کش آستانۂ سلامیہ برہانیہ

وکیل احمد اعظمی ۵؍جنوری ۱۹۸۵ء ہفتہ ۱۲؍ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

(خلیفۂ حضرت برہان ملت)

۸۶/۹۲ ء

دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور (راجستھان)

مخدوم گرامی قدر مولانا محمود میاں صاحب قبلہ سلام مسنون

آج ۲/جنوری ۱۹۸۵ء کو گجرات سے آمدہ معتبر حضرات سے معلوم ہوا کہ حضرت علامہ الشاہ برہان الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ وصال فرما گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ یہ خبر جانکاہ بجلی بن کر فضائے دارالعلوم پر چھا گئی، غم واندوہ کی پرچھائیاں ہر طرف نظر آنے لگیں، تعلیمی سلسلہ بند کر دیا گیا، تمام اساتذہ وطلبہ نے قرآن حکیم پڑھنا شروع کر دیا، قرآن خوانی کے بعد شیخ الجامعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نے حضور برہان ملت کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت پیش فرماتے ہوئے فرمایا کہ حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے آخری خلیفہ تھے۔ اور آپ کی عبقری شخصیت، علمی کمالات، ملی خدمات، عشق رسول پاک وزہد وتقویٰ پر مکمل روشنی ڈالی، جس سے سامعین واساتذہ بے حد متأثر ہوئے، آخر میں حضرت شیخ الجامعہ دامت فیوضھم العالیہ نے حضور برہان ملت کی روح پرفتوح کے لئے ایصالِ ثواب ودعا فرمائی، ہم اساتذۂ دارالعلوم اسحاقیہ اس عظیم غم واندوہ میں برابر کے شریک ہیں، اور دست بدعا ہیں کہ رب العزت آپ کو صبر وضبط کی دولت عطا فرمائے، اور ملت اسلامیہ کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔ رب العزت حضرت برہان ملت کی تربتِ انور پر انوار وبرکات کی بارشیں نازل فرمائے، آمین۔

شریک غم: اساتذہ دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور، راجستھان

(۱) محمد اشفاق حسین (۲) شیر محمد خاں رضوی (۳) محمود حسین رضوی (۴) محمد ادریس اشرفی (۵) محمد احمد فاروقی (۶) محمد فیاض احمد رضوی (۷) محمد قاسم مصباحی (۸) محمد یوسف اشرفی (۹) محمد امین احمد (۱۰) محمد اکبر رضوی (۱۱) محمد مبین احمد رضوی۔

۷۸۶/۹۲

علمائے پاکستان کا نذرانۂ عقیدت

روز نامہ آواز جنگ کراچی نے پہلے صفحہ پر جلی سرخیوں کے ساتھ آپ کے انتقال کی خبر شائع کی ملاحظہ کرتے چلیں روز نامہ جنگ کراچی کی خبر:

برصغیر کے مفتی اعظم محمد برہان الحق جبل پوری کا بھارت میں انتقال ہو گیا مرحوم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے آخری خلیفہ تھے، عقیدت مندوں کے تعزیتی پیغامات کراچی (اسٹاف بورڈ) نے یہ بیان جاری کیا ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے آخری خلیفہ اور پاک و ہند کے مفتی اعظم محمد برہان الحق جبلپوری کا انتقال ہو گیا ہے۔ جمیعت اہلسنت کے ناظم اعلیٰ محمد حنیف نے ان کی رحلت کو امت مسلمہ کیلئے ایک اندوہناک واقعہ قرار دیتے ہوئے کہا، کہ وہ بر صغیر کے جید علماء میں شمار کئے جاتے تھے، ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ مفتی برہان الحق صاحب کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی انہوں نے کہا کہ پاک و ہند کے مفتی اعظم، آل انڈیا مجلس عاملہ کے رکن اور وقت کے امام اہل سنت، ممتاز عالم دین، پیر طریقت، اور بہترین ادیب تھے، آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں ہے، مرحوم قیام پاکستان کے وقت، سی، پی، مسلم لیگ کے صدر تھے اور ۵ ۱۹۴ء میں مسلم لیگ ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، بعد ازاں جب پاکستان آئے تو لیاقت علی خاں نے آپ کو پاکستان میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی پیشکش کی، لیکن بھارت میں تدریس اور سلسلہ طریقت کی مصروفیت کے پیش نظر بھارت میں رہنا پسند فرمایا، برہان الحق جبل پوری آخری سانس تک علمی اور روحانی فیض بہم پہنچاتے رہے، گزشتہ سال مرحوم کراچی تشریف لائے تو عقیدت مندوں

نے آپ کا والہانہ استقبال کیا، آپ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے خاندان سے خاص نسبت حاصل تھی، کیونکہ آپ کے والد ماجد مفتی عبدالسلام جبل پوری بھی اعلیٰ حضرت کے خلفا میں سے تھے، مفتی مرحوم کی مرتب کردہ کتاب "اکرام امام احمد رضا" پاکستان میں بھی متعدد بار طبع ہوئی، دریں اثنا دارالعلوم امجدیہ کے شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازھری، مفتی وقارالدین قادری، ومفتی ظفر علی نعمانی، مولانا حسن حقانی، مولانا شاہ تراب الحق قادری، مولانا الیاس قادری، پیر سیدزبیر شاہ محمد عثمان خاں نوری، محمد حنیف بلو، الحاج حبیب احمد، ہارون احمد، محمد اسلم راہی نے مرحوم کے وصال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا، اور مرحوم کی ترقیٔ درجات کیلئے دعاء کی ہے، انجمن حبیبیہ کے صدر محمد زبیر گوڈیل ناظم صلوٰۃ دھوراجی کالونی گوڈیل، انجمن رضا کے سرپرست عبدالکریم نیازی، بزمِ مصطفیٰ کے چیئرمین عبدالجبار نقشبندی نے ایک مشترکہ بیان میں خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی برہان الحق کے وصال پر دلی صدمہ کا اظہار کیا ہے، انجمن کے اعلان کے مطابق مفتی مرحوم کا سوئم ۲۲ر دسمبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب جامع مسجد حبیبیہ دھوراجی کالونی میں ہوگا۔

نوٹ:۔اس کتاب کی ترتیب میں اکرام امام احمد رضا، برہان ملت حیات وخدمات، اعلیٰ حضرت اور علمائے جبل پور اور تذکرۂ برہان ملت سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے، خانقاہ سلامیہ برہانیہ سے کچھ مواد ملے وہ اور راقم کے تبصرے ان پر مستزاد ہیں۔ کچھ مواد مولانا اسرار احمد اشاعت الاسلام سے بھی حاصل ہوئے،

یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ اکثر کتابوں میں کتابت اور کمپوز کی بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں، ان کی اصلاح کی بہت حد تک کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود بعض مقامات پر اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ شیخ محمد عابد حسین قادری نوری

۷۸۶/۹۲

ہدیۂ تشکر

اس کتاب کی تالیف کا جن بزرگوں نے حکم دیا، مفید مشوروں سے نوازا، نظرِ ثانی فرما کر منظرِ عام پر لانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنی خاص دعاؤں سے نوازا، وہ حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کے شہزادے، ان کی آنکھوں کے تارے، ٹوٹے دلوں کے سہارے، اور ہم سب کے محسن وکرم نواز ودم ساز ہیں، ہم ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے یعنی

(۱) شہزادۂ برہانِ ملت خلیفۂ سرکار مفتیِ اعظم ہند حضرت ڈاکٹر مولانا محمد حامد احمد صدیقی قادری رضوی برہانی براتہم العالیہ، مفتیِ اعظم مدھیہ پردیش۔

(۲) شہزادۂ حامدِ ملت، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا حکیم محمد مشاہد رضا صدیقی قادری رضوی برہانی دامت برکاتہم العالیہ، زیب سجادہ خانقاہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ، اوپرین گنج، جبل پور۔

(۳) شہزادۂ مشاہدِ ملت، خلیفۂ محمودِ ملت حضرت مولانا صوفی ضیاء الحق قادری محمودی دامت برکاتہم العالیہ، ولی عہد خانقاہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ، جبل پور کی مقدس بارگاہوں میں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں۔

ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

اللہ تبارک وتعالیٰ فقیر قادری اور تمام اہل سنت کو ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی

۷۸۶/۹۲

حضرت محمود ملت ایک نظر میں

اسمِ گرامی:۔ عبد العالی تقی الدین محمد محمود احمد قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

ولادت باسعادت:۔ ۲۳؍ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۹؍ستمبر ۱۹۲۷ء

اساتذۂ کرام:۔ والد ماجد حضرت برہان ملت، حضرت مولانا عبد الرشید، ناگپور، حضرت مفتی غلام محمد خاں، ناگپور، مفتی رضوان الرحمٰن، مفتی مالوہ وغیرھم علیہم الرحمۃ والرضوان

فراغت:۔ از جامعہ منظرِ اسلام، رضانگر، بریلی شریف۔

مدت فتویٰ نویسی:۔ از ۱۹۷۱ء تا ۲۰۱۷ء

پیرومرشد:۔ عیدالاسلام حضرت مولانا مفتی عبد السلام علیہ الرحمۃ والرضوان (دادا محترم)

اجازت وخلافت:۔ از حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف و حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان جبل پور

تعداد مریدین:۔ تقریباً پانچ لاکھ (جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں)

القاب وخطابات:۔ مفتی اعظم مدھیہ پردیش اور محمود ملت کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں حضور برہانِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوئم کی فاتحہ کے بعد علماء و مشائخ اور عقیدتمندوں کی موجودگی میں تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو اس خطاب سے نوازا اور اعلان فرمایا۔

سعادت حج وزیارت:۔ ۱۹۹۵ء۔ ۳۳؍سال آپ حضور برہانِ ملت کے جانشیں ہونے کی حیثیت سے خانقاہ رضویہ سلامیہ برہانیہ کی مسند پر فائز رہے۔

وفات حسرت آیات:۔ ۵؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ/ ۲۲؍فروری ۲۰۱۸ء

شیخ محمد اویس رضا قادری ازہری، اسلامی مرکز رانچی (جھارکھنڈ)

۷۸۶/۹۲

اعتذار

حسب دستور اس کتاب میں بھی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ کئی حضرات کی نظروں سے گزارنے کے بعد منظرِ عام پر لائی گئی ہے، اس کے باوجود بھی احساس ہے کہ کچھ نہ کچھ غلطی ضرور رہ گئی ہوگی۔ اگر کسی صاحب کی نظر پڑے تو ضرور مطلع کریں، مہربانی ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ جہاں کہیں کوئی خامی ہو وہ کمپوز یا فقیر بے بضاعت کی طرف سے ہے۔

بزرگوں کا دامن اس سے پاک ہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب اذنبته و اتوب الیه ۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

شیخ محمد عابد حسین قادری نوری مصباحی
خادم الافتا والحدیث جامعہ فیض العلوم، جمشید پور

۱۲/ربیع الجیلان ۱۴۴۴ھ/۸/نومبر ۲۰۲۲ء

مؤلف کی مطبوعات

(1) مقام غوث اعظم اور امام احمد رضا

(۲) مفتیِ اعظم کی استقامت و کرامت

(۳) مشکل کشا نمازیں

(۴) وظائف امام احمد رضا

(۵) ثنائے حضرت خواجہ بزبان امام احمد رضا

(۶) حیات حضرت علامہ سبطین رضا

(۷) علامہ ازہری حیات و شخصیت

(۸) ثنائے غوثِ اعظم بزبانِ مجدّ دِ اعظم

(۹) جہانِ حجۃ الاسلام

(۱۰) حیاتِ ملک العلما

(۱۱) جہانِ برہانِ ملت

(۱۲) حیاتِ فدائے ملت